أَلسُّنَّةُ الْغُرَّةُ فِيْ وَضْعِ الْيَدَيْنِ تَحْتَ السُّرَّةِ

نماز میں ہاتھ باندھنے کا مسنون طریقہ

مؤلف
حضرت مولانا ابوحفص اعجاز احمد اشرفی مدظلہ
فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور



نام کتاب	أَلسُّنَّةُ الْغُرَّةُ فِيْ وَضْعِ الْيَدَيْنِ تَحْتَ السُّرَّةِ نماز میں ہاتھ باندھنے کا مسنون طریقہ
مصنف	مولانا ابوحفص اعجاز احمد اشرفی غُفِرَلَهٗ
صفحات	272
طبع اول	شعبان ۱۴۳۶ھ بہ مطابق جون ۲۰۱۵ء
باہتمام	اعجاز احمد اشرفی

ملنے کے پتے

1:مکتبۃ الفرقان اردو بازار، گوجرانوالہ فون:0333-4264487 055-4212716

2: جامعۃ الطیبات للبنات الصالحات، گلی نمبر 4، کنور گڑھ، کالج روڈ، گوجرانوالہ فون:0333-8150875

3: قاری محمود اختر مسجد شاہ جمال جی ٹی روڈ، گکھڑ فون:0300-6440651

4:الکتاب، یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور 042- 37124803 0333-4380926

5:اسلامی کتاب گھر، گلی جامع مسجد نور والی (نصرۃ العلوم)، فاروق گنج، گوجرانوالہ
فون:0554446100 ; 0321-6432659;03338165702

6: مکتبہ نعمانیہ، اردو بازار، گوجرانوالہ فون:0321-7475072; 055-4235072

عن علقمه بن وائل بن حُجرٍ، عن أبيه قال: رأيت النبي ﷺ وضع يمينه على شماله تحت السرة. (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، رقم ۳۹۵۹)

أَلسُّنَّةُ الْغُرَّةُ فِیْ وَضْعِ الْیَدَیْنِ تَحْتَ السُّرَّةِ

نماز میں ہاتھ باندھنے کا مسنون طریقہ

مولانا ابو حفص اعجاز احمد اشرفی غُفِرَلَہٗ

دار النعیم

اردو بازار، لاہور۔ 4441805 -0301

انتساب

پیرِ طریقت ، رہبرِ شریعت ، امامِ اہل سنت، مُحیِ السُّنَّۃِ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت

مولانا

محمد سرفراز خان صفدرؒ

(المتوفی ۱۴۳۰ھ)

کے نام

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ان کے بلندئ درجات کا باعث بنائے۔ آمین!

اعجاز احمد اشرفی

اظہارِ تشکر

مصنف تہِ دل سے محترم المقام، جناب فیصل خان (راولپنڈی) کے تعاون اور حوصلہ افزائی کا مشکور ہے۔ انھوں نے اپنی تین کتب عنایت فرمائیں:

۱ ألدرة فی عقد الأیدی تحت السرة

(نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے مسئلہ پر غیر مقلدین زبیر علی زئی اور ارشاد الحق اثری کے اعتراضات کا علمی محاسبہ)

۲ ترویح العینین فی ردّ نور العینین

(ترکِ رفع یدین پر ایک تاریخی دستاویز)

۳ توثیقِ صاحبین

میں نے ان کی کتاب: ''ألدرة فی عقد الأیدی تحت السرة'' (نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے مسئلہ پر غیر مقلدین زبیر علی زئی اور ارشاد الحق اثری کے اعتراضات کا علمی محاسبہ) سے استفادہ کیا ہے۔ ان کی بعض تحقیقات کو مصنف کی اجازت سے اس کتاب میں بھی پیش کیا گیا ہے۔ میں تہ دل سے جناب فیصل خان کا انتہائی مشکور ہوں۔

فہرست

حضرت مولانا مفتی واجد حسین دامت برکاتھم العالیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ.

نماز ایک ایسی عبادت ہے جس میں انسان اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے ساتھ اپنی انکساری اور تواضع انتہاء درجہ تک ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ حالتِ قیام میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور مؤدّب ہو کر کھڑا ہوتا ہے اور اس کی تعظیم کرتا ہے۔ رکوع میں نصف دھڑ جھکا کر اس کی تسبیح کے ترانے پڑھتا ہے۔ سجدہ میں اپنی پیشانی زمین پر ٹیک کر تسبیح و تقدیس کرتا ہے اور آخر میں دوزانو بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے کے ساتھ رسول خدا ﷺ پر درود شریف بھیجتا ہے۔ اور اپنے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے دعا کرتا ہے۔ تو جب اس میں اوّل تا آخر ربّ العزت کی حمد و ثنا اور بندہ کی تواضع ظاہر ہوتی ہے۔ تو یقیناً حالتِ قیام میں ناف کے نیچے باندھنا (جس میں بندہ کی تواضع دیگر طریقوں کی بہ نسبت زیادہ ظاہر ہوتی ہے) اقرب الی الصواب اور قرین قیاس ہے۔ محترم مولانا اعجاز احمد اشرفی مدظلہ (فاضل جامعہ اشرفیہ، لاہور) نے زیر نظر کتاب: **أَلسُّنَّةُ الْغُرَّةُ فِيْ وَضْعِ الْيَدَيْنِ تَحْتَ السُّرَّةِ** (**نماز میں ہاتھ باندھنے کا مسنون طریقہ**) میں نماز میں ہاتھ باندھنے کے مسنون ہونے کو نقلی اور عقلی دلائل سے بیان کیا ہے۔

اللہ رب العزت مؤلف موصوف کی کاوش قبول و منظور فرمائے۔ اور پوری اُمت مسلمہ کی طرف سے اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین!

واجد حسین عفی عنہ

دارالافتاء، جامعہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ

۲۸، ربیع الاول ۱۴۳۶ھ، بہ مطابق ۲۰، جنوری ۲۰۱۵ء

خلاصہ

1 تکبیر تحریمہ سے فارغ ہوکر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کے گٹ کو پکڑ کر ناف سے ذرا نیچے رکھ لیں۔ ہاتھ باندھنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے حلقہ بنا کر بائیں گٹ کو پکڑ لیں اور باقی تین انگلیوں کو بائیں ہاتھ کی پشت پر پھیلی چھوڑ دیں.

2 احادیث وآثار سے ثابت ہورہا ہے کہ دورانِ نماز ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھنا مسنون ہے، کیونکہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناف کے نیچے ہی ہاتھ باندھے ہوئے دیکھا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۳۹۵۹)

3 حضرت علی رضی اللہ عنہ ناف کے نیچے ہی ہاتھ باندھنے کو سُنّت قرار دے رہے ہیں۔ (سنن ابو داوٗد رقم ۷۵۶)

4 حضرت انس رضی اللہ عنہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو اخلاقِ نبوت میں سے شمار کر رہے ہیں۔

5 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور جلیل القدر تابعین حضرت ابو مجلزؒ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۳۹۶۳) اور حضرت ابراہیم نخعیؒ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۳۹۶۰) اسی پر فتویٰ دے رہے ہیں۔

6 حضرت امام ابو حنیفہؒ، حضرت امام سفیان ثوریؒ، حضرت اسحٰق بن راہویہؒ اور حضرت امام احمدؒ اور ان جیسے دیگر بہت سے اکابر اسی کو اپناتے ہیں۔

7 محدث اسحٰق بن راہویہؒ اسی کو حدیث کی رُو سے انتہائی قوی اور تواضع کے انتہائی قریب بتلاتے ہیں۔ (الاوسط لابن المنذر رقم ۱۲۴۳؛ مسائل امام احمد ج ۱ ص ۱۳۹)

8 مشہور غیر مقلد زبیر علی زئی نے نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کے متعلق اپنی کتاب: ''نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام'' میں صرف چار (۴) روایتیں پیش کی ہیں۔ ان میں دو (۲) روایتوں سے احتجاج کیا اور دو (۲) روایتیں شواہد میں پیش کی ہیں۔ ان شاہد حدیثوں کے بارے میں زبیر علی زئی صاحب خود اعتراف کرتے ہیں کہ یہ حدیثیں ضعیف ہیں۔ لہٰذا چار (۴) میں سے دو (۲) حدیثیں تو زبیر علی زئی صاحب کے نزدیک ضعیف ہیں۔ ان میں

سے ابن خزیمہ (ج ۱ ص ۲۴۳) میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی مؤمل بن اسماعیلؒ سے روایت زبیر علی زئی کے نزدیک ضعیف اور دوسری حضرت طاؤسؒ کی مرسل حدیث جو ابوداؤد (رقم الحدیث ۷۵۹) میں ہے، وہ بھی زبیر علی زئی کے نزدیک ضعیف ہے۔ پھر حضرت قبیصہ بن ھلب رضی اللہ عنہ کی حدیث کو مضبوط کرنے کیلئے ان دو حدیثوں کو زبیر علی زئی نے شواہد میں ذکر کیا ہے۔ مگر حضرت قبیصہ بن ھلب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نماز کے اندر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہی نہیں ہے اور مزید یہ کہ اس کی سند اور متن بھی ضعیف ہے۔ اور زبیر علی زئی صاحب کی پیش کردہ دلیل جو حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی صحیح ابن حبان (ج ۳ ص ۱۶۷) اور مسند احمد (ج ۴ ص ۳۱۸) کی حدیثیں بھی سینے پر ہاتھ باندھنے کے لفظوں کو ثابت نہیں کرتی ہیں۔ لہٰذا غیر مقلدین حضرات کے پاس کوئی ایک صریح و صحیح حدیث ایسی نہیں جو وہ اپنے دعویٰ پر پیش کر سکیں۔ لہٰذا اس موضوع پر غیر مقلدین حضرات کے پاس ایک بھی صحیح صریح دلیل موجود نہیں ہے، جبکہ اکثر محدثین کرامؒ تو سینے پر ہاتھ باندھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ جمہور محدثین کرامؒ ناف کے اوپر (یعنی پیٹ پر) اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔

9 اگر بالفرض بھی ان روایات کی صحت کو تسلیم بھی کیا جائے تو پھر بھی یہ روایات منسوخ ہیں جیسا کہ حضرت امام طحاویؒ فرماتے ہیں: پس ہم نے دونوں قسم کی روایات کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات سے مقدم قرار دیا (یعنی سینے پر ہاتھ باندھنے کا عمل اس وقت کا ہے، جب تک نئے حکم کے ذریعہ سے اس بارے میں اہل کتاب کی مخالفت کا حکم نہیں آیا تھا)۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات اس سلسلہ میں مروی روایات کو مؤخر سمجھا جائے گا اور اپنے سے پہلے کے لیے ناسخ قرار دیا جائے گا۔

(أحکام القرآن الکریم، امام طحاوی، ج ۱ ص ۱۸۷)

پیشِ لفظ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ نَحۡمَدُهٗ وَنَسۡتَعِيۡنُهٗ وَنَسۡتَغۡفِرُهٗ وَنُؤۡمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيۡهِ وَ نَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَ مِنۡ سَيِّئَاتِ اَعۡمَالِنَا مَنۡ يَهۡدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنۡ يُضۡلِلۡ فَلَاهَادِیَ لَهٗ وَ نَشۡهَدُ اَنۡ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِيۡکَ لَهٗ وَ نَشۡهَدُ اَنَّ سَيِّدَ نَا وَ مَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُهٗ وَرَسُوۡلُهٗ. اَمَّا بَعۡدُ ! فَأَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ. قَدۡ أَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ. اَلَّذِيۡنَ هُمۡ فِیۡ صَلَاتِهِمۡ خَاشِعُوۡنَ. (سورة المؤمنون). عن وائل بن حُجرٍ قال: رأيت النبی ﷺ وضع يمينه علی شماله تحت السرة. (مصنف ابن ابی شیبہ). سُبۡحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ وَسَلَامٌ عَلَی الۡمُرۡسَلِيۡنَ وَ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَبَارِکۡ وَسَلِّمۡ.

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں انسان بنایا۔ ہمیں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی امت ہونے کا لازوال شرف عطا فرمایا۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی اَن گنت نعمتوں کا شکر بجا لانا چاہیں۔ تو یہ ایک ناممکن امر ہے، ہم اس کی نعمتوں کو شمار بھی نہیں کر سکتے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا. اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ. (النحل:۱۸)

ترجمہ اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننے لگو، تو انہیں شمار نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

بعض فروعی مسائل ہمیشہ علمائے اُمت کے مابین موضوع بحث رہے ہیں، لیکن ان فروعی مسائل میں اختلاف کے باوجود انھوں نے نہ تو ایک دوسرے کی تکفیر کی اور نہ ہی اُمت کے اتحاد کو پارہ پارہ ہونے دیا۔ بلاشبہ یہ اختلاف علم کی ترقی اور تحقیق کا موجب بنا اور اُمت کے لیے

رحمت ثابت ہوا۔

حضور ﷺ نے قیامت کی نشانیوں میں سے اس کو ایک نشانی قرار دیا ہے کہ ''اس امت کے پچھلے لوگ پہلے لوگوں پر لعن طعن کریں گے'' (ترمذی رقم ۲۲۱۰، ۲۲۱۱)۔ اس دورِ پُر فتن میں جہاں حضور ﷺ کی ذکر کردہ دوسری علامات کا ظہور ہورہا ہے، وہیں اس علامت کا بھی پوری طرح ظہور ہورہا ہے۔ مادر پدر آزاد لوگ جو دین سے بے بہرہ اور دینی اقدار سے نا آشنا ہیں وہ اپنے مذموم مقاصد کی راہ میں جس ہستی کو اپنے خلاف پاتے ہیں اس پر کھل کر تنقید، اور طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ اور اس میں کسی کے مرتبہ و مقام کا لحاظ نہیں کرتے، انبیاء کرام ہوں یا صحابہ کرامؓ، خلفائے راشدینؓ ہوں یا اہلِ بیت عظامؓ، تابعینؒ و تبع تابعینؒ ہوں یا ائمہ مجتہدینؒ، اولیائے کرام ہوں یا علمائے دین۔ اس دور میں ان محترم شخصیات میں سے کوئی بھی تنقید سے بچا ہوا نہیں۔ چنانچہ غیر مقلدین حضرات جو صرف اپنے آپ کو قرآن و حدیث پر عامل اور خود کو قرآن و حدیث کی تبلیغ و اشاعت کے اہل سمجھتے ہیں۔ ان کا حال یہ ہے کہ ان کی تقریر و تحریر میں بے دھڑک اسلاف پر تنقید اور ائمہ مجتہدین کی تذلیل و تضحیک ہوتی ہے، حتی کہ اس تنقید سے صحابہ کرامؓ کا دامن بھی محفوظ نہیں رہا۔ حد تو یہ ہے کہ تنقید کے اس عمل میں غیر مقلدین کے چھوٹے، بڑوں سے چار ہاتھ آگے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا داؤد غزنویؒ کی سوانح حیات میں تحریر ہے:

> ''اہل حدیث حضرات عموماً نہایت متشدد ہوتے ہیں۔ تھوڑی سی چیز پر سخت سے سخت نکتہ چینی کے خوگر''۔

(مولانا داؤد غزنوی مرتبہ ابو بکر غزنوی ص ۱۸)

انہی فروعی مسائل میں سے فاتحہ خلف الامام، رفع یدین، آمین بالجہر، تراویح، نماز میں ہاتھ باندھنا، خواتین کا طریقۂ نماز وغیرہ ہیں۔ جس پر بحث کرتے ہوئے ان کے قلم کار اور مقررین احناف کو بے نقط سناتے ہیں۔ ان مسائل پر غیر مقلدین کی بے شمار کتابیں اردو زبان میں طبع ہو چکی ہیں۔ بعض میں تو بڑی ہی بیہودہ زبان استعمال کی گئی ہے۔ عوام جو حقیقت سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں وہ ان کتب کو دیکھ کر غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ میری ان مسائل پر درجِ ذیل کتابیں موجود ہیں:

1:۔اِیْضَاحُ الْمَرَامِ فِی تَرْکِ الْقِرَاءَ ۃِ خَلْفَ الْاِمَامِ(ترکِ قراءتِ مقتدی)
2:۔رَاحَۃُ الْعَیْنَیْنِ فِیْ تَرْکِ رَفْعِ الْیَدَیْنِ(ترکِ رفع یدین)
3:۔اَلدُّرُّ الثَّمِیْنُ فِی الْاِخْفَاءِ بِآمِیْنَ (اخفاءِ آمین)
4:۔أَلسُّنَّۃُ الْغُرَّۃُ فِیْ وَضْعِ الْیَدَیْنِ تَحْتَ السُّرَّۃِ:نماز میں ہاتھ باندھنے کا مسنون طریقہ
5:۔أَنْوَارُالْمَصَابِیْحِ فِیْ صَلٰوۃِ التَّرَاوِیْحِ(نمازِ تراویح)
6:۔أَلْحَبْلُ الْمَتِیْنُ فِیْ صِفَۃِ صَلٰوۃِ رَحْمَۃٍ لِّلْعَالَمِیْنَ(رحمۃ للعالمین ﷺ کا طریقۂ نماز)
7:۔خواتین کا طریقۂ نماز

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا:

سلف سے ’’فوق السرۃ‘‘ اور ’’تحت السرۃ‘‘ دونوں طرح ہاتھ باندھ کر نماز ثابت ہے۔لیکن ’’فوق الصدر ‘‘(سینے کے اوپر) بے اصل ہے۔اس کا ثبوت سلفؒ سے نہیں ہے۔اور اس کا وجود دو سو سال سے ہوا ہے۔صحیح ابن خزیمہ میں ’’علی الصدر ‘‘ کا لفظ ہے، جو ضعیف ہے۔اسی لیے کسی مذہب میں بھی اس پر عمل نہیں ہوا۔نکتہ یہ ہے کہ نماز میں احکم الحاکمین کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا ایسا ہی ہے جیسے نوکر وغلام بطورِ تعظیم، آقاؤں اور بادشاہوں کے سامنے کمر پر پیٹی باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔اور ظاہر ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنا تعظیم کی کوئی صورت نہیں ہے۔

یہ فرمایا: صحیح ابن خزیمہ میں حضرت وائلؓ کی روایت ہے، جس کو اور بھی دوسرے راویوں نے روایت کیا ہے،مگر کسی میں بھی ’’علی الصدر ‘‘ کا اضافہ نہیں ہے۔ہوسکتا ہے کہ یہ زیادتی ایک زمانہ کے بعد ہوئی ہو۔لہٰذا اس پر جمود کرنا صحیح نہیں، خصوصاً جب کہ سلفؒ میں سے کسی نے اس پر عمل نہیں کیا ہے۔اسی لیے امام ترمذیؒ نے جو اختلاف مذاہب نقل کیا کرتے ہیں، سینے پر ہاتھ باندھنا کسی کا بھی مذہب نقل نہیں کیا۔انھوں نے لکھا کہ اہل علم صحابہؓ وتابعینؒ اور بعد کے حضرات بھی نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے تھے۔اور بعض ناف کے اوپر اور بعض ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے تھے۔اوران میں سے ہر ایک کی گنجائش ہے۔

(انوارالباری شرح صحیح البخاری ج۱۶ص ۳۳۸، ۳۳۹طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

احادیث وروایات میں مذکور الفاظ کا مطلب ومراد سمجھنے اور ان کو قابلِ عمل بنانے سے پہلے اُمت کے تعامل اور خاص کر خیر القرون کے دور کے عمل کو دیکھنا ضروری ہے، ورنہ بعض اوقات اس سے بڑی بڑی غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

اس اصول کی خلاف ورزی کرنے کے نتیجہ میں بعض لوگ نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہوئے، اور انھوں نے مرد وعورت سب کے لیے سینہ پر ہاتھ باندھنے کو سنت بلکہ ایسا ضروری عمل قرار دیا کہ اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کو مُورِدِ الزام اور طعن وتشنیع کا ہدف بنانے سے بھی گریز نہیں کیا۔ اور اس مسئلہ کی ان لوگوں نے ایسے انداز میں تبلیغ وتشہیر شروع کی کہ جیسا کہ کسی فرض، واجب عمل کی تبلیغ وتشہیر کر رہے ہوں۔ حالانکہ نماز میں مرد وعورت سب کے لیے سینہ پر ہاتھ باندھنے کو سُنت قرار دینا اور اس پر اصرار کرنا اور اس کی زوردار انداز میں تبلیغ وتشہیر کرنا اُمت کے تعامل کے خلاف ہے جو کہ احادیث کے غلط مطلب سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔

نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے پر غیر مقلدین حضرات کے پاس ایک بھی صحیح روایت نہیں ہے۔ غالی غیر مقلد نے اپنے کتاب میں چار (۴) روایات پیش کی ہیں۔

۱ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ (صحیح ابن حبان والی روایت)

۲ حضرت ہلب رضی اللہ عنہ والی روایت

۳ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ والی روایت (مؤمل بن اسماعیل سے مروی)

۴ حضرت طاوسؒ والی روایت

ان روایات کے علاوہ غیر مقلدین حضرات کے پاس کوئی بھی دلیل نہیں ہے۔ ان روایات میں سے روایات (حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ، حضرت طاوسؒ) کو خود غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے اپنی کتاب میں ضعیف مانا ہے۔ ایک دوسرے مقام پر بھی اس بات کا اقرار خود غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے بھی کیا ہے۔ موصوف لکھتے ہیں: ''ان دو صحیح دلائل کے مقابلے میں کوئی حدیث موجود نہیں'' (ماہنامہ الحدیث: ۱۰۵، آخری صفحہ)۔ زبیر علی زئی غیر مقلد خود اپنے پیش کردہ دلائل میں سے صرف دو (۲) کو صحیح مان رہا ہے۔

باقی دو(۲) روایات میں سے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی صحیح ابن حبان والی روایت سے تو غیر مقلدین حضرات کا موقف ہی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس میں تو سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہی نہیں ہے۔اسی طرح حضرت ہلب رضی اللہ عنہ کی روایت میں نماز کے اندر سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہی نہیں ہے۔معلوم ہوا کہ اس مسئلہ پر غیر مقلدین حضرات کے پاس کوئی دلیل بھی نہیں ہے جو ان کے موقف کو ثابت کر سکے۔لہٰذا خواہ مخواہ اہل السنّت والجماعت کی نماز کو خلاف سنت کہنا اور اپنی نماز کو عین سنت کے مطابق کہنا زیادتی اور علمی خیانت ہے۔

غیر مقلدین نے ان مسائل کو عوام الناس کے سامنے کچھ اس انداز سے بیان کرنا شروع کر دیا اور عوامی سطح پر انھیں اس انداز سے موضوع سخن بنایا کہ علماء تو درکنار عام اُمت مسلمہ پر بھی سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے منحرف اور بدعتی ہونے کے فتوے صادر کیے اور ان مسائل کو یہاں تک ہوا دی کہ حاملانِ کتاب وسنت سے عوام الناس کو متنفر کرنے کے لیے یہاں تک کہا اور لکھا کہ ان کی عبادات بھی رائیگاں و نامکمل ہیں۔اور اپنا مؤقف ظاہر کرنے کے لیے غلط حوالہ جات سے بھی دریغ نہ کیا جیسا کہ فتاویٰ ثنائیہ میں ہے:

”سینے پر ہاتھ باندھنے“ کی احادیث بخاری ومسلم اور ان کی شروح میں بکثرت ہیں“۔(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۴۳؛ فتاویٰ علماء حدیث ج ۳ ص ۹۱)

جب کہ نہ تو صحیح بخاری میں اور نہ ہی صحیح مسلم میں کوئی ایسی حدیث موجود ہے جس میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہو۔اسی طرح مزید لکھا:

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھا کرتے تھے.........صحیح بخاری میں بھی ایک حدیث ایسی آئی ہے“۔(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۵۷)

یہ محض غلط ہے۔اسی طرح یہ لوگ تحریف حدیث جیسے قبیح افعال سے بھی اجتناب نہیں کرتے۔جیسا کہ غیر مقلدین کے نزدیک سب سے مستند کتاب: نماز نبوی میں ہے:

سیدنا ہلب طائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سینے پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا (مسند احمد بحوالہ نماز نبوی ص ۱۴۸)۔

تنبیہ مسند احمد کی مذکورہ حدیث میں ”یَدٌ“ یعنی ہاتھ کا لفظ نہیں ہے۔یہ ترجمہ میں اپنی طرف

سے بڑھایا گیا ہے۔ اگر بڑھانا ہی تھا تو بریکٹ میں ڈال دیتے تا کہ پتہ تو چلتا کہ یہ حدیث کا لفظ نہیں ہے۔ حدیث میں ہے:

من كذب عليّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار (مسلم)

ترجمہ جس شخص نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا تو اس کو دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنا لینا چاہیے۔

مسند احمد کی حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

عن هلب، قال: رأيتُ النبي ﷺ ينصرف عن يمينه وعن يساره. ورأيته قال يضع هٰذه على صدره. ووصف يحيىٰ: اليمنىٰ على اليسرىٰ فوق المفصل

(مسند احمد ج۵ ص۲۲۶؛ قال شعيب: صحيح لغيره دون قوله: يضع هٰذه على صدره، مسند احمد ج۲ ص۶۵۷ رقم ۲۲۳۱۳ طبع بيت الافكار الدوليه، بيروت)

ترجمہ حضرت ہلبؓ روایت کرتے ہیں کہ "میں نے نبی ﷺ کو دیکھا۔ وہ دائیں اور بائیں طرف مڑتے تھے۔ اور میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے یہ اپنے سینے پر رکھا اور یحییٰ نے بیان کیا کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھا"۔

اسی مسئلہ کی توضیح اور بعض حضرات کی طرف سے پیدا کردہ غلط فہمیوں کے ازالہ کے لیے اس کتاب: أَلسُّنَّةُ الْغُرَّةُ فِي وَضْعِ الْيَدَيْنِ تَحْتَ السُّرَّةِ: "نماز میں ہاتھ باندھنے کا مسنون طریقہ" کو ترتیب دیا گیا ہے۔ احناف کے ہاں اس کا طریقہ یہ ہے:

مسئلہ تکبیر تحریمہ سے فارغ ہو کر دائیں ہاتھ سے بائیں پہونچے کو پکڑ کر ناف سے ذرا نیچے رکھ لیں۔ ہاتھ باندھنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے حلقہ بنا کر بائیں پہنچے کو پکڑ لیں اور باقی تین انگلیوں کو بائیں ہاتھ کی پشت پر پھیلی چھوڑ دیں۔

اس کتاب کو چھ (۶) ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

باب 1 میں نماز میں ہاتھ باندھنے کے مسئلہ کو بیان کیا گیا ہے۔

باب 2 میں نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو بیان کیا گیا ہے۔

باب3 میں نماز میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں ائمہ اربعہ کے مسلک کو بیان کیا گیا ہے۔

باب4 میں غیر مقلدین کے مسلک کا جائزہ کو لیا گیا ہے۔

باب5 میں بعض احادیث کی اسنادی اور فنی تحقیق بیان کی گئی ہے۔

باب6 میں محدث قاسم بن قطلو بغاؒ کی توثیق کو بیان کیا ہے۔

مسائل و دلائل کے اخذ و فہم میں غلطی کے امکان و وقوع سے انکار نہیں۔ اگر کوئی صاحبِ علم کسی غلطی کی صحیح طور پر نشان دہی کریں گے، تو شکریہ کے ساتھ اس کی اصلاح کر لی جائے گی۔ خدائے رحیم و کریم اپنے لطف و کرم سے جو لغزشیں ہوئی ہوں انھیں معاف فرمائے اور اپنے رسول پاک ﷺ کی سنت پر سچے دل سے عمل کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین!

اعجاز احمد اشرفی

اتوار، ۲۳۔ جمادی الاول ۱۴۳۶ھ بہ مطابق ۱۵۔ مارچ ۲۰۱۵ء

باب 1

نماز میں ہاتھ باندھنا

حدیث نمبر 1:۔حدیثِ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ

عن سهل بن سعد قال:"كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُونَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلَاةِ". قال ابو حازم: لَاأَعْلَمُهُ اِلَّا يَنْمِيْ ذٰلِكَ اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم.

(صحیح بخاری رقم ۷۴۰؛ موطا امام محمد ج۱ص ۳۱۸ رقم ۲۹۰ طبع مکتبۃ البشریٰ، کراچی)

ترجمہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ لوگوں (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں وہ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں "ذراع" (یعنی ہتھیلی کی پشت، جوڑ اور کلائی) پر رکھیں۔

حضرت ابوحازمؒ فرماتے ہیں کہ مجھے صرف اور صرف یہی معلوم ہے کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا ہے۔

تشریح اس حدیث میں دائیں ہاتھ کو بائیں بازو پر رکھنے کا ذکر ہے، لیکن ہاتھ کے مخصوص حصہ کا ذکر نہیں ہے۔ البتہ دوسری احادیث میں ہتھیلی اور گٹ وغیرہ کی وضاحت ہونے کی وجہ سے وہی متعین حصہ لیا جائے گا۔

اس حدیثِ مبارکہ سے یہ معلوم ہوا کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ذراع پر رکھنا سُنت ہے۔ غیر مقلدین اکثر اس روایت کو اپنی دلیل بنانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ لہٰذا اس

حدیث کی تشریح تفصیل سے کی جاتی ہے۔اس روایت میں انسانی اعضاء میں سے دو کا ذکر ہے:(۱) ہاتھ،(۲) ذراع

۱ ید(ہاتھ)

لغت کی مشہورومعروف کتاب:''لسان العرب''میں ہے:

الیَدُ: الکَفُّ. وَقَالَ أَبو إِسحاق: الیَدُ مِنْ أَطْراف الأَصابع إِلی الْکَفِّ.

(لسان العرب، ج۱۵ص۴۱۹.المؤلف:محمد بن مکرم بن علی، أبو الفضل، جمال الدین ابن منظور الأنصاری الرویفعی الإفریقی (المتوفی ۷۱۱ھ). الناشر:دار صادر، بیروت.الطبعة:الثالثة ۱۴۱۴ھ)

ترجمہ ید ہتھیلی ہے۔حضرت ابو اسحٰقؒ فرماتے ہیں: ہاتھ انگلیوں کے کنارے سے لے کر ہتھیلی تک ہے۔

۲ ذراع(بازو)

الذّراعُ: مَا بَیْنَ طرَف المِرْفق إِلی طرَفِ الإِصْبَع الوُسْطی.

(لسان العرب، ج۸ص۹۳.المؤلف:محمد بن مکرم بن علی، أبو الفضل، جمال الدین ابن منظور الأنصاری الرویفعی الإفریقی (المتوفی ۷۱۱ھ). الناشر:دار صادر، بیروت.الطبعة:الثالثة ۱۴۱۴ھ)

ترجمہ ذراع: کہنی کے سرے سے لے کر درمیانی انگلی کے سرے کے درمیانی حصہ تک۔

اب اس حدیث مبارکہ کو سمجھنا آسان ہوگیا۔حدیث مبارکہ میں فرمایا گیا ہے:

''دائیں ہاتھ کو بائیں ذراع پر رکھیں''۔

غور طلب بات یہ ہے کہ ہاتھ تو مکمل ذراع پر آ ہی نہیں سکتا کیونکہ ذراع ہاتھ سے بڑی ہے۔ہاتھ کو ذراع کے کون سے حصہ پر رکھنا ہے؟اس روایت میں اس جگہ کو بیان ہی نہیں کیا گیا ہے کہ ذراع کے کس مقام پر ہاتھ رکھا جائے۔اگر گٹ پر گٹ رکھ کر دیکھا جائے تو بھی ہاتھ مکمل ذراع پر نہیں آ سکتا کہ مکمل ذراع پر رکھنا مراد ہو۔یہ ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ مکمل ذراع پر تو ہاتھ آئے گا ہی نہیں۔

اگر گٹ سے کچھ آگے (یعنی کہنی کی طرف) ہاتھ رکھا جائے تو اس صورت میں ہاتھ

ذراع پر نہیں بلکہ ذراع پر ذراع آئے گا۔ جیسا کہ غیر مقلدین کا طریقہ ہے۔ تو یہ خلافِ سنت ہوگا کیونکہ ذراع پر ذراع رکھنے کا حکم ہی نہیں بلکہ ذراع پر ہاتھ رکھنے کا حکم ہے۔ تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ یہ ذراع کا ایسا حصہ ہے جس پر ہاتھ رکھنے سے ذراع پر ذراع کا اطلاق نہ ہو بلکہ ذراع پر ہاتھ کا اطلاق ہو۔

یقیناً اس سے مراد ہتھیلی کا وہ حصہ ہے جو انگوٹھے سے متصل ہے۔ اس کو گٹ پر رکھا جائے گا۔ تب ہی ذراع پر ہاتھ کا اطلاق ہوگا۔ ورنہ اگر ہاتھ کا وہ حصہ گٹ سے تھوڑا سا بھی آگے رکھا جائے گا تو ذراع پر ذراع کا اطلاق ہوگا۔

اس حدیث میں ذراع کا وہ مقام مبہم ہے جس پر ہاتھ رکھنا ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ عَلٰی ذِرَاعِهِ: أَبْهَمَ مَوْضِعَهُ مِنَ الذِّرَاعِ. وَفِي حَدِيثِ وَائِلٍ عِنْدَ أَبِي دَاوُدَ وَالنَّسَائِيِّ: ”ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى والرسغ والساعد“ وَصَححهُ ابن خُزَيْمَةَ وَغَيْرُهُ. وَأَصْلُهُ فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ بِدُونِ الزِّيَادَةِ ”وَالرُّسْغُ“ بِضَمِّ الرَّاءِ وَسُكُونِ السِّينِ الْمُهْمَلَةِ بَعْدَهَا مُعْجَمَةٌ، هُوَ الْمَفْصِلُ بَيْنَ السَّاعِدِ وَالْكَفِّ. وَسَيَأْتِي أَثَرُ عَلِيٍّ نَحْوُهُ فِي أَوَاخِرِ الصَّلَاةِ.

(فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج۲ص۲۲۴. المؤلف: أحمد بن علی بن حجر أبو الفضل العسقلانی الشافعی. الناشر: دار المعرفة، بیروت. ۱۳۷۹ھ). رقم کتبه وأبوابه وأحادیثه: محمد فؤاد عبد الباقی. قام بإخراجه وصححه وأشرف علی طبعه: محب الدین الخطیب)

ترجمہ: اس حدیث میں لفظ ”ذراع“ کا مقام مبہم ہے۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث جو ابوداؤد اور نسائی میں ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت، اس کے جوڑ اور کلائی پر رکھا“۔

اس کو ابن خزیمہؒ نے صحیح کہا ہے۔ اس حدیث کی اصل صحیح مسلم میں بھی لفظ: ”رسغ“

کے بغیر ہے اور یہ کلائی اور ہتھیلی کے درمیان والا جوڑ ہے۔اس مضمون کا ایک اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کتاب الصلوٰۃ کے آخر میں بھی آئے گا۔

علامہ بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں:

قَوْله: "علي ذراعه اليُسرٰى"، لم يبين مَوْضِعه من الذِّرَاع. وَفِي حَدِيث وَائِل عِنْد أبي دَاوُد النَّسَائِيّ: "ثمَّ وضع يَده اليُمنٰى على ظهر كفه اليُسرٰى والرسغ من الساعد". وَصَححهُ ابْن خُزَيْمَة وَغَيره. والرسغ، بِضَم الرَّاء وَسُكُون السِّين الْمُهْملَة وَفِي آخِره عين مُعْجمَة: هُوَ الْمفصل بَين الساعد والكف.

(عمدة القاری شرح صحيح البخاری، ج۵ص۴۷۹،۴۸۰. المؤلف:أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين الغيتابى الحنفى بدر الدين العينى (المتوفى۸۵۵ھ).الناشر:مکتبه رشيديه، کوئٹہ)

ترجمہ اس حدیث میں "ذراع" کے مقام کو بیان نہیں کیا گیا ہے۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث جو ابوداؤد اور نسائی میں ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت، اس کے جوڑ اور کلائی پر رکھا"۔

اس کو ابن خزیمہؒ وغیرہ نے صحیح کہا ہے۔لفظ: "رسغ" کا معنی کلائی اور ہتھیلی کے درمیان والا جوڑ ہے۔

☆ لہٰذا معلوم ہوا کہ اس حدیث میں "ذراع" کا مقام مبہم ہے کہ ہاتھ کے کس حصہ پر رکھا جائے۔اس کی وضاحت ہم دوسری احادیث مبارکہ میں دیکھیں گے۔اس کی وضاحت کئی احادیث مبارکہ میں موجود ہے، جن میں بعض کو اس باب میں بیان بھی کردیا گیا ہے۔یہاں صرف ایک حدیثِ مبارکہ کو بیان کیا جاتا ہے۔

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ، عَنْ زَائِدَةَ بْنِ قُدَامَةَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي أَنَّ وَائِلَ بْنَ حُجْرٍ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: لَأَنْظُرَنَّ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَیْفَ یُصَلِّی. قَالَ: فَنَظَرْتُ إِلَیْہِ قَامَ فَکَبَّرَ وَرَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی حَاذَتَا بِأُذُنَیْہِ ثُمَّ وَضَعَ کَفَّہُ الْیُمْنٰی عَلٰی ظَہْرِ کَفِّہِ الْیُسْرَی وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ. الحدیث.

(المنتقی من السنن المسندة، ص۶۲ رقم ۲۰۸. المؤلف: أبو محمد عبد اللہ بن علی بن الجارود النیسابوری المجاور بمکة (المتوفی ۳۰۷ھ). المحقق: عبد اللہ عمر البارودی. الناشر: مؤسسة الکتاب الثقافیة، بیروت. الطبعة: الأولی، ۱۴۰۸ھ)

ترجمہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کہا کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی طرف ضرور دیکھوں گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے ہیں؟ لہٰذا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا، پھر تکبیر کہی، اور اپنے ہاتھوں کو اُٹھایا یہاں تک کہ ان کو اپنے کانوں کے برابر کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت اور گٹ اور کلائی پر رکھا۔

علامہ بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں:

فِی صفة الْوَضع: وَہِی أَن یضع بطن کفہ الْیُمْنٰی علی رسغہ الْیُسْرَیٰ، فَیکون الرسغ وسط الْکَفّ. وَقَالَ الاسبیجابی: عِنْد أبی یُوسُف: یقبض بِیَدِہِ الْیُمْنٰی رسغ یَدہ الْیُسْریٰ. وَقَالَ مُحَمَّد: یَضَعہَا کَذٰلِک وَیکون الرسغ وسط الْکَفّ. وَفِی "الْمُفِید": وَیَأْخُذ رسغہا بالخنصر والإبہام، وَہُوَ الْمُخْتَار. وَفِی "الدِّرَایَة": یَأْخُذ کوعہ الْأَیسر بکفہ الْأَیمن. وَبہ قَالَ الشَّافِعِی وَأحمد. وَقَالَ أَبُو یُوسُف وَمُحَمّد فِی رِوَایَة: یضع بَاطِن أَصَابِعہ علی الرسغ طولا، وَلَا یقبض. وَاسْتَحْسن کثیر من مَشَایِخنَا الْجمع بَینہمَا بِأَن یضع بَاطِن کَفہ الْیُمْنَی علی کَفہ الْیُسْرَی ویحلق بالخنصر والإبہام علی الرسغ.

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری، ج۵ ص۲۷۹، ۲۸۰. المؤلف: أبو محمد محمود بن أحمد بن موسی بن أحمد بن حسین الغیتابی الحنفی

بدر الدین العینی (المتوفی ۸۵۵ھ). الناشر: مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ترجمہ ہاتھ باندھنے کی کیفیت یہ ہے: اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی اندرونی جانب کو بائیں ہاتھ کے گٹ پر رکھے۔ تو اس طرح گٹ ہتھیلی کے درمیان آجائے گا۔

۱ حضرت اسبیجابیؒ فرماتے ہیں: حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کے گٹ کو پکڑ لے۔

۲ حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں: وہ اسی طرح رکھے۔ تو اس طرح گٹ ہتھیلی کے درمیان ہو جائے گا۔

۳ کتاب: ''المفید'' میں ہے: بائیں ہاتھ کے گٹ کو چھوٹی انگلی اور انگوٹھے سے پکڑ لے۔ اور یہی مختار مذہب ہے۔

۴ کتاب: ''درایہ'' میں ہے: دائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے بائیں ہاتھ کے گٹ سے پکڑ لے۔ یہی حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمدؒ کا بھی قول ہے۔

۵ حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمدؒ کی ایک روایت یہ ہے: دائیں ہاتھ سے انگلیوں کی اندرونی جانب سے گٹ پر لمبائی کے رخ رکھے اور اس کو پکڑے نہیں۔

٦ ہمارے بہت سے مشائخ عظامؒ نے اس کو مستحسن سمجھا ہے کہ دونوں حدیثوں کو جمع کیا جائے۔ وہ اس طرح کہ دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھے تاکہ رکھنے والی پر بھی عمل ہو جائے اور چھوٹی انگلی اور انگوٹھے سے گھیرا بنا کر بائیں ہاتھ کے جوڑ کو پکڑے تاکہ پکڑنے والی پر بھی عمل ہو جائے۔

حدیث نمبر 2:۔ حدیثِ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ

عن سهل بن سعد، قال: ''كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ أَنْ يَضَعُوا الْيُمْنٰى عَلٰى الْيُسْرٰى فِي الصَّلَاةِ. قال ابو حازم: لَا أَعْلَمُ اِلَّا يَنْمِيْ ذٰلِكَ. قال أبو عبد الرحمٰن: ينمي: يرفعه اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم.

(مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۷ رقم ۲۳۲۲۷ طبع بیت الافکار الدولیہ، بیروت۔ سندہ علیٰ شرط البخاری)

ترجمہ حضرت سہل بن سعد ﷺ کا بیان ہے کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں وہ اپنے دائیں (ہاتھ) کو اپنے بائیں (ہاتھ) پر رکھیں۔

☆ محدثینؒ نے دوسری احادیث کے پیش نظر بائیں ہاتھ سے ہتھیلی اور گٹا مراد لیا ہے۔ یہی صورت خشوع کے زیادہ قریب ہے۔

حدیث نمبر 3:۔ حدیثِ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُونَ، أَنْ يَضَعَ أَحَدُهُمْ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلَاةِ. قَالَ أَبُو حَازِمٍ: وَلَا أَعْلَمُ إِلَّا أَنَّهُ يَنْمِي ذٰلِكَ.

قَالَ مُحَمَّدٌ: يَنْبَغِي لِلْمُصَلِّي إِذَا قَامَ فِي صَلَاتِهِ، أَنْ يَضَعَ بَاطِنَ كَفِّهِ الْيُمْنٰى عَلٰى رُسْغِهِ الْيُسْرٰى تَحْتَ السُّرَّةِ، وَيَرْمِي بِبَصَرِهِ إِلٰى مَوْضِعِ سُجُودِهِ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ، رَحِمَهُ اللّٰهُ.

(موطأ مالك برواية محمد بن الحسن الشيباني، ص۱۰۴ رقم ۲۹۱. المؤلف: مالك بن أنس بن مالك بن عامر الأصبحي المدني (المتوفى ۱۷۹ھ). تعليق وتحقيق: عبد الوهاب عبد اللطيف. الناشر: المكتبة العلمية. الطبعة: الثانية؛ مؤطا امام محمد ج ا ص ۳۱۸ رقم ۲۹۰ طبع مکتبۃ البشریٰ، کراچی)

ترجمہ صحابیٔ رسول حضرت سہل بن سعد ﷺ فرماتے ہیں کہ لوگوں (یعنی صحابہ کرام ﷺ) کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں وہ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں کلائی پر رکھیں۔

حضرت ابو حازمؒ فرماتے ہیں کہ مجھے صرف اور صرف یہی معلوم ہے کہ حضرت سہل بن سعد ﷺ نے اس کو نبی اکرم ﷺ تک پہنچایا ہے۔

حضرت امام محمدؒ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

نماز پڑھنے والے کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ جب نماز میں کھڑا ہو تو اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کا اندرونی حصہ اپنے بائیں ہاتھ کے گٹ پر ناف کے نیچے رکھ لے۔ اور (کھڑے ہونے کی حالت میں) اپنی نظر کو اپنے سجدہ کی جگہ رکھے۔ یہی امام ابو حنیفہؒ

کا قول ہے۔

حدیث نمبر 4:۔ حدیثِ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

وَوَضَعَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَفَّهُ عَلٰى رُسْغِهِ الْأَيْسَرِ.

(بخاری، ترجمة الباب: بَابُ اسْتِعَانَةِ الْيَدِ فِي الصَّلَاةِ، إِذَا كَانَ مِنْ أَمْرِ الصَّلَاةِ، ج ا ص ۱۵۹ طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی)

ترجمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (نماز میں) دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھا۔

اس حدیث کی تخریج میں حافظ ابن رجب حنبلیؒ فرماتے ہیں:

روى وكيع في "كتابه" عن عبد السلام بن شداد الجريري، عن غزوان بن جرير الضبي، عن أبيه، قال: كان علي إذا قام في الصلاة وضع يمينه على رسغه، فلا يزال كذلك حتى يركع متى ما ركع، إلاّ أن يصلح ثوبه، أو يحك جسده.

(فتح الباري شرح صحيح البخاري، ج۹ ص۲۸۳. بَابُ اسْتِعَانَةِ الْيَدِ فِي الصَّلَاةِ، إِذَا كَانَ مِنْ أَمْرِ الصَّلَاةِ. المؤلف: زين الدين عبد الرحمن بن أحمد بن رجب بن الحسن، السَلامي، البغدادي، ثم الدمشقي، الحنبلي (المتوفى ۷۹۵ھ). الناشر: مكتبة الغرباء الأثرية، المدينة النبوية. الحقوق: مكتب تحقيق دار الحرمين، القاهرة. الطبعة: الأولى، ۱۴۱۷ھ)

ترجمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو (نماز میں) دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے جوڑ پر رکھتے تھے۔ پھر اسی طرح ہاتھوں کو رہنے دیتے تھے یہاں تک رکوع میں چلے جاتے تھے، مگر یہ کہ (بوقتِ ضرورت) کپڑے کی اصلاح مقصود ہوتی تھی، یا اپنے جسم کو کھجلانا مقصود ہوتا تھا۔

حدیث نمبر 5:۔ حدیثِ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

عن ابن مسعودٍ، أنه كان يُصَلِّيُ فوضع يده اليسرىٰ على اليمنىٰ. فرآه

النبی ﷺ فوضع یدہ الیمنیٰ علی الیسریٰ.

(سنن النسائی رقم ۸۸۷؛ سنن ابی داوٗد رقم ۷۵۵ طبع دار المعرفہ، بیروت؛ ابن ماجہ رقم ۸۱۱؛ واسنادہ حسن آثار السنن: ص ۱۰۴؛ البانیؒ نے بھی اسے حسن کہا ہے: سنن ابی داوٗد ص ۱۳۴ طبع مکتبۃ المعارف، ریاض ۱۴۲۷ھ)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ (یعنی خود ابن مسعودؓ) نماز پڑھ رہے تھے اور بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر رکھ لیا تھا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو ان کے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ دیا۔

حدیث نمبر 6:۔ حدیثِ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

عن عبد اللّٰہ بن مسعودٍ، أَنَّ النبی ﷺ کان یأْخذُ شِمَالَہٗ بِیَمِیْنِہٖ فی الصَّلَاۃِ. (سنن دارقطنی رقم ۱۰۷۹)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنے بائیں ہاتھ کو اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیا کرتے تھے۔

اس حدیث میں بھی بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑنے کا ذکر ہے۔

حدیث نمبر 7:۔ حدیثِ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ

عن وائل بن حجر أنہ رأی النبی ﷺ رفع یدیہ حین دخل فی الصلاۃ، کَبَّرَ۔ وصف ھَمَّامٌ حیال أُذنیہ۔، ثم التحف بثوبہ، ثم وضع یدہ الیمنی علی الیسریٰ. (مسلم رقم ۸۹۵؛ مسند احمد رقم ۱۹۰۷۱)

وفی روایۃٍ:

ثمّ وضع یدہ الیمنی علی ظھر کفہ الیسری، والرُسْغِ، والساعد.

(مسند احمد رقم ۱۹۰۷۵؛ سنن نسائی رقم ۸۹۰؛ سنن ابی داوٗد رقم ۷۲۷؛ اسنادہ صحیح، آثار السنن، ص ۱۰۴ طبع مکتبۃ البشریٰ، کراچی)

ترجمہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا

کہ جب نماز شروع کی تو ہاتھوں کو کانوں کے برابر تک بلند کیا اور تکبیر کہی پھر چادر لپیٹ لی۔ پھر بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے تھام لیا۔

دوسری روایت میں ہے: پھر آپ ﷺ نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہتھیلی کی پشت، گٹ اور کلائی پر رکھا۔

حدیث نمبر 8:۔ حدیثِ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ

أَخْبَرَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى قَرِيبًا مِنَ الرُّسْغِ.

(مسند الدارمي المعروف بـ (سنن الدارمي) ج۲ص۷۹۰رقم۱۲۷۷. المؤلف: أبو محمد عبد الله بن عبد الرحمن بن الفضل بن بَهرام بن عبد الصمد الدارمي، التميمي السمرقندي (المتوفی ۲۵۵ھ). تحقيق: حسين سليم أسد الداراني. الناشر: دار المغني للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية. الطبعة: الأولى، ۱۴۱۲ھ؛ سنن دارمی کے محقق کہتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے)

ترجمہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر گٹ کے قریب رکھا ہوا تھا۔

حدیث نمبر 9:۔ حدیثِ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ

حَدَّثَنَا عَبْدَانُ بْنُ أَحْمَدَ، ثنا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِيُّ، ثنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فِي الصَّلَاةِ قَرِيبًا مِنَ الرُّسْغِ.

(المعجم الكبير، ج۲۲ص۲۵رقم ۵۲. المؤلف: سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفی ۳۶۰ھ). المحقق:

حمدی بن عبد المجید السلفی. دار النشر: مکتبة ابن تیمیة، القاهرة.
الطبعة: الثانیة)

ترجمہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر گٹ کے قریب رکھا ہوا تھا۔

حدیث نمبر 10:۔ حدیثِ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ

أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْحَافِظُ، ثنا أَبُو الْحَسَنِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَنَزِيُّ، ثنا عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدٍ، ثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ، ثنا زَائِدَةُ، ثنا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ الْجَرْمِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، أَنَّ وَائِلَ بْنَ حُجْرٍ، أَخْبَرَهُ قَالَ: قُلْتُ: لَأَنْظُرَنَّ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يُصَلِّي، قَالَ: فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ، " قَامَ وَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى حَاذَتَا بِأُذُنَيْهِ، ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى، وَالرُّسْغِ مِنَ السَّاعِدِ".

(السنن الکبری، ج۲ص۴۳رقم۲۳۲۵. المؤلف: أحمد بن الحسین بن علی بن موسی الخُسْرَوْجِردی الخراسانی، أبو بکر البیهقی (المتوفی ۴۵۸ھ). المحقق: محمد عبد القادر عطا. الناشر: دار الکتب العلمیة، بیروت. الطبعة: الثالثة، ۱۴۲۴ھ)

ترجمہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو کہا کہ میں دیکھوں گا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کیسے نماز پڑھتے ہیں؟ تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے تکبیرِ تحریمہ کہی۔ آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھائے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی پشت اور بازو کے گٹ پر رکھا۔

حدیث نمبر 11:۔ حدیثِ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ

أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ الْحُبَابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، قَالَ:

حَدَّثَنَا زَائِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي،أَنَّ وَائِلَ بْنَ حُجْرٍ الْحَضْرَمِيَّ أَخْبَرَهُ، قَالَ: قُلْتُ: لَأَنْظُرَنَّ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يُصَلِّي، فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ حِينَ قَامَ، فَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى حَاذَتَا أُذُنَيْهِ، ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى، وَالرُّسْغِ، وَالسَّاعِدِ. الحديث

(الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، ج۵ص۱۷۰رقم۱۸۶۰. المؤلف: محمد بن حبان بن أحمد بن حبان بن معاذ بن مَعْبدَ، التميمي، أبو حاتم، الدارمي، البُستي (المتوفى ۳۵۴ھ). ترتيب: الأمير علاء الدين علي بن بلبان الفارسي (المتوفى ۷۳۹ھ). حققه وخرج أحاديثه وعلق عليه: شعيب الأرنؤوط. الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت. الطبعة: الأولى، ۱۴۰۸ھ؛ صحیح ابن خزیمہ باب وضع بطن الكف اليمنىٰ على كف اليسرىٰ والرسغ والساعد جميعاً. رقم الحدیث ۴۶۴؛ سنن دارمی ج ۲ ص ۸۵۶ رقم ۱۳۹۷؛ سنن دارمی کے محقق کہتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے)

ترجمہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو کہا کہ میں دیکھوں گا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے نماز پڑھتے ہیں؟ تو میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر تحریمہ کہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی پشت اور بازو کے گٹ پر رکھا۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی پشت پر اس طریقہ سے تھا کہ گٹ اور بازو کے کچھ حصہ تک پہنچا ہوا تھا۔ اور اس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ بائیں ہاتھ کی پشت اور گٹ پر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی اور دائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں ہاتھ کے گٹ سے آگے کچھ بازو پر رکھی ہوئی ہوں۔

حدیث نمبر 12:۔حدیثِ حضرت ہلب رضی اللہ عنہ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّنَا، فَيَأْخُذُ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ. وَفِي البَابِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، وَغُطَيْفِ بْنِ الحَارِثِ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ مَسْعُودٍ، وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ. حَدِيثُ هُلْبٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ.

(ترمذی رقم ۲۵۲؛ ابن ماجہ رقم ۸۰۱؛ مسند احمد رقم ۲۲۳۱۳، ۲۲۳۱۴، ۲۲۳۱۶، ۲۲۳۱۹، ۲۲۳۲۲ طبع بیت الافکار الدولیہ، بیروت)

ترجمہ حضرت قبیصہ بن ہلب اپنے والد حضرت ہلب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری امامت فرماتے تھے، تو اپنے بائیں ہاتھ کو اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیا کرتے تھے۔

حدیث نمبر 13:۔حدیثِ حضرت ہلب رضی اللہ عنہ

أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، نَا أَبُو عِيسٰى، نَا قُتَيْبَةُ، نَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّنَا، فَيَأْخُذُ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ.

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَقَبِيصَةُ بْنُ هُلْبٍ الطَّائِيُّ، وَاسْمُ هُلْبٍ يَزِيدُ بْنُ قُنَافَةَ.

(شرح السنة، ج ۳ ص ۳۱ رقم ۵۷۰. المؤلف: محيى السنة، أبو محمد الحسين بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوى الشافعى (المتوفى ۵۱۶ھ). تحقيق: شعيب الأرنؤوط، محمد زهير الشاويش. الناشر: المكتب الإسلامى، دمشق، بيروت. الطبعة: الثانية، ۱۴۰۳ھ)

ترجمہ حضرت قبیصہ بن ہلبؒ اپنے والد حضرت ہلب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری امامت فرماتے تھے، تو اپنے بائیں ہاتھ کو اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیا کرتے تھے۔

فائدہ حدیثِ ہلب رضی اللہ عنہ میں بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑنے کا ذکر ہے۔ پکڑنے کے لیے ہتھیلی اور انگلیاں استعمال ہوتی ہیں۔ دیگر احادیث سے صاف طور پر بائیں ہاتھ کو گٹ کے قریب سے پکڑنا معلوم ہوتا ہے۔

تنبیہ حدیث ہلبؓ کے راوی سماک بن حربؒ اگرچہ ضعیف ہیں مگر یہ روایت دوسری روایات کی وجہ سے حسن ہے جیسا کہ علامہ بغویؒ نے اس روایت کے بارے میں کہا ہے۔

حدیث نمبر 14:۔ حدیثِ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ: حَدَّثَنَا بن وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّهُ سَمِعَ عَطَاءَ بْنَ أَبِي رَبَاحٍ يُحَدِّثُ عَنِ ابن عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّا مَعْشَرَ الْأَنْبِيَاءِ أُمِرْنَا أَنْ نؤخر سحورنا ونعجل فِطْرَنَا وَأَنْ نُمْسِكَ بِأَيْمَانِنَا عَلٰى شَمَائِلِنَا فِي صلاتنا".

(الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، ج۵ ص۶۷، ۶۸ رقم ۱۷۷۰. المؤلف: محمد بن حبان بن أحمد بن حبان بن معاذ بن مَعْبدَ، التميمي، أبو حاتم، الدارمي، البُستي (المتوفى ۳۵۴ھ). ترتيب: الأمير علاء الدين علي بن بلبان الفارسي (المتوفى ۷۳۹ھ). حققه وخرج أحاديثه وعلق عليه: شعيب الأرنؤوط. الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت. الطبعة: الأولى، ۱۴۰۸ھ؛ مسند عبد بن حمید رقم ۶۲۶؛ سنن دارقطنی رقم ۱۱۰۷)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "ہم انبیاء کا گروہ ہیں۔ ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنی سحری میں تاخیر کریں اور

اپنی افطاری میں جلدی کریں اور یہ کہ ہم اپنی نمازوں میں اپنے دائیں ہاتھوں سے اپنے بائیں ہاتھوں کو پکڑیں"۔

سندی بحث

اس کتاب کے محقق علامہ شعیب الأرنؤوط غیر مقلد اس کی تحقیق میں فرماتے ہیں:

إسناد صحيح على شرط مسلم. حرملة بن يحيى: صدوق من رجال مسلم، ومن فوقه من رجال الشيخين.

وأخرجه الطبراني في "الكبير" رقم ١١٤٨٥، من طريق حرملة بن يحيى، بهذا الإسناد. وصححه الضياء المقدسي في "الأحاديث المختارة" ٦٣/١٠/٢. والسيوطي في "تنوير الحوالك" ١٧٤/١.

أخرجه الطبراني أيضا رقم ١٠٨٥١، من طريق سفيان ين عيينة، عن عمرو بن دينار، عن طاووس، عن ابن عباس.

وأورده الهيثمي في "مجمع الزوائد" ١٠٥/٢. وقال: رواه الطبراني، ورجاله رجال الصحيح.

☆ **وهٰذا اسناد في الظاهر على شرط مسلم (فتح الباری لابن رجب، كتاب الصلاة، باب وضع اليمنى على اليسرى في الصلاة)**

حدیث نمبر 15: حدیثِ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: سَمِعْتُ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّا مَعَاشِرَ الْأَنْبِيَاءِ أُمِرْنَا بِتَعْجِيلِ فِطْرِنَا وَتَأْخِيرِ سُحُورِنَا وَأَنْ نَضَعَ أَيْمَانَنَا عَلٰى شَمَائِلِنَا فِي الصَّلَاةِ".

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ.

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج۲ص۱۰۵رقم۲۶۰۹. المؤلف: أبو الحسن نور الدين علي بن أبي بكر بن سليمان الهيثمي (المتوفى ۸۰۷ھ).

المحقق: حسام الدين القدسی. الناشر: مكتبة القدسی، القاهرة ١٤١٤ھ)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''ہم انبیاء کا گروہ ہیں۔ ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنی سحری میں تاخیر کریں اور اپنی افطاری میں جلدی کریں اور یہ کہ ہم اپنی نمازوں میں اپنے دائیں ہاتھوں کو اپنے بائیں ہاتھوں پر رکھیں''۔

حدیث نمبر 16:۔ حدیثِ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا طَلْحَةُ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّا مَعْشَرَ الْأَنْبِيَاءِ أُمِرْنَا أَنْ نُعَجِّلَ إِفْطَارَنَا، وَنُؤَخِّرَ سُحُورَنَا، وَنَضَعَ أَيْمَانَنَا عَلٰى شَمَائِلِنَا فِي الصَّلَاةِ.

(مسند أبي داود الطيالسي، ج ۴ ص ۳۷۷ رقم ۲۷۷۶. المؤلف: أبو داود سليمان بن داود بن الجارود الطيالسي البصري (المتوفى ۲۰۴ھ). المحقق: الدكتور محمد بن عبد المحسن التركي. الناشر: دار هجر، مصر. الطبعة: الأولى ۱۴۱۹ھ؛ الدارقطني ج ۱ ص ۲۸۴؛ والبيهقي ج ۴ ص ۲۳۸)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''ہم انبیاء کا گروہ ہیں۔ ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنی سحری میں تاخیر کریں اور اپنی افطاری میں جلدی کریں اور یہ کہ ہم اپنی نمازوں میں اپنے دائیں ہاتھوں سے اپنے بائیں ہاتھوں کو پکڑیں''۔

نوٹ اس حدیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ نماز میں دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے اور اس کا انبیاء کرام علیہم السلام کو حکم دیا گیا تھا۔ لہٰذا یہ بات ثابت ہوئی کہ نماز میں ہاتھ باندھنا سنت ہے نہ کہ چھوڑ دینا۔

حدیث نمبر 17:۔ حدیثِ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

حَدَّثَنَا ابْنُ صَاعِدٍ، نا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، نا النَّضْرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنِ ابْنِ

أَبِی لَیْلٰی، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: أُمِرْنَا مَعَاشِرَ الْأَنْبِیَاءِ أَنْ نُعَجِّلَ إِفْطَارَنَا وَنُؤَخِّرَ سُحُورَنَا وَنَضْرِبَ بِأَیْمَانِنَا عَلٰی شَمَائِلِنَا فِی الصَّلَاةِ.

(سنن الدارقطنی، ج۲ص۱۳۱رقم۱۰۹۶. المؤلف: أبو الحسن علی بن عمر بن أحمد بن مهدی بن مسعود بن النعمان بن دینار البغدادی الدارقطنی (المتوفی۳۸۵ھ). حققه وضبط نصه وعلق علیه: شعیب الارنؤوط، حسن عبد المنعم شلبی، عبد اللطیف حرز اللّٰه، أحمد برهوم. الناشر: مؤسسة الرسالة، بیروت، لبنان. الطبعة: الأولی، ۱۴۲۴ھ)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہم انبیاءؑ کی جماعت کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم افطار میں (غروب ہوتے ہی) جلدی کریں، اور ہم سحری میں تاخیر کریں (یعنی رات کے آخری حصے میں صبحِ صادق ہونے سے پہلے سحری کھائیں) اور ہم نماز میں اپنے داہنے ہاتھوں کو بائیں ہاتھوں پر رکھیں۔

فائدہ اس حدیث کی سندہ عمدہ ہے۔ اس حدیث کے تمام راوی معتبر ہیں۔ البتہ نضر بن اسماعیلؒ کو بعض حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن یحییٰ بن معینؒ نے صدوق اور امام عجلیؒ نے ان کو ثقہ فرمایا ہے اور امام دار قطنیؒ نے ان کو صالح فرمایا ہے

(دیکھیئے: تہذیب الکمال ج ۱۲ص ۳۷۲، رقم الترجمہ ۶۲۱۶)

حدیث نمبر 18: ۔ حدیثِ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

عَنْ جَابِرٍ قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ وَهُوَ یُصَلِّی قَدْ وَضَعَ یَدَهُ الْیُسْرٰی عَلَی الْیُمْنٰی فَانْتَزَعَهَا وَوَضَعَ الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی.

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالطَّبَرَانِیُّ فِی الْأَوْسَطِ وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِیحِ.

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج۲ص۱۰۴رقم۲۶۰۷. المؤلف: أبو الحسن نور الدین علی بن أبی بکر بن سلیمان الهیثمی (المتوفی ۸۰۷ھ).

المحقق: حسام الدين القدسی. الناشر: مکتبة القدسی، القاهرة ۱۴۱۴ھ)

ترجمہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے، وہ نماز پڑھ رہا تھا۔ اس نے اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھا ہوا تھا۔ تو حضور اکرم ﷺ نے اس کو زور سے ہٹا کر بائیں ہاتھ کے اوپر رکھا۔

حدیث نمبر 19: ۔حدیثِ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَرَوِيُّ إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ: أَنْبَأَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: أَنْبَأَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ أَبِي زَيْنَبَ السُّلَمِيُّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: مَرَّ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا وَاضِعٌ يَدِي الْيُسْرٰى عَلَى الْيُمْنٰى فَأَخَذَ بِيَدِي الْيُمْنٰى فَوَضَعَهَا عَلَى الْيُسْرٰى.

(سنن ابن ماجہ رقم ۸۱۱ واللفظ لہ؛ سنن ابی داؤد رقم ۷۵۵؛ سنن نسائی رقم ۸۹۰؛ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری (ج ۲ ص ۲۲۴ تحت حدیث بخاری رقم ۷۴۰) میں اس کو حدیث حسن کہا ہے۔ اس حدیث کی نسبت صحیح ابن السکن کی طرف بھی کی ہے، اور ابن ماجہ کی طرف نسبت نہیں کی ہے؛ علامہ نوویؒ نے اپنی کتاب: ''مجموع'' (ج ۳ ص ۳۱۲) میں فرمایا ہے: اسناده صحيح على شرط مسلم؛ علامہ البانیؒ غیر مقلد نے بھی اس کو صحیح کہا ہے)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ میرے قریب سے گزرے اور میں نے دائیں ہاتھ پر بائیں ہاتھ کو رکھا ہوا تھا۔ تو حضور اکرم ﷺ نے میرے دائیں ہاتھ کو پکڑ کر بائیں ہاتھ پر رکھ دیا۔

نوٹ اس حدیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑنا ہے، نہ کہ بائیں ہاتھ سے دائیں ہاتھ کو۔ اگر کوئی بائیں ہاتھ سے دائیں ہاتھ کو پکڑے گا، تو یہ خلافِ سنت ہوگا۔

حدیث نمبر 20: ۔حدیثِ حضرت ابوالدرداءؓ

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ مُوَرِّقٍ الْعِجْلِيِّ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: مِنْ أَخْلَاقِ النَّبِيِّينَ وَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ فِي الصَّلَاةِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۱۸، ۳۱۹ رقم ۳۹۵۷ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی ۱۴۲۸ھ، طبع ثانی)

ترجمہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیوں کے اخلاق میں سے نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا ہے۔

فائدہ یہ حدیث سند کے لحاظ سے صحیح ہے، بلکہ بخاری کی شرط پر ہے۔

حدیث نمبر 21:۔ حدیثِ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ

حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ مُوَرِّقٍ الْعِجْلِي، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: "مِنْ أَخْلَاقِ النَّبِيِّينَ التَّبْكِيرُ فِي الْإِفْطَارِ، وَالْإِبْلَاغُ فِي السَّحُورِ، وَوَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ فِي الصَّلَاةِ".

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ٦ ص ۱۲۸ رقم ۹۰۵۰ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی ۱۴۲۸ھ، طبع ثانی)

ترجمہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیوں کے اخلاق میں سے افطار میں جلدی کرنا، سحری میں تاخیر کرنا اور نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا ہے۔

فائدہ یہ حدیث سند کے لحاظ سے صحیح ہے۔اس کے راوی پہلی روایت والے ہی ہیں، سوائے ابومعاویہؒ کے۔اور ابومعاویہؒ بھی بخاری کے رجال میں سے ہیں۔

حدیث نمبر 22:۔ حدیثِ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، رَفَعَهُ قَالَ: "ثَلَاثٌ مِنْ أَخْلَاقِ النُّبُوَّةِ: تَعْجِيلُ الْإِفْطَارِ وَتَأْخِيرُ السُّحُورِ وَوَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ فِي الصَّلَاةِ".

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ مَرْفُوعًا وَمَوْقُوفًا عَلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ،

وَالْمَوْقُوفُ صَحِيحٌ، وَالْمَرْفُوعُ فِي رِجَالِهِ مَنْ لَمْ أَجِدْ مَنْ تَرْجَمَهُ.

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج۲ص۱۰۵رقم۲۶۱۱. المؤلف: أبو الحسن نور الدين علي بن أبي بكر بن سليمان الهيثمي (المتوفى۸۰۷ھ). المحقق: حسام الدين القدسي. الناشر: مكتبة القدسي، القاهرة. ۱۴۱۴ھ)

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیوں کے اخلاق میں سے افطار میں جلدی کرنا، سحری میں تاخیر کرنا اور نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا ہے۔

حدیث نمبر 23:۔ حدیثِ حضرت حارثِ بْنِ غُطَیْفِ رضی اللہ عنہ

عَنِ الْحَارِثِ بْنِ غُطَيْفٍ - أَوْ غُطَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ - قَالَ: مَا نَسِيتُ مِنَ الْأَشْيَاءِ لَمْ أَنْسَ أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعًا يَمِينَهُ عَلٰى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ.

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ.

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج۲ص۱۰۴رقم۲۶۰۶. المؤلف: أبو الحسن نور الدين علي بن أبي بكر بن سليمان الهيثمي (المتوفى۸۰۷ھ). المحقق: حسام الدين القدسي. الناشر: مكتبة القدسي، القاهرة. ۱۴۱۴ھ)

ترجمہ: حضرت حارث بن غُطَیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جن چیزوں کو کبھی نہیں بھولا، ان میں سے یہ بھی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھے ہوئے تھے۔

حدیث نمبر 24:۔ حدیثِ مرسل حضرت ابوعثمان نہدیؒ

حَدَّثَنَا يَزِيدُ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ أَبِي زَيْنَبَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو عُثْمَانَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِرَجُلٍ يُصَلِّي وَقَدْ وَضَعَ شِمَالَهُ عَلٰى يَمِينِهِ، فَأَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمِينَهُ وَوَضَعَهَا عَلٰى شِمَالِهِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۲۳، ۳۲۴ رقم ۳۹۶۴ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی ۱۴۲۸ھ، طبع ثانی)

ترجمہ حضرت ابوعثمان نہدیؒ (جو مخضرمی اور بہت بڑے تابعی تھے) مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ ایک شخص (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ) کے قریب سے گزرے اور وہ نماز پڑھ رہا تھا۔ اس نے دائیں ہاتھ پر بائیں ہاتھ کو رکھا ہوا تھا۔ تو حضور اکرم ﷺ نے اس کے دائیں ہاتھ کو پکڑ کر بائیں ہاتھ پر رکھ دیا۔

1.1:۔احادیث پر عمل کی عمدہ تطبیق

بعض احادیث میں بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑنے اور بعض احادیث میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کا ذکر ہے۔ ان دونوں قسم کی احادیث میں فقہائے کرامؒ نے یوں تطبیق دی ہے: دائیں ہاتھ کی ہتھیلی اور درمیان کی تین اُنگلیوں کو تو بائیں ہاتھ پر رکھ دیا جائے (اس سے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے والی احادیث پر عمل ہو جائے گا)۔ اور دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی اور انگوٹھے سے بائیں ہاتھ کے گٹ کو پکڑ لیا جائے (اس سے بائیں ہاتھ کو پکڑنے والی احادیث پر عمل ہو جائے گا)۔

لہٰذا بعض لوگوں کا اس طریقہ کو احادیث اور سنت کے خلاف قرار دینا درست نہیں۔ البتہ خواتین کو صرف ہتھیلی پر ہتھیلی رکھنے پر اکتفاء کرنا چاہیے، کیونکہ انہیں نماز میں ضم، اور جسم کے حصوں کو سکیڑ کر رکھنے کی تعلیم ہے۔ اس میں ان کے لیے پردہ کی زیادہ رعایت ہے۔

تنبیہ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ دونوں ہاتھ کہنیوں تک پہنچا کر کہنیوں کو پکڑ لیتے ہیں۔ ان کا یہ طرزِ عمل سنت کے صریح خلاف ہے۔ علاوہ ازیں یہ طریقہ تواضع والا نہیں ہے بلکہ متکبرین کا طریقہ ہے اور نماز میں اللہ تعالیٰ کے حضور تواضع کرنے کا حکم ہے۔ اس لیے یہ طریقہ درست نہیں ہے۔

باب 2

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا مسنون ہے

حدیث نمبر 1:۔ حدیثِ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ

حدثنا وكيع، عن موسىٰ بن عميرٍ، عن علقمه بن وائل بن حُجْرٍ، عن أبيه قال: رأيت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع يمينه علی شماله تحت السرة.

(مصنف ابن ابی شیبہ طبع کراچی: ۱/۳۹۰ طبع اول؛ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲ رقم ۳۹۵۹ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی ۱۴۲۸ھ، طبع ثانی؛ شیخ محمد عوامہ فرماتے ہیں: ھٰذا اسناد صحیح، ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۲۰؛ علامہ نیموی فرماتے ہیں: اسناده صحيح، آثار السنن ص ۱۱۱ طبع مکتبۃ البشریٰ کراچی)

ترجمہ حضرت علقمہ بن وائل رحمہ اللہ اپنے والد یعنی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے والد نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نماز میں آپ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے ہوئے ہیں۔

نوٹ یہ حدیث سند کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے۔ اس سند کے سارے راوی کوفی ہیں اور کوفہ میں عملی تواتر بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ہے۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے

بارے میں صریح ہے اور اس کی سند بھی صحیح ہے۔ غیر مقلدین کے جملہ اعتراضات اور ان کے جوابات باب نمبر 5 میں 5.1 اور 5.2 میں تفصیلاً بیان کر دیئے گئے ہیں۔

حدیث نمبر 2:۔ حدیثِ حضرت علی رضی اللہ عنہ

حدثنا محمد بنُ محبوبٍ، حدثنا حفصُ بن غِياثٍ، عن عبد الرحمٰن بن اسحاق، عن زيادِ بنِ زيدٍ، عن أبي جحيفة، أَنَّ عَلِيًّا رضي الله عنه قال: أَلسنَّةُ وَضعُ الْأَكُفّ عَلَي الْأَكُفّ فِي الصلاةِ تَحتَ السُّرَّةِ.

(سنن ابوداؤد ج ا ص ۲۸۷ رقم ۷۵۶ طبع دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۲ھ)

ترجمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”نماز میں (دائیں ہاتھ کی) ہتھیلی کو (بائیں ہاتھ کی) ہتھیلی (کی پشت) پر ناف کے نیچے رکھنا سنّت ہے“۔

حدیث نمبر 3:۔ حدیثِ حضرت علی رضی اللہ عنہ

حدثنا عبد اللّٰه، حدثنا محمد بنُ سُلَيمانَ الأسديُّ لُوَيْنٌ، حدثنا يحيىٰ بنُ أبي زائدةَ حدثنا عبد الرحمٰنُ بن اسحاقَ، عن زيادِ بنِ زيدٍ السوائيِّ، عن أبي جحيفة، عن علي، قال: اِنَّ مِنَ السُّنَّةِ فِي الصَّلاةِ وَضعُ الْأَكُفّ عَلَى الْأَكُفّ تَحتَ السُّرَّةِ.

(مسند احمد ج ا ص ۱۰۹ رقم ۸۷۵ طبع بیت الافکار الدولیہ، بیروت ۲۰۱۰ء)

ترجمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”نماز میں (دائیں ہاتھ کی) ہتھیلی کو (بائیں ہاتھ کی) ہتھیلی (کی پشت) پر ناف کے نیچے رکھنا سنّت ہے“۔

حدیث نمبر 4:۔ حدیثِ حضرت علی رضی اللہ عنہ

حدثني أبي، قال: حدثنا يحيىٰ بنُ زكريا بن زائدةَ أبو سعيدٍ، عن عبد الرحمٰن بن اسحاقَ، عن زيادِ بنِ زيدٍ السوائيِّ، عن أبي جحيفة، عن علي، قال: اِنَّ مِنَ السنَّةِ فِي الصَّلاةِ وَضعُ الْأَكُفّ عَلَى الْأَكُفّ تَحتَ

السُّرَّةِ.

(مسائل أحمد بن حنبل رواية ابنه عبد اللّٰه ص۲۲،۳۷ رقم ۲۶۰. المؤلف: أبو عبد اللّٰه أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيبانی (المتوفی ۲۴۱ھ). المحقق: زهير الشاويش. الناشر: المكتب الإسلامی، بيروت. الطبعة: الأولى، ۱۴۰۱ھ)

ترجمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نماز میں (دائیں ہاتھ کی) ہتھیلی کو (بائیں ہاتھ کی) ہتھیلی (کی پشت) پر ناف کے نیچے رکھنا سنّت ہے''۔

حدیث نمبر 5:۔ حدیثِ حضرت علی رضی اللہ عنہ

حدثنا أبو معاوية، عن عبد الرحمٰن بن اسحاق، عن زيادِ بنِ زيدِ السوائی، عن أبی جحيفة، عن عَلِیٍّ رضی اللّٰه عنه قال: مِنْ سُنَّةِ الصَّلاةِ وَضْعُ الأيدی على الأيدی تَحتَ السُّرَرِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۲۴ رقم ۳۹۶۶ طبع ثانی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی؛ الأوسط فی السنن والإجماع والاختلاف، ج ۳ ص ۹۴ رقم ۱۲۹۰. المؤلف: أبو بكر محمد بن إبراهيم بن المنذر النيسابوری (المتوفی ۳۱۹ھ). تحقيق: أبو حماد صغير أحمد بن محمد حنيف. الناشر: دار طيبة، الرياض، السعودية. الطبعة: الأولى ۱۴۰۵ھ)

ترجمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نماز میں دائیں ہاتھ (کی ہتھیلی) کو بائیں ہاتھ (کی ہتھیلی کی پشت) پر ناف کے نیچے رکھنا سنّت ہے''۔

حدیث نمبر 6:۔ حدیثِ حضرت علی رضی اللہ عنہ

حَدَّثَنَا يَحيَى بنُ عُثمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا نُعَيمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحمٰنِ بنِ إِسحَاقَ، عَنْ زِيَادِ بنِ زَيدٍ، عَنْ أَبِی جحيفَةَ، عَنْ عَلِیٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجهَهُ، قَالَ: ''وَضعُ اليُمِينِ عَلَى الشِّمَالِ فِی الصَّلاةِ تَحتَ السُّرَّةِ

مِنَ السُّنَّةِ''.

(أحكام القرآن الكريم، ج١ص١٨٥رقم ٣٢٧. المؤلف: أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة بن عبد الملك بن سلمة الأزدی الحجری المصری المعروف بالطحاوی (المتوفی ٣٢١ھ).تحقيق: الدكتور سعد الدين أونال.الناشر: مركز البحوث الإسلامية التابع لوقف الديانة التركی، استانبول.الطبعة: الأولى ١٤١٦ھ)

ترجمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نماز میں دائیں ہاتھ (کی ہتھیلی) کو بائیں ہاتھ (کی ہتھیلی کی پشت) پر ناف کے نیچے رکھنا سنّت ہے''۔

حدیث نمبر 7:۔ حدیثِ حضرت علی رضی اللہ عنہ

أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ الْحَارِثِ، أنبأ عَلِيُّ بْنُ عُمَرَ الْحَافِظُ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ، ثنا أَبُو كُرَيْبٍ، ثنا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: ''إِنَّ مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ وَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ''.

(السنن الكبرى، ج٢ص٤٨رقم ٢٣٤٢.المؤلف: أحمد بن الحسين بن على بن موسى الخُسْرَوْجِردی الخراسانی، أبو بكر البيهقی (المتوفی ٤٥٨ھ). المحقق:محمد عبد القادر عطا.الناشر:دار الكتب العلمية، بيروت. الطبعة: الثالثة، ١٤٢٤ھ)

ترجمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نماز میں دائیں ہاتھ (کی ہتھیلی) کو بائیں ہاتھ (کی ہتھیلی کی پشت) پر ناف کے نیچے رکھنا سنّت ہے''۔

حدیث نمبر 8:۔ حدیثِ حضرت علی رضی اللہ عنہ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ، ثنا أَبُو كُرَيْبٍ، ثنا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ:

إِنَّ مِنْ سُنَّةِ الصَّلاةِ وَضْعَ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ.

(سنن الدارقطني، ج۲ص۳۵رقم ۱۱۰۳. المؤلف: أبو الحسن علي بن عمر بن أحمد بن مهدي بن مسعود بن النعمان بن دينار البغدادي الدارقطني (المتوفى ۳۸۵ھ). حققه وضبط نصه وعلق عليه: شعيب الارنؤوط، حسن عبد المنعم شلبي، عبد اللطيف حرز الله، أحمد برهوم. الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان. الطبعة: الأولى، ۱۴۲۴ھ)

ترجمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نماز میں سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھے''۔

نوٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اس بارے میں صریح ہے کہ نماز میں دائیں ہاتھ (کی ہتھیلی) کو بائیں ہاتھ (کی ہتھیلی کی پشت) پر ناف کے نیچے رکھنا ہی سنت ہے۔ اس حدیث کی توثیق اور غیر مقلدین کے اس حدیث پر اعتراضات کے جوابات باب نمبر 5 میں 5.3 کے تحت بیان کر دیئے گئے ہیں۔

حدیث نمبر 9: ۔حدیثِ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

حدثنا مسددٌ، أخبرنا عبد الواحد بنُ زيادٍ، عن عبد الرحمٰن بن اسحاق الكوفيِّ، عن سيارٍ أبي الحَكَمِ، عن أبي وائل، قال: قال ابو هريرة: أَخْذُ الْأَكُفِّ عَلَى الْأَكُفِّ فِي الصلاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ.

(سنن ابی داود ج اص ۲۸۷ رقم ۷۵۸ طبع دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۲ھ؛ الأوسط في السنن والإجماع والاختلاف، ج۳ص۹۴رقم ۱۲۹۱. المؤلف: أبو بكر محمد بن إبراهيم بن المنذر النيسابوري (المتوفى ۳۱۹ھ). تحقيق: أبو حماد صغير أحمد بن محمد حنيف. الناشر: دار طيبة، الرياض، السعودية. الطبعة: الأولى ۱۴۰۵ھ؛ المحلی ابن حزم: ج۳ص۳۰)

ترجمہ حضرت ابو وائلؒ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا ہے۔

حدیث نمبر 10:۔حدیثِ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

حَدَّثنا مُوسَى بْنُ هَارُونَ، قَالَ:ثنا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، قَالَ:ثنا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ سَيَّارٍ أَبِى الْحَكَمِ، عَنْ أَبِى وَائِلٍ، عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ، قَالَ: مِنَ السُّنَّةِ أَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى تَحْتَ السُّرَّةَ فِى الصَّلَاةِ.

وَبِهٖ قَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَإِسْحَاقُ، وَقَالَ إِسْحَاقُ:تَحْتَ السُّرَّةِ أَقْوَى فِى الْحَدِيثِ، وَأَقْرَبُ إِلَى التَّوَاضُعِ.

(الأوسط فى السنن والإجماع والاختلاف، ج۳ص۹۴رقم۱۲۹۱.المؤلف:أبو بكر محمد بن إبراهيم بن المنذر النيسابوری (المتوفى۳۱۹ھ). تحقيق:أبو حماد صغير أحمد بن محمد حنيف.الناشر:دار طيبة،الرياض، السعودية. الطبعة:الأولى۱۴۰۵ھ)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز کی (ایک) سنت دائیں ہاتھ کو (بائیں) ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا ہے۔

☆ یہی قول حضرت سفیان ثوریؒ اور اسحاقؒ کا ہے۔اور حضرت اسحاق بن راہویہؒ نے یہ فرمایا کہ ناف کے نیچے کی حدیث زیادہ قوی ہے اور تواضع کے بھی زیادہ قریب ہے۔

فائدہ حضرت سفیان ثوریؒ فقیہ ہونے کے علاوہ بڑے محدث بھی ہیں۔اور محدث وفقیہ حضرت اسحاق بن راہویہؒ کا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث کو قوی تر اور تواضع کے زیادہ لائق قرار دینا ان کے نزدیک اس حدیث کے نقلاً وعقلاً معتبر ومستند ہونے کی دلیل ہے۔

حدیث نمبر 11:۔حدیثِ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

حَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ:حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، قَالَ:حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ سَيَّارٍ أَبِى الْحَكَمِ، عَنْ أَبِى

وَائِلٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: ''مِنَ السُّنَّةِ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ الْيُمْنٰى تَحْتَ السُّرَّةِ فِي الصَّلَاةِ''. وَسَقَطَ مِنَ الْحَدِيثِ الْيَدُ الْيُسْرٰى.

(أحكام القرآن الكريم، ج۱ص۱۸۵رقم۳۲۸. المؤلف: أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة بن عبد الملک بن سلمة الأزدی الحجری المصری المعروف بالطحاوی (المتوفی ۳۲۱ھ).تحقیق: الدکتور سعد الدین أونال.الناشر: مرکز البحوث الإسلامیة التابع لوقف الدیانة الترکی، استانبول.الطبعة: الأولی ۱۴۱۶ھ)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز کی (ایک) سنت دائیں ہاتھ کو (بائیں) ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا ہے۔

نوٹ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اس بارے میں صریح ہے کہ نماز میں دائیں ہاتھ (کی ہتھیلی) کو بائیں ہاتھ (کی ہتھیلی کی پشت) پر ناف کے نیچے رکھنا ہی سنّت ہے۔اس حدیث کی توثیق اور غیر مقلدین کے اس حدیث پر اعتراضات کے جوابات باب نمبر 5 میں 5.4 کے تحت بیان کر دیئے گئے ہیں۔

حدیث نمبر 12:۔حدیثِ حضرت علی رضی اللہ عنہ

ذَكَرَ الْأَثْرَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَاصِمِ الْجَحْدَرِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ صُهْبَانَ سَمِعَ عَلِيًّا يَقُولُ فِي قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ. قَالَ: وَضْعُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى تَحْتَ السُّرَّةِ.

(التمهید لما فی الموطأ من المعانی والأسانید، ج۲۰ص۷۸.المؤلف: أبو عمر یوسف بن عبد اللّٰہ بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمری القرطبی (المتوفی ۴۶۳ھ). تحقیق: مصطفی بن أحمد العلوی، محمد عبد الکبیر البکری. الناشر: وزارة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامیة، المغرب. ۱۳۸۷ھ)

ترجمہ حضرت عقبہ بن صہبانؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ کی تفسیر میں فرماتے ہوئے سنا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھیں۔

نوٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں بیان فرمایا ہے کہ نماز میں دائیں ہاتھ (کی ہتھیلی) کو بائیں ہاتھ (کی ہتھیلی کی پشت) پر ناف کے نیچے رکھنا ہی قرآن کی اس آیت کی تفسیر ہے۔اس حدیث کی توثیق اور غیر مقلدین کے اس حدیث پر اعتراضات کے جوابات باب نمبر 5 میں 5.6 کے تحت بیان کردیئے گئے ہیں۔

حدیث نمبر 13:۔ حدیث مرسل حضرت ابراہیم نخعیؒ

محمدٌ قال: أخبرنا أبو حنيفة، عن حمادٍ، عن ابراهيمَ، أَنَّ رسولَ الله ﷺ كان يعتمدُ باحدى يَديهِ على الأخرىٰ في الصلاةِ، يتواضعُ للهِ تعالىٰ. قال محمد: ويضعُ بطنَ كفّه الأيمنِ على رُسُغِه الأيسرِ تحتَ السُّرَّةِ، فيكونُ الرُّسغُ في وَسْطِ الكفّ.

(کتاب الآثار امام محمد ج اص ۱۴۰ رقم الحدیث ۱۲۰ طبع مکتبہ حقانیہ، پشاور)

ترجمہ مشہور فقیہ و محدث حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنے ایک (یعنی دائیں) ہاتھ کو دوسرے (یعنی بائیں) ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع (اور عاجزی) اختیار کرتے ہوئے رکھ لیا کرتے تھے۔حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں: ''اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اندرونی حصے کو بائیں ہاتھ کے گٹ پر ناف کے نیچے رکھ لے، جس سے اس کے بائیں ہاتھ کا گٹ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے درمیان آجائے گا''۔

فائدہ نماز کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور بندے کی طرف سے تواضع پر ہے۔لہٰذا ہاتھ باندھنے کی جو حالت تواضع کے زیادہ قریب ہوگی اور اس میں غیروں کے ساتھ مشابہت بھی نہ ہوگی۔اس پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہوگا۔اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوگئی۔چونکہ ناف کے نیچے مذکورہ طریقہ پر ہاتھ رکھنے میں بندے کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضور زیادہ تواضع، عاجزی اور تعظیم پائی جاتی ہے۔اس لیے ہمارے فقہاء

نے اس طریقے کو ترجیح دی ہے۔

حدیث نمبر 14:۔حدیث مرسل حضرت ابراہیم نخعیؒ

قَالَ: ثنا يُوسُفُ بْنُ أَبِي يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَمِدُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلَاةِ، يَتَوَاضَعُ بِذٰلِكَ لِلّٰهِ تَعَالٰى.

(الآثار، ص٦٧ رقم الحديث٣٣٢. المؤلف: أبو يوسف يعقوب بن إبراهيم بن حبيب بن سعد بن حبتة الأنصاري (المتوفى ١٨٢ھ). المحقق: أبو الوفا. الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت)

ترجمہ مشہور فقیہ و محدث ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع (اور عاجزی) اختیار کرتے ہوئے رکھ لیا کرتے تھے۔

اس روایت کے تمام راوی معتبر ہیں۔اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا تواضع و عاجزی کے زیادہ قریب اور غیروں نیز متکبرین کے طریقے و مشابہت سے پاک ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس روایت کے راوی حضرت ابراہیم نخعیؒ سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا مروی ہے۔

2.1:۔حضرت ابراہیم نخعیؒ کی مرسل احادیث مرفوع کے حکم میں ہیں

1 اس روایت کو امام ابراہیم نخعیؒ نے مرسلاً روایت کیا ہے۔حضرت امام ابراہیم نخعیؒ کی مرسل حدیث کو محدثین کرامؒ نے قبول کیا ہے۔

١ وَأَمَّا الْإِرْسَالُ، فَكُلُّ مَنْ عُرِفَ بِالْأَخْذِ عَنِ الضُّعَفَاءِ وَالْمُسَامَحَةِ فِي ذٰلِكَ لَمْ يُحْتَجَّ بِمَآ أَرْسَلَهُ تَابِعِيًّا كَانَ أَوْ مَنْ دُونَهُ. وَكُلُّ مَنْ عُرِفَ أَنَّهُ

لَا يَأْخُذُ إِلَّا عَنْ ثِقَةٍ فَتَدْلِيسُهُ وَمُرْسَلُهُ مَقْبُولٌ. فَمَرَاسِيلُ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَمُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، وَإِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ عِنْدَهُمْ صِحَاحٌ.

۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا قَاسِمُ بْنُ أَصْبَغَ قَالَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ زُهَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ قَالَ: قُلْتُ لِإِبْرَاهِيمَ: إِذَا حَدَّثْتَنِي حَدِيثًا فَأَسْنِدْهُ. فَقَالَ: إِذَا قُلْتُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ مَسْعُودٍ فَاعْلَمْ أَنَّهُ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ. وَإِذَا سَمَّيْتُ لَكَ أَحَدًا، فَهُوَ الَّذِي سَمَّيْتُ. قَالَ أَبُو عُمَرَ: إِلٰى هٰذَا نَزَعَ مِنْ أَصْحَابِنَا مَنْ زَعَمَ أَنَّ مُرْسَلَ الْإِمَامِ أَوْلٰى مِنْ مُسْنَدِهٖ لِأَنَّ فِي هٰذَا الْخَبَرِ مَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ مَرَاسِيلَ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ أَقْوٰى مِنْ مَسَانِيدِهٖ. وَهُوَ لَعَمْرِي كَذٰلِكَ.

(التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد، مقدمه: ج ا ص ۳۰، ۳۷، ۳۸.
المؤلف: أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمري القرطبي (المتوفی ۴۶۳ھ). تحقيق: مصطفى بن أحمد العلوی، محمد عبد الكبير البكری. الناشر: وزارة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامية، المغرب. ۱۳۸۷ھ)

ترجمہ (۱) رہی مرسل احادیث، تو ہر وہ شخص جس کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ وہ ضعفاء سے احادیث اخذ کرتا ہے اور اس بارے میں مسامحت کو اختیار کرتا ہے۔ تو اس کی مرسل احادیث سے احتجاج نہیں کیا جا سکتا، چاہے وہ تابعی ہو یا اس کے بعد کا راوی ہو۔ اور جس کے بارے میں یہ مشہور و معروف ہو کہ وہ صرف ثقہ راویوں سے ہی احادیث کو حاصل کرتا ہے، تو اس کی تدلیس اور مرسل احادیث مقبول ہوتی ہیں۔ لہٰذا محدثین کرامؒ کے ہاں حضرت سعید بن مسیبؒ، حضرت محمد بن سیرینؒ اور حضرت ابراہیم نخعیؒ کی مراسیل صحیح احادیث ہی ہیں۔

۲ حضرت سلیمان اعمشؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعیؒ سے عرض کیا کہ جب آپ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کریں تو سند سے بیان کریں۔

تو آپؒ نے فرمایا: جب میں بغیر سند کے ان سے روایت کروں تو ایک جماعت نے مجھے وہ حدیث بتائی ہوتی ہے۔ اور جب میں سند سے بیان کرتا ہوں، تو مجھے ایک ہی راوی معلوم ہوتا ہے، جس کو میں بیان کر دیتا ہوں۔ حضرت امام ابو عمرؒ فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب میں سے بعض نے یہ استنباط کیا ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعیؒ کی مرسل احادیث ان کی مسانید سے زیادہ بہتر ہیں۔ اس لیے کہ یہ اثر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعیؒ کی مراسیل ان کی مسانید سے زیادہ قوی ہیں۔ اور وہ خدا کی قسم ایسی ہی ہیں۔

۳ وَأَمَّا مَرَاسِيلُ النَّخعِيِّ، فَقَالَ ابْنُ مَعِينٍ: مَرَاسِيلُ إِبْرَاهِيمَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ مَرَاسِيلِ الشَّعْبِيِّ. وَعَنْهُ أَيْضًا: أَعْجَبُ إِلَيَّ مِنْ مُرْسَلاتِ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، وَالْقَاسِمِ، وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ.

وَقَالَ أَحْمَدُ :لَا بَأْسَ بِهَا.

وَقَالَ الْأَعْمَشُ: قُلْتُ لِإِبْرَاهِيمَ النَّخعِيِّ: أَسْنِدْ لِي، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، فَقَالَ:إِذَا حَدَّثْتُكُمْ، عَنْ رَجُلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ فَهُوَ الَّذِي سَمِعْتُ، وَإِذَا قُلْتُ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: فَهُوَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ.

(تدريب الراوی في شرح تقريب النواوی، ج۱ص۲۳۱. المؤلف: عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى ۹۱۱ھ). حققه: أبو قتيبة نظر محمد الفاريابي. الناشر :دار طيبة)

ترجمہ رہی حضرت ابراہیم نخعیؒ کی مراسیل۔ تو اس بارے میں امام ابن معینؒ فرماتے ہیں: مجھے حضرت ابراہیم نخعیؒ کی مراسیل، حضرت امام شعبیؒ کی مراسیل سے بھی زیادہ پسندیدہ ہیں۔ اور وہ یہ بھی فرماتے ہیں: مجھے ان کی مراسیل حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ، حضرت قاسمؒ اور حضرت سعید بن مسیبؒ کی مراسیل سے بھی زیادہ پسند ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: حضرت ابراہیم نخعیؒ کی مراسیل میں کوئی مضائقہ نہیں۔

حضرت امام اعمشؒ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابراہیم نخعیؒ سے عرض کیا: مجھے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بیان کردہ احادیث کی سند بیان فرمادیں۔ تو انھوں نے فرمایا:

جب میں تم سے کسی شخص کا نام بیان کروں جس نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے حدیث سنی ہے، تو میں نے صرف اسی ایک شخص سے ہی سنی ہوتی ہے۔ اور جب میں کہوں: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ہے۔ تو پھر ان سے ایک جماعت نے بیان کیا ہوتا ہے۔

۴ حضرت امام طحاویؒ نے حضرت ابراہیم نخعیؒ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کے اتصال کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ''حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مطالبہ کیا گیا کہ جب آپ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کریں تو سند سے بیان کریں۔ تو آپؒ نے فرمایا: جب میں سند سے بیان کرتا ہوں، تو مجھے ایک راوی معلوم ہوتا ہے۔ جب میں بغیر سند کے ان سے روایت کروں تو ایک جماعت نے مجھے وہ حدیث بتائی ہوتی ہے''

(ملخصاً طحاوی شرح معانی الآثار ج اص ۲۹۳، رقم ۱۳۲۷ طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

۵ امام طحاویؒ فرماتے ہیں: **کان ابراھیم لا یرسل عن عبداللہ الا ما صحّ عنده وتواترت به الروایة عنده.**

(طحاوی شرح معانی الآثار ج اص ۲۹۳، رقم ۱۳۲۷ طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت؛ تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ج ۲ ص ۱۴، ۱۵ طبع دار بلنسیہ، ریاض ۱۴۲۰ھ)

ترجمہ حضرت امام ابراہیم نخعیؒ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اسی وقت مرسل روایت بیان کرتے تھے، جب وہ روایت ان کے نزدیک صحیح ہوتی تھی اور وہ ان کے نزدیک متواتر ہوتی تھی۔

(مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: قواعد فی علم الحدیث ص ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰۔ مؤلف: حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)

2 حضرت امام ابراہیم نخعیؒ سید التابعین ہیں۔ آپؒ دار العلم کوفہ کے مفتی تھے۔ یہ شہر دار العلم تھا۔ ہزاروں محدثین اور فقہاء کا مسکن تھا۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہی پیدا ہوئے اور عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہی آپؒ کا انتقال ہوا۔ آپؒ کی جلالت علم کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپؒ صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں فتویٰ دیتے تھے۔ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم ہی میں حضرت ابراہیم نخعیؒ کا اپنا عمل اور فتویٰ نماز میں ناف کے نیچے ہی

باندھنے کا تھا۔ لیکن کسی ایک صحابی نے اس پر انکار نہ فرمایا کہ یہ فتوی خلافِ سنت ہے حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تاریخ کا جن لوگوں نے مطالعہ کیا ہے، وہ جانتے ہیں کہ وہ سنت کے کس قدر شیدائی تھے۔ وہ اپنی جان، مال، عزت، آبرو، سب کچھ اتباع سنت کے واسطے نچھاور کرنے کے لئے ہر آن تیار رہتے تھے۔ لیکن حضرت ابراہیم نخعیؒ کے اس عمل اور فتوے کے خلاف نہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ کی آواز اٹھتی ہے، نہ تابعیؒ کی، نہ تبع تابعیؒ کی۔ نہ کوئی تقریر نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے خلاف ہوتی ہے۔ نہ کوئی رسالہ لکھا جاتا ہے، نہ تو کسی مسجد میں لڑائی جھگڑا کھڑا کر کے مناظروں کے چیلنج دیئے جاتے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ جن کی روایت کو سینے پر ہاتھ رکھنے کی دستاویز سمجھا جاتا ہے۔ وہ بھی اس وقت کوفہ میں موجود ہیں لیکن اس فتوی کے خلاف کوئی حدیث نہیں پڑھتے۔

حدیث نمبر 15:۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ کا اثر

أخبرنا الربيع بنُ صبيحٍ، عن أبي معشرٍ، عن ابراهيم النخعي، أنّه كان يَضَعُ يدهُ اليمنىٰ على يده اليسرىٰ تحت السرة. قال محمد؛ وبه نأخذ. وهو قول أبي حنيفة.

(کتاب الآثار امام محمد رقم الحدیث ۱۲۱ باب الصلاۃ قاعداً۔ وسندہ حسن)

ترجمہ مشہور فقیہ و محدث ابراہیم نخعیؒ اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں: "یہی ہمارا مذہب ہے۔ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں"۔

حدیث نمبر 16:۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ کا اثر

حدثنا وكيعٌ، عن ربيعٍ، عن أبي معشرٍ، عن ابراهيم قال: يضعُ يمينه على شماله في الصلاة تحت السرة.

(مصنف ابن ابی شیبہ طبع کراچی: ۱/۳۹۰ طبع اول؛ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۲۲ رقم

۳۹۶۰طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی ۱۴۲۸ھ ؛علامہ نیمویؒ فرماتے ہیں: اسنادہ حسن، آثار السنن ص ۱۱۲طبع مکتبۃ البشریٰ کراچی)

ترجمہ مشہور فقیہ ومحدث حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں: ''نمازی اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے''۔

سند کی تحقیق

۱	ابراہیم نخعیؒ	کبیر ثقہ تابعی	التقریب:۲۷۰
۲	ابی معشر ''(زیاد بن کلیب)	امام ابن عدیؒ کہتے ہیں: لہ احادیث صالحۃ مستقیمۃ	الکامل بن عدی ۱/۳۴۳
۳	ربیع بن صبیحؒ	امام عجلیؒ نے کہا: لا باس بہ	تہذیب الکمال:۱۸۳۵
		امام احمد بن حنبلؒ نے کہا: لا باس بہ رجل صالح	العلل ۱/۱۳۵
		ابوزرعہؒ نے کہا: شیخ صالح صدوق	تہذیب الکمال:۱۸۳۵
		یحییٰ بن معینؒ نے کہا: لیس بہ باس	تاریخ یحییٰ بن معینؒ رقم:۳۳۴
		ابن شاھینؒ نے کہا: ثقۃ	کتاب الثقات:۳۵۳
۴	وکیع بن جراحؒ	ابن حبانؒ نے کہا: حافظاً متقناً	تہذیب التہذیب:۱/۱۲۳

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس روایت کی سند حسن ہے۔

نوٹ زبیر علی زئی غیر مقلد نے ربیع بن صبیحؒ پر سوء الحفظ کی جرح ہے۔لہٰذا کم ازکم یہ راوی مختلف فیہ ہے۔مگر یہ اثر حسن درجے کی بن جاتی ہے۔کیونکہ امام عبدالرزاق کی کتاب امالی عبدالرزاق میں اس اثر کا متابع موجود ہے۔

حدیث نمبر 17:۔حضرت ابراہیم نخعیؒ کا اثر

قَالَ(عبد الرزاق): قَالَ الثَّوْرِيُّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ فَرْقَدٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: مَا دُونَ السُّرَّةِ، يَعْنِي تَحْتَهَا.

(الأمالی فی آثار الصحابة للحافظ الصنعانی، ص۵۲ رقم ۵۴. المؤلف: أبو بکر عبد الرزاق بن همام بن نافع الحمیری الیمانی الصنعانی (المتوفی ۲۱۱ھ). المحقق: مجدی السید إبراهیم. الناشر: مکتبة القرآن، القاهرة)

ترجمہ حضرت امام عبدالرزاقؒ نے فرمایا کہ حضرت امام سفیان ثوریؒ نے سعیدؒ سے، انھوں نے فرقدؒ سے، انھوں نے حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا: نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جائیں۔

☆ لہٰذا اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ ثقہ اور کبیر تابعی حضرت امام ابراہیم نخعیؒ بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔ اور حضرت ابراہیم نخعیؒ کے اس موقف پر امام اعظم محدث کبیر حضرت امام ابوحنیفہؒ کا بھی قول اور فتویٰ ہے۔ لہٰذا اس اثر کی حیثیت مزید ممتاز ہو جاتی ہے۔

حدیث نمبر 18:۔ حضرت ابومجلزؒ کا اثر

حدثنا یزید بن هارون، قال: أخبرنا الحجاج بن حسان قال: سمعت أبا مِجلَز ـ أو سألتُه ـ قال: قلت: کیف أصنع؟ قال: یضعُ باطن کفِّ یمینه علی ظاهر کف شماله، ویجعلها اسفل من السرَّة.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج ا ص ۳۹۱ طبع اول؛ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۲۳ رقم ۳۹۶۳ طبع ثانی؛ علامہ نیمویؒ فرماتے ہیں: اسنادہ صحیح، آثار السنن ص ۱۱۲ طبع مکتبۃ البشریٰ کراچی)

ترجمہ حجاج بن حسانؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابومجلزؒ سے سنا، یا ان سے پوچھا کہ نماز میں ہاتھ کس طرح رکھوں؟ تو انھوں نے بتایا کہ دائیں ہتھیلی کے اندرونی حصہ کو بائیں ہتھیلی کے اوپری حصہ پر ناف سے نیچے رکھے۔

نوٹ حضرت ابومجلزؒ بہت بڑے تابعی ہیں۔ انھوں نے کبار صحابہ کرامؓ سے علم دین حاصل کیا ہے۔ ان کی یہ حدیث اس بارے میں صریح ہے کہ نماز میں دائیں ہاتھ (کی

ہتھیلی) کو بائیں ہاتھ (کی ہتھیلی کی پشت) پر ناف کے نیچے رکھنے کا ہی حکم دیا ہے۔غیر مقلدین کے اس حدیث پر اعتراضات کے جوابات باب نمبر 5 میں 5.7 کے تحت بیان کر دیئے گئے ہیں۔

2.2:۔محدث حضرت اسحٰق بن راہویہؒ کی تصریح

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی احادیث کے بارے میں مشہور محدث امام اسحاق بن راہویہؒ فرماتے ہیں کہ حدیث کی رو سے یہی قوی اور بہتر ہے۔

۱ حضرت امام اسحاق بن راہویہؒ فرماتے ہیں:

قال إسحاق: كما قال تحت السرة أقوى في الحديث وأقرب إلى التواضع.

(مسائل الإمام أحمد بن حنبل وإسحاق بن راهويه، ج۲ص۵۵۱،مسئلہ نمبر ۲۱۴. المؤلف: إسحاق بن منصور بن بهرام، أبو يعقوب المروزي، المعروف بالكوسج (التوفی ۲۵۱ھ). الناشر: عمادة البحث العلمي، الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة، المملكة العربية السعودية. الطبعة: الأولى، ۱۴۲۵ھ)

ترجمہ امام اسحاق بن راہویہؒ نے امام احمد بن حنبلؒ کی طرح ناف کے نیچے رکھنے کو اقویٰ فی الحدیث (حدیث کے لحاظ سے سب سے قوی) اور اقرب الی التواضع (خشوع خضوع کے زیادہ قریب) فرمایا ہے''۔

۲ حضرت امام ابن المنذرؒ فرماتے ہیں:

وَبِهِ قَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَإِسْحَاقُ. وَقَالَ إِسْحَاقُ: تَحْتَ السُّرَّةِ أَقْوَىٰ فِي الْحَدِيثِ، وَأَقْرَبُ إِلَى التَّوَاضُعِ.

(الأوسط في السنن والإجماع والاختلاف، ج۳ص۹۴ تحت رقم ۱۲۹۱. المؤلف: أبو بكر محمد بن إبراهيم بن المنذر النيسابوري (التوفی ۳۱۹ھ). تحقيق: أبو حماد صغير أحمد بن محمد حنيف. الناشر: دار طيبة، الرياض،

السعودية. الطبعة: الأولى ۱۴۰۵ھ)

ترجمہ حضرت سفیان الثوریؒ اور حضرت اسحٰق بن راہویہؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ حضرت اسحٰق بن راہویہؒ فرماتے ہیں کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا حدیث کی رو سے انتہائی قوی اور تواضع کے انتہائی قریب ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امام اسحاق بن راہویہؒ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی احادیث کو مضبوط سمجھتے تھے، یعنی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا حدیث کی روشنی میں زیادہ مضبوط ہے۔

باب 3

نماز میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں ائمہ اربعہ کا مسلک

3.1: حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک

1 حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد حضرت امام محمد روایت کرتے ہیں:

محمدٌ قال: أخبرنا أبو حنيفة، عن حمادٍ، عن ابراهيمَ، أَنَّ رسولَ اللّٰه ﷺ كان يعتمدُ باحدى يَديهِ على الأخرىٰ في الصلاةِ، يتواضعُ للّٰهِ تعالىٰ. قال محمد: ويضعُ بطنَ كفِّه الأيمنِ على رُسُغِه الأيسرِ تحتَ السُّرَّةِ، فيكونُ الرُّسغُ في وَسْطِ الكفّ.

(کتاب الآثار امام محمد ج ۱ ص ۱۴۰ رقم الحدیث ۱۲۰ طبع مکتبہ حقانیہ، پشاور)

ترجمہ مشہور فقیہ و محدث حضرت امام ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنے ایک (یعنی دائیں) ہاتھ کو دوسرے (یعنی بائیں) ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع (اور عاجزی) اختیار کرتے ہوئے رکھ لیا کرتے تھے۔ حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں: ''اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اندرونی حصے کو بائیں ہاتھ کے گٹ پر ناف کے نیچے رکھ لے، جس سے اس کے بائیں ہاتھ کا گٹ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے درمیان آجائے گا''۔

2 حضرت امام محمدؒ اپنا مسلک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قَالَ مُحَمَّدٌ: يَنۢبَغِي لِلۡمُصَلِّي إِذَا قَامَ فِي صَلاتِهٖ، أَنۡ يَّضَعَ بَاطِنَ كَفِّهِ الۡيُمۡنٰى عَلٰى رُسۡغِهِ الۡيُسۡرٰى تَحۡتَ السُّرَّةِ، وَيَرۡمِي بِبَصَرِهٖ إِلٰى مَوۡضِعِ سُجُودِهٖ، وَهُوَ قَوۡلُ أَبِي حَنِيفَةَ، رَحِمَهُ اللّٰه.

(مؤطا امام محمد ج ا ص ۳۱۸ تحت رقم ۲۹۰ طبع مکتبۃ البشریٰ، کراچی)

ترجمہ نماز پڑھنے والے کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ جب نماز میں کھڑا ہو تو اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کا اندرونی حصہ اپنے بائیں ہاتھ کے گٹ پر ناف کے نیچے رکھ لے۔ اور (کھڑے ہونے کی حالت میں) اپنی نظر کو اپنے سجدہ کی جگہ رکھے۔ یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

3 حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں:

قَالَ: ثنا يُوسُفُ بۡنُ أَبِي يُوسُفَ عَنۡ أَبِيهِ عَنۡ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنۡ حَمَّادٍ، عَنۡ إِبۡرَاهِيمَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعۡتَمِدُ بِيَدِهِ الۡيُمۡنٰى عَلٰى يَدِهِ الۡيُسۡرٰى فِي الصَّلَاةِ، يَتَوَاضَعُ بِذٰلِكَ لِلّٰهِ تَعَالٰى.

(الآثار، ص۶۷ رقم الحدیث ۳۳۲. المؤلف: أبو يوسف يعقوب بن إبراهيم بن حبيب بن سعد بن حبتة الأنصاری (المتوفی ۱۸۲ھ). المحقق: أبو الوفا. الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت)

ترجمہ مشہور فقیہ و محدث حضرت امام ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع (اور عاجزی) اختیار کرتے ہوئے رکھ لیا کرتے تھے۔

4 حضرت امام طحاوی (المتوفی ۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

وَقَالَ بَعۡضُهُمۡ: تُوضَعَانِ تَحۡتَ السُّرَّةِ. وَمِمَّنۡ قَالَ بِذٰلِكَ مِنۡهُمۡ: أَبُو حَنِيفَةَ، وَأَبُو يُوسُفَ، وَمُحَمَّدٌ، وَرَوَوۡا ذٰلِكَ عَنۡ عَلِيٍّ، وَأَبِي هُرَيۡرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمَا.

حَدَّثَنَا يَحۡيَى بۡنُ عُثۡمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا نُعَيۡمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَفۡصٌ، عَنۡ عَبۡدِ

الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي جحيفة، عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ، قَالَ: "وَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ مِنَ السُّنَّةِ".

حَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ سَيَّارٍ أَبِي الْحَكَمِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: "مِنَ السُّنَّةِ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ الْيُمْنٰى تَحْتَ السُّرَّةِ فِي الصَّلَاةِ". وَسَقَطَ مِنَ الْحَدِيثِ الْيَدُ الْيُسْرٰى.

وَلَمَّا كَانَ فِي مَوْضِعِ وَضْعِ الْيَدَيْنِ مِنَ الِاخْتِلَافِ مَا ذَكَرْنَا. وَوَجَدْنَا التَّكْبِيرَ مِنَ النَّاسِ بَعْضِهِمْ لِبَعْضٍ هُوَ وَضْعُ الْيَدَيْنِ عَلَى الصَّدْرِ، وَذٰلِكَ مَكْرُوهٌ. فَكَانَ أَوْلٰى بِنَا أَنْ نَجْعَلَ الْمُبَاحَ لَنَا بِخِلَافِهِ .... وَهُوَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: "تُوضَعُ تَحْتَ السُّرَّةِ". وَتَابَعَهُ عَلٰى ذٰلِكَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَا جَمِيعًا: "إِنَّ ذٰلِكَ مِنَ السُّنَّةِ". وَذٰلِكَ مِمَّا لَا يُوجَدُ مِنْ جِهَةِ الِاسْتِنْبَاطِ وَلَا مِنْ جِهَةِ الرَّأْيِ، فَيَكُونُ مَا رَوٰى وَائِلٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذٰلِكَ أَوْلٰى مِنْ قَوْلِهِمَا، وَلٰكِنَّهُ إِنَّمَا يُوجَدُ مِنْ جِهَةِ التَّوْقِيفِ مِنَ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاهُمَا عَلٰى ذٰلِكَ، فَصَارَ مَا رَوَيْنَاهُ عَنْهُمَا ذٰلِكَ مُكَافِئًا لِمَا رَوَيْنَاهُ فِيهِ عَنْ وَائِلٍ، وَلَمَّا كَانَ الَّذِي رَوَاهُ وَائِلٌ فِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم مَا يُوَافِقُ أَفْعَالَ أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ فِي صَلَاتِهِمْ، وَالَّذِي رَوَيْنَاهُ، عَنْ عَلِيٍّ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، مِمَّا لَا يَكُونُ مَأْخُوذًا عَنْ غَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخِلَافِ ذٰلِكَ كَانَ أَوْلٰى مِمَّا رَوٰى وَائِلٌ، لِأَنَّ الَّذِي كَانَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتِّبَاعُ شَرِيعَةِ مَنْ كَانَ قَبْلَهُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ حَتّٰى يُحْدِثَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ شَرِيعَةً مَا تَنْسَخُ ذٰلِكَ، فَصَحَّحْنَا الرِّوَايَتَيْنِ جَمِيعًا،

فَجَعَلْنَا مَا رَوٰی وَائِلُ بْنُ حُجْرٍ مِنْ ذٰلِکَ مُتَقَدِّمًا، وَمَا رُوِیَ عَنْ عَلِیٍّ، وَأَبِی هُرَيْرَةَ فِی ذٰلِکَ مُتَأَخِّرًا نَاسِخًا لِمَا كَانَ قَبْلَهٗ.

(أحكام القرآن الكريم، ج١ص١٨٥تا١٨٧. المؤلف: أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة بن عبد الملک بن سلمة الأزدی الحجری المصری المعروف بالطحاوی (المتوفی ٣٢١ھ). تحقیق: الدکتور سعد الدین أونال. الناشر: مرکز البحوث الإسلامیة التابع لوقف الدیانة الترکی، استانبول. الطبعة: الأولی ١٤١٦ھ)

ترجمہ بعض حضرات نے فرمایا کہ دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھے جائیں گے۔ ان میں حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت محمدؒ بھی ہیں۔ انھوں نے یہ مسلک حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''سنت یہ ہے کہ آدمی نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو (بائیں ہاتھ پر) ناف کے نیچے رکھے۔

جب ہاتھ رکھنے کی جگہ کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ہم نے بعض لوگوں کو بعض کے سامنے تکبر کے طور پر سینہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے پایا ہے۔ اور یہ (یعنی متکبرین کا طریقہ ومشابہت) مکروہ ہے۔ تو ہمارے لیے بہتر ہے کہ ہم مباح عمل اس کے خلاف کریں..............................

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاتھ ناف کے نیچے رکھے جائیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موافقت کی ہے۔ دونوں حضرات نے فرمایا ہے کہ یہ سنت ہے۔ یہ بات خود استنباط کر کے اور اپنی رائے سے معلوم نہیں کی جاسکتی (بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل سے ہی معلوم کی جاسکتی ہے)۔ تو حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو روایت کیا ہے (کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینہ پر ہاتھ رکھے)۔ اس کا درجہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اقوال سے زیادہ

تھا (کہ اس میں حضور اکرم ﷺ کے فعل کا ذکر ہے)۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی جناب رسول اللہ ﷺ کے قول یا فعل ہی سے اس کو حاصل کیا ہے (اور اس لیے انھوں نے سنت فرمایا ہے)۔ لہٰذا ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے جو کچھ روایت کیا ہے، وہ اس کے لیے کافی ہوگا، جو ہم نے حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی روایت کے جواب میں آ گئی ہیں)۔

حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے جو روایت کیا ہے، اس عمل میں اہل کتاب کے ساتھ موافقت پائی جاتی ہے۔ اور ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو روایت کیا ہے، وہ ان چیزوں میں سے ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی اور سے اس کے خلاف حاصل نہیں کیا جاسکتا (یعنی سنت ہونے کو نبی اکرم ﷺ کے علاوہ اہل کتاب وغیرہ سے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ سنت ہونے کا مفہوم تو حضور اکرم ﷺ سے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے)۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات کا درجہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی روایت سے زیادہ ہوگا۔ اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کی شریعت کی اتباع کرنے کے پابند تھے، جب تک اللہ تعالیٰ پہلی شریعت کے احکام منسوخ کر کے نئے احکام عطا نہ فرمادیں۔

پس ہم نے دونوں قسم کی روایات کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات سے مقدم قرار دیا (یعنی سینے پر ہاتھ باندھنے کا عمل اس وقت کا ہے، جب تک نئے حکم کے ذریعہ سے اس بارے میں اہل کتاب کی مخالفت کا حکم نہیں آیا تھا)۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات اس سلسلہ میں مروی روایات کو مؤخر سمجھا جائے گا اور اپنے سے پہلے کے لیے ناسخ قرار دیا جائے گا۔

فائدہ حضرت امام طحاویؒ خود بھی مجتہد ہیں۔ ان کا کسی حدیث سے استدلال کرنا ہمارے

نزدیک اس حدیث کے ضعف کو دور کرنے میں مؤثر ہے۔

☆ حضرت امام طحاویؒ نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو تسلیم کرتے ہوئے (جس میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے)، اس کا جواب دیا ہے۔

☆ اس روایت کو مقدم اور اس کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات کو مؤخر اور ناسخ قرار دیا ہے، اور اس کی عمدہ دلیل بھی تحریر فرمائی ہے۔

☆ بعض حضرات نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے موقوفات کو حکماً مرفوع کا درجہ دیا ہے۔

☆ اگر مرفوع حدیث کا درجہ بھی نہ دیا جائے، تب بھی کوئی ضرر نہیں، کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تک اس کی سند کا موقوف ہونا اور مزید برآں اس میں سُنت کا لفظ ہونا بھی اقتداء کے لیے کافی ہے۔

5 حضرت امام سرخسیؒ فرماتے ہیں:

وَالْمَذْهَبُ عِنْدَ عَامَّةِ الْعُلَمَاءِ أَنَّهُ سُنَّةٌ وَاظَبَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم. وَقَالَ صلی اللہ علیہ وسلم: "إِنَّا مَعْشَرَ الْأَنْبِيَاءِ أُمِرْنَا أَنْ نَأْخُذَ شَمَائِلَنَا بِأَيْمَانِنَا فِي الصَّلَاةِ". وَقَالَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ: "إِنَّ مِنَ السُّنَّةِ أَنْ يَضَعَ الْمُصَلِّي يَمِينَهُ عَلٰى شِمَالِهِ تَحْتَ السُّرَّةِ فِي الصَّلَاةِ".

وَأَمَّا صِفَةُ الْوَضْعِ فَفِي الْحَدِيثِ الْمَرْفُوعِ لَفْظُ الْأَخْذِ، وَفِي حَدِيثِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ لَفْظُ الْوَضْعِ. وَاسْتَحْسَنَ كَثِيرٌ مِنْ مَشَايِخِنَا الْجَمْعَ بَيْنَهُمَا بِأَنْ يَضَعَ بَاطِنَ كَفِّهِ الْيُمْنٰى عَلٰى ظَاهِرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَيُحَلِّقَ بِالْخِنْصَرِ وَالْإِبْهَامِ عَلَى الرُّسْغِ، لِيَكُونَ عَامِلًا بِالْحَدِيثَيْنِ. فَأَمَّا مَوْضِعُ الْوَضْعِ فَالْأَفْضَلُ عِنْدَنَا تَحْتَ السُّرَّةِ.

(المبسوط، ج۱ص۲۴. المؤلف: محمد بن أحمد بن أبی سهل شمس الأئمة السرخسي (المتوفی ۴۸۳ھ). الناشر: دار المعرفة، بيروت. ۱۴۱۴ھ)

ترجمہ جمہور فقہاء کا مذہب نماز میں ہاتھ باندھنا ہے۔ یہ وہ سنت ہے جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ مواظبت فرمائی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "ہم انبیاء کا گروہ ہیں۔ ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنی نمازوں میں اپنے دائیں

ہاتھوں سے اپنے بائیں ہاتھوں کو پکڑیں''۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نماز میں (دائیں ہاتھ کی) ہتھیلی کو (بائیں ہاتھ کی) ہتھیلی (کی پشت) پر ناف کے نیچے رکھنا سنّت ہے۔

نماز میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ یہ ہے کہ حدیثِ مرفوع میں تو پکڑنے کا ذکر ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رکھنے کا ذکر ہے۔ ہمارے مشائخ کرامؒ کی اکثریت نے ان دونوں حدیثوں کو جمع کرنا مستحسن سمجھا ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اندرونی جانب کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اوپر اس طرح رکھا جائے کہ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی کے ساتھ حلقہ بناتے ہوئے بائیں ہاتھ کے گٹ پر رکھا جائے، تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔ البتہ ہاتھ رکھنے کی جگہ ہمارے نزدیک افضل یہ ہے کہ ناف کے نیچے رکھے۔

6 فقہ کی کتاب: تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے:

قَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: (وَوَضْعُ يَمِينِهِ عَلٰى يَسَارِهِ تَحْتَ سُرَّتِهِ) ....

وَلَنَا حَدِيثُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ مِنَ السُّنَّةِ وَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ؛ وَلِأَنَّهُ أَقْرَبُ إِلَى التَّعْظِيمِ كَمَا بَيْنَ يَدِي الْمُلُوكِ وَوَضْعُهَا عَلَى الْعَوْرَةِ لَا يَضُرُّ فَوْقَ الثِّيَابِ فَكَذَا بِلَا حَائِلٍ؛ لِأَنَّهَا لَيْسَ لَهَا حُكْمُ الْعَوْرَةِ فِي حَقِّهِ. وَلِهٰذَا تَضَعُ الْمَرْأَةُ يَدَيْهَا عَلٰى صَدْرِهَا وَإِنْ كَانَ عَوْرَةً.

(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق وحاشية الشِّلْبِيِّ، ج۱ص۱۰۷. المؤلف: عثمان بن علي بن محجن البارعي، فخر الدين الزيلعي الحنفي (المتوفى ۷۴۳ھ). الحاشية: شهاب الدين أحمد بن محمد بن أحمد بن يونس بن إسماعيل بن يونس الشِّلْبِيُّ (المتوفى ۱۰۲۱ھ). الناشر: المطبعة الكبرى الأميرية، بولاق، القاهرة. الطبعة: الأولى، ۱۳۱۳ھ)

ترجمہ صاحب کنز الدقائق فرماتے ہیں: اور نمازی اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔ شارحؒ فرماتے ہیں: اور ہماری دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے

کہ سنت دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا ہے۔ اور اس لیے بھی کہ ناف کے نیچے ہاتھ رکھنا تعظیم کے بھی زیادہ قریب ہے، جیسا کہ باشاہوں کے سامنے بھی (یہی تعظیم کا طریقہ رائج ہے) اور ہاتھ کا ستر پر کپڑے کے اوپر سے رکھنا مضر نہیں ہے۔ پس اسی طریقہ سے بغیر کپڑے کے حائل کے بھی مکروہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ خود آدمی کے اپنے حق میں اس (ناف کے نیچے والے حصہ کے) ستر ہونے کا حکم نہیں ہے۔ اور اسی وجہ سے عورت اپنے ہاتھوں کو اپنے سینہ پر رکھے گی، اگرچہ اس (عورت) کے حق میں یہ (سینہ) ستر میں داخل ہے۔

فائدہ مطلب یہ ہے کہ بعض حضرات کا مرد کے حق میں ناف سے نیچے ہاتھ رکھنے کو اس وجہ سے منع کرنا کہ ناف کے نیچے والا حصہ تو ستر میں داخل ہے۔ یہ وجہ ممنوع ہونے کی نہیں بن سکتی، کیونکہ خود اپنے ہاتھ رکھنے کے اعتبار سے یہ حصہ ستر کا حکم نہیں رکھتا، جس طرح عورت اپنے سینہ پر ہاتھ باندھے گی، حالانکہ عورت کا سینہ بھی ستر میں داخل ہے۔

7 فقہ کی مشہور کتاب: بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع میں ہے:

وَأَمَّا مَحَلُّ الْوَضْعِ فَمَا تَحْتَ السُّرَّةِ فِي حَقِّ الرَّجُلِ وَالصَّدْرُ فِي حَقِّ الْمَرْأَةِ.

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج۱ص۲۰۱. المؤلف: علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد الكاساني الحنفي (المتوفی ۵۸۷ھ). الناشر: دار الكتب العلمية. الطبعة: الثانية ۱۴۰۶ھ)

ترجمہ نماز میں ہاتھ رکھنے کی جگہ مرد کے لیے ناف کے نیچے اور عورت کے لیے سینہ پر ہاتھ رکھنا ہے۔

8 محدث شیخ محمد ہاشم سندھیؒ (المتوفی ۱۱۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''ہم ترجیح دینے کے کلام کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہ بات مخفی نہیں ہے کہ مجتہدینؒ نے جب اس بات میں متعارض احادیث کو پایا، تو انہوں نے ان کے درمیان بہت سی وجوہات کے پیشِ نظر ترجیح کو اختیار کیا۔ پس ان میں سے بعض وجوہات ان کے تبعین کی کتب میں منقول ہیں

☆ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے دونوں ہاتھ ناف سے نیچے رکھنے کو تواضع اور تعظیم کی حالت ہونے کی وجہ سے ترجیح دی۔ اور اسی وجہ سے باشاہوں اور امیروں کے سامنے (تعظیماً) اس طرح (ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر) کھڑا ہونا رائج ہے۔ پس مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی (بدرجۂ اولیٰ) اسی طرح (تواضع کی حالت میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر) کھڑا ہونا مستحب ہو۔

☆ (دوسرے) اس لیے بھی کہ اس طریقہ میں اہلِ کتاب کے ساتھ مشابہت سے بھی حفاظت ہے، کیونکہ وہ اپنی نماز کی حالت میں اپنے ہاتھوں کو سینہ پر رکھتے ہیں، جیسا کہ مرنے کے بعد بھی (میت کے ہاتھ سینے پر ہی) رکھتے ہیں۔ پس جس طریقہ میں ان کے طریقہ سے حفاظت ہو، وہ بہتر ہے۔

☆ (تیسرے) اس لیے بھی کہ ناف کے نیچے ہاتھ رکھنے کے بارے میں (حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں) سنت ہونے کا لفظ آیا ہے، سینہ پر ہاتھ رکھنے کے بارے میں یہ لفظ نہیں آیا بلکہ وہ تو احوال کا واقعہ ہے، جس کو عموم نہیں ہوتا۔

اس کے علاوہ ترجیح کی اور وجوہات ہیں، جن میں سے بعض کا ذکر ہم نے اس سے پہلے ''درہم الصرۃ'' میں کر دیا ہے''۔

(ترصیع الدرّۃ علی درھم الصرۃ ص۸۷، ۸۸۔ المؤلف: شیخ محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی (المتوفی ۱۱۷۴ھ) طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی۔ الطبعۃ: الأولی: ۱۴۱۴ھ)

3.2:۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک

1 حضرت ابویعقوب اسحاق بن منصور بن بہرام کوسج تمیمی مروزیؒ (المتوفی ۲۵۱ھ) فرماتے ہیں:

قلت: أين يضع يمينه على شماله؟قال: كل هذا عندى واسع.

قلت: إذا وضع يمينه على شماله أين يضعهما؟قال: فوق السرة وتحته، كل هذا ليس بذاك. قال إسحاق: كما قال تحت السرة أقوى في

الحديث وأقرب إلى التواضع.

(مسائل الإمام أحمد بن حنبل وإسحاق بن راهويه، ج۲ص۵۵۲،مسئلہ نمبر۲۱۳، ۲۱۴. المؤلف: إسحاق بن منصور بن بهرام، أبو يعقوب المروزي، المعروف بالكوسج (المتوفى ۲۵۱ھ). الناشر: عمادة البحث العلمي، الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة، المملكة العربية السعودية. الطبعة: الأولى، ۱۴۲۵ھ)

ترجمہ میں نے کہا کہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر کہاں رکھے گا؟ تو امام احمدؒ نے فرمایا: ''میرے نزدیک اس سب (ناف سے اوپر یا نیچے) کی گنجائش ہے۔
میں نے کہا: جب اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھے گا تو کس جگہ رکھے گا؟''۔ تو امام احمدؒ نے فرمایا: ''ناف سے اوپر اور نیچے، اس سب کی گنجائش ہے اور کسی میں کوئی حرج نہیں''۔ اسحاق بن راہویہؒ نے امام احمد بن حنبلؒ کی طرح ناف کے نیچے رکھنے کو اقوی فی الحدیث (حدیث کے لحاظ سے سب سے قوی) اور اقرب الی التواضع (خشوع خضوع کے زیادہ قریب) فرمایا ہے''۔

2 حضرت امام خرقیؒ (المتوفی ۳۳۴ھ) فرماتے ہیں:

ثم يضع يده اليمنى على كوعه اليسرى ويجعلهما تحت سرته.

(متن الخرقي على مذهب ابي عبد اللّٰه أحمد بن حنبل الشيباني ج۱ص۲۲. المؤلف: أبو القاسم عمر بن الحسين بن عبد اللّٰه الخرقي (المتوفى ۳۳۴ھ). الناشر: دار الصحابة للتراث. ۱۴۱۳ھ)

ترجمہ پھر اپنا داہنا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کے گٹ پر رکھے، اور دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھے۔

3 علامہ ابن قدامہ مقدسیؒ فرماتے ہیں:

فإذا فرغ استحب وضع يمينه على شماله، لما روى هُلْبٌ، قال: كان رسول اللّٰه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يؤمنا فيأخذ شماله بيمينه. قال الترمذي: هذا حديث حسن. ويجعلهما تحت السرة، لما رُوى عن

علی أنه قال: السنة وضع الكف على الكف في الصلاة تحت السرة. رواه أبو داود. وعنه: فوق السرة. وعنه: أنه مخيرٌ.

(الكافي في فقه الإمام أحمد، ج١ص٢٤٤. المؤلف: أبو محمد موفق الدين عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدامة الجماعيلي المقدسي ثم الدمشقي الحنبلي، الشهير بابن قدامة المقدسي (المتوفى ٦٢٠ھ). الناشر: دار الكتب العلمية. الطبعة: الأولى ١٤١٤ھ)

ترجمہ پس جب (تکبیر سے) فارغ ہو جائے، تو مستحب یہ ہے کہ اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر رکھے، اس وجہ سے کہ حضرت ہلب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری امامت فرماتے تھے، تو دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑ لیتے تھے۔

حضرت امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

اور دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھ لے۔ اس کی دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ: "نماز میں سنت ہتھیلی کا ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا ہے"۔ اس کو ابوداودؒ نے روایت کیا ہے۔ حضرت امام احمدؒ سے ایک روایت ناف کے اوپر ہاتھ رکھنے کی ہے۔ اور ایک روایت میں دونوں کا اختیار ہے۔

4 علامہ ابن قدامہ مقدسیؒ فرماتے ہیں:

مَسْأَلَة: وَضْعُ الْيُمِينِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ فِي الصَّلَاةِ

مَسْأَلَةٌ: قَالَ: (وَيَجْعَلُهُمَا تَحْتَ سُرَّتِهِ). اخْتَلَفَتْ الرِّوَايَةُ فِي مَوْضِعِ وَضْعِهِمَا، فَرُوِيَ عَنْ أَحْمَدَ، أَنَّهُ يَضَعُهُمَا تَحْتَ سُرَّتِهِ. رُوِيَ ذٰلِكَ عَنْ عَلِيٍّ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي مِجْلَزٍ، وَالنَّخَعِيِّ، وَالثَّوْرِيِّ، وَإِسْحَاقَ؛ لِمَا رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مِنْ السُّنَّةِ وَضْعُ الْيُمِينِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ. رَوَاهُ الْإِمَامُ أَحْمَدُ، وَأَبُو دَاوُد. وَهٰذَا يَنْصَرِفُ إِلَى سُنَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِأَنَّهُ قَوْلُ مَنْ ذَكَرْنَا مِنْ الصَّحَابَةِ.

وَعَنْ أَحْمَدَ، أَنَّهُ يَضَعُهُمَا فَوْقَ السُّرَّةِ. وَهُوَ قَوْلُ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، وَالشَّافِعِيِّ؛ لِمَا رَوَى وَائِلُ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يُصَلِّي فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى صَدْرِهٖ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى. وَعَنْهُ أَنَّهٗ مُخَيَّرٌ فِي ذٰلِكَ؛ لِأَنَّ الْجَمِيعَ مَرْوِيٌّ، وَالْأَمْرُ فِي ذٰلِكَ وَاسِعٌ.

(المغني لابن قدامة، ج۲ص۱۴۱ رقم ۶۶۲. المؤلف: أبو محمد موفق الدين عبد اللّٰه بن أحمد بن محمد بن قدامة الجماعيلي المقدسي ثم الدمشقي الحنبلي، الشهير بابن قدامة المقدسي (المتوفی ۶۲۰ھ). الناشر: مكتبة القاهرة. ۱۳۸۸ھ)

ترجمہ **مسئلہ: (اور دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھ دے)**

دونوں ہاتھ رکھنے کی جگہ کے بارے میں حضرت امام احمدؒ سے مختلف روایات مروی ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ ناف کے نیچے رکھے۔ یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور (جلیل القدر تابعین) حضرت ابومجلزؒ، حضرت ابراہیم نخعیؒ، حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت اسحاقؒ سے مروی ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ سنت دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا ہے۔ اس کو امام احمدؒ اور ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے۔ یہ (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہونے کی طرف لوٹتا ہے۔ ایک دلیل یہ بھی ہے کہ یہ مذکورہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی قول ہے۔

حضرت امام احمدؒ سے ایک روایت ناف کے اوپر ہاتھ رکھنے کی بھی ہے۔ یہ حضرت سعید بن جبیرؒ اور حضرت امام شافعیؒ کا بھی قول ہے، بوجہ اس کے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں کو سینہ پر ایک دوسرے کے اوپر رکھے ہوئے تھے۔

حضرت امام احمدؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ نمازی کو اس میں اختیار ہے (خواہ ناف کے نیچے رکھے یا اوپر) کیونکہ یہ سب مروی ہے، اور اس معاملہ میں وسعت ہے۔

حافظ ابن قیم جوزیؒ (المتوفی ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں: 5

واختلف في موضع الوضع، فعنه فوق السرة وعنه تحتها. وعنه أبو طالب سألت أحمد: أين يضع يده إذا كان يصلي؟ قال: "على السرة أو أسفل وكل ذلك واسع عنده إن وضع فوق السرة أو عليها أو تحتها". علي رضي اللّٰہ عنه: "من السنة في الصلاة وضع الأكف على الأكف تحت السرة". عمرو بن مالك عن أبي الجوزاء عن ابن عباس مثل تفسير عليٍ إلا أنه غير صحيح، والصحيح حديث علي. قال في رواية المزني: "أسفل السرة بقليل ويكره أن يجعلهما على الصدر". وذلك لِمَا رُوِيَ عن النبي صلى اللّٰہ عليه وسلم: أنه نهى عن التكفير: وهو وضع اليد على الصدر. مؤمل عن سفيان عن عاصم بن كليب عن أبيه عن وائل: "أن النبي صلى اللّٰہ عليه وسلم وضع يده على صدره". فقد رَوٰى هذا الحديث عبد اللّٰہ بن الوليد عن سفيان لم يذكر ذلك، ورواه شعبة وعبد الواحد لم يذكرا خلاف سفيان.

(بدائع الفوائد، ج ۳ ص ۹۱. المؤلف: محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى ۷۵۱ھ). الناشر: دار الكتاب العربي، بيروت، لبنان)

ترجمہ ہاتھ رکھنے کی جگہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ پس امام احمدؒ سے ناف کے اوپر بھی روایت ہے اور ناف سے نیچے کی بھی۔ امام احمدؒ سے ابو طالب مکیؒ نے روایت کیا ہے کہ میں نے امام احمدؒ سے پوچھا کہ جب نماز پڑھے تو اپنا ہاتھ کہاں رکھے؟ تو جواب میں فرمایا کہ ناف پر یا ناف سے نیچے۔ اور ان کے نزدیک ہر صورت کی گنجائش ہے، خواہ ناف سے اوپر رکھے، یا خاص ناف پر، یا ناف سے نیچے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "من السنة في الصلاة وضع الأكف على الأكف تحت السرّة"۔ "نماز میں سنت ہتھیلی کا ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا ہے"۔ اور عمرو بن مالکؒ نے ابی الجوزاءؒ سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مثل روایت کیا ہے، مگر یہ روایت صحیح نہیں ہے اور صحیح تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث

ہے۔ مزنیؒ کی روایت میں امام احمدؒ نے فرمایا کہ ناف سے تھوڑا سا نیچے رکھے، اور ہاتھوں کو سینہ پر باندھنا مکروہ ہے۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ نبی ﷺ نے تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ اور تکفیر سے مراد ہاتھ کا سینہ پر رکھنا ہے۔

اور مؤملؒ نے سفیانؒ سے، انھوں نے عاصم بن کلیبؒ سے، انھوں نے اپنے والدؒ سے، انھوں نے حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنا ہاتھ سینہ پر رکھا۔ اس حدیث کو عبداللہ بن ولیدؒ نے سفیانؒ سے روایت کیا ہے، مگر اس میں اس (سینہ پر ہاتھ رکھنے) کا ذکر نہیں ہے۔ اور شعبہؒ اور عبدالواحدؒ نے بھی سفیانؒ کے خلاف ذکر نہیں کیا (یعنی ان کی روایات میں بھی سینے پر ہاتھ رکھنے کا ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا مؤملؒ کی روایت میں سینہ پر ہاتھ رکھنے کا ذکر معتبر نہیں)۔

6 علامہ ابن مفلحؒ فرماتے ہیں:

(وَضْعُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى تَحْتَ السُّرَّةِ)

(ثُمَّ يَضَعُ كَفَّ يَدِهِ الْيُمْنٰى عَلٰى كُوعِ الْيُسْرٰى) نَصَّ عَلَيْهِ، لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى. رَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيثِ وَائِلٍ، وَفِي رِوَايَةٍ لِأَحْمَدَ وَأَبِي دَاوُدَ: ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى كَفِّهِ الْيُسْرٰى، وَالرُّسْغِ، وَالسَّاعِدِ. وَنَقَلَ أَبُو طَالِبٍ: بَعْضُهَا عَلَى الْكَفِّ، وَبَعْضُهَا عَلَى الذِّرَاعِ، لَا بَطْنُهَا عَلٰى ظَاهِرِ كَفِّهِ الْيُسْرَى، وَجَزَمَ بِمِثْلِهِ الْقَاضِي فِي "الْجَامِعِ"، وَمَعْنَاهُ: ذُلٌّ بَيْنَ يَدَيْ عِزٍّ، نَقَلَهُ أَحْمَدُ بْنُ يَحْيَى الرَّقِّيُّ، وَعَنْهُ: يُخَيَّرُ، وَعَنْهُ: يُرْسِلُهُمَا فِي صَلَاةِ الْجَنَازَةِ، وَعَنْهُ: فِي صَلَاةِ التَّطَوُّعِ (وَيَجْعَلُهُمَا تَحْتَ سُرَّتِهِ) فِي أَشْهَرِ الرِّوَايَاتِ، وَصَحَّحَهَا ابْنُ الْجَوْزِيِّ، وَغَيْرُهُ لِقَوْلِ عَلِيٍّ: "مِنَ السُّنَّةِ وَضْعُ الْيُمْنٰى عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ" رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَأَبُو دَاوُدَ. وَذُكِرَ فِي "التَّحْقِيقِ" أَنَّهُ لَا يَصِحُّ قِيلَ لِلْقَاضِي: هُوَ عَوْرَةٌ فَلَا يَضَعُهُمَا عَلَيْهِ كَالْعَانَةِ، وَالْفَخِذِ؛ فَأَجَابَ بِأَنَّ الْعَوْرَةَ أَوْلٰى، وَأَبْلَغُ بِالْوَضْعِ عَلَيْهِ لِحِفْظِهِ. وَعَنْهُ: تَحْتَ صَدْرِهِ، وَفَوْقَ سُرَّتِهِ، وَعَنْهُ: يُخَيَّرُ. اخْتَارَهُ فِي

"الْإِرْشَادِ" لِأَنَّ كُلًّا مِنْهُمَا مَأْثُورٌ، وَظَاهِرُهُ يُكْرَهُ وَضْعُهُمَا عَلَى صَدْرِهِ، نُصَّ عَلَيْهِ مَعَ أَنَّهُ رَوَاهُ.

(المبدع في شرح المقنع، ج١ص٣٨١. المؤلف: إبراهيم بن محمد بن عبد الله بن محمد ابن مفلح، أبو إسحاق، برهان الدين (المتوفى ٨٨٤ھ).
الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان. الطبعة: الأولى ١٤١٨ھ)

ترجمہ: (نماز میں) دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنے کے بیان میں

پھر اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ کے گٹ پر رکھ لے۔ اس بارے میں نص وارد ہوئی ہے۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ نے نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا ہے۔ اس حدیث کو مسلم نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے۔ مسند احمد اور سنن ابی داؤد کی روایت میں ہے: "پھر آپ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی (کی اندرونی جانب) کو بائیں ہاتھ (کی پشت)، گٹ اور کلائی پر رکھا"۔ حضرت امام ابوطالب رحمہ اللہ نے یہ نقل کیا ہے: دائیں ہاتھ کا کچھ حصہ تو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر ہو، بعض حصہ کلائی پر ہو، نہ کہ صرف دائیں ہاتھ کا اندرونی حصہ بائیں ہاتھ کی پشت پر ہو۔ اسی کے مثل قاضی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب: "الجامع" میں جزم کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کا معنی ہے: اللہ رب العزت کے سامنے ذلت کا اظہار کرنا۔ اس کو حضرت احمد بن یحییٰ الرقی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔ حضرت امام احمد رحمہ اللہ سے ان دونوں طریقوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا بھی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ سے نماز جنازہ میں ارسالِ یدین بھی مروی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ سے نفلی نماز میں ارسال یدین مروی ہے۔

اور اپنے دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھ لے۔ مشہور روایت یہی ہے۔ اور اسی روایت کو حافظ ابن قیم جوزی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کی وجہ سے کہ سنت دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا ہے۔ اس کو امام احمد رحمہ اللہ اور ابوداؤد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور "تحقیق" میں ذکر کیا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ قاضی رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ ناف کے نیچے تو ستر ہے۔ لہٰذا اس پر ہاتھ نہیں رکھنا چاہیے، جیسا کہ ناف کے نیچے کا حصہ اور ران۔ تو قاضی رحمہ اللہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ ناف کے نیچے کے حصہ کا ستر ہونا

اس پر ہاتھ رکھنے کے زیادہ لائق ہے، تا کہ اس کی بہتر طریقہ سے حفاظت ہو (یعنی ستر اچھی طرح چھپ جائے) اور امام احمدؒ سے ایک روایت سینہ سے نیچے اور ناف کے اوپر کی بھی مروی ہے۔ اور ایک روایت میں (ناف سے نیچے اور اوپر کا) اختیار ہے۔ ''ارشاد'' میں اسی کو اختیار کیا ہے کیونکہ (ناف سے نیچے اور اوپر) دونوں منقول ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ سینے پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے۔ حضرت امام احمدؒ نے اس کی تصریح کی ہے، باوجود اس کے کہ اس کو روایت بھی کیا ہے۔

7 حضرت منصور بن یونس بہوتی حنبلیؒ (المتوفی ۱۰۵۱ھ) فرماتے ہیں:

(وَ) سُنَّ لَهُ أَيْضًا (جَعْلُهُمَا) أَيْ يَدَيْهِ (تَحْتَ سُرَّتِهِ) لِقَوْلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ "مِنَ السُّنَّةِ وَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ". رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُد. وَمَعْنَاهُ: ذُلٌّ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ.

(دقائق أولي النهى لشرح المنتهى المعروف بشرح منتهى الإرادات ج ا ص ۱۸۶. المؤلف: منصور بن يونس بن صلاح الدين ابن حسن بن إدريس البهوتى الحنبلى (المتوفى ۱۰۵۱ھ). الناشر: عالم الكتب. الطبعة: الأولى، ۱۴۱۴ھ)

ترجمہ اور یہ بھی سنت ہے کہ دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کی وجہ سے کہ: ''سنت دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا ہے''۔ اس کو امام احمدؒ اور امام ابوداودؒ نے روایت کیا ہے۔ اس کی وجہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے ذلت کو ظاہر کرنا ہے۔

3.2.1: حضرت امام احمدؒ کے نزدیک نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا مکروہ ہے

1 حضرت امام ابوداودؒ، حضرت امام احمدؒ سے روایت کرتے ہیں:

وَضْعُ الْيُمِينِ عَلَى الشِّمَالِ: قُلْتُ لِأَحْمَدَ: وَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ

فِي الصَّلَاةِ تَخْتَارُهُ؟ قَالَ: نَعَمْ.

وَسَمِعْتُهُ، سُئِلَ عَنْ وَضْعِهِ. فَقَالَ: فَوْقَ السُّرَّةِ قَلِيلًا، وَإِنْ كَانَ تَحْتَ السُّرَّةِ فَلَا بَأْسَ".

وَسَمِعْتُهُ، يَقُولُ: "يُكْرَهُ أَنْ يَكُونَ، يَعْنِي: وَضْعَ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الصَّدْرِ".

(مسائل الإمام أحمد رواية أبي داود السجستاني، ص۴۷، ۴۸. المؤلف: أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السِّجِسْتاني (المتوفى ۲۷۵ھ). تحقيق: أبي معاذ طارق بن عوض الله بن محمد. الناشر: مكتبة ابن تيمية، مصر. الطبعة: الأولى، ۱۴۲۰ھ)

ترجمہ میں نے حضرت امام احمدؒ سے پوچھا: کیا آپؒ نمازی کو نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے میں اختیار دیتے ہیں؟۔تو امام احمدؒ نے فرمایا: ہاں۔

میں نے آپؒ سے سنا، جب آپؒ سے نماز میں ہاتھ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا۔تو آپؒ نے فرمایا: ناف سے تھوڑا سا اوپر رکھے۔اور اگر وہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھ لے، تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

میں نے آپؒ سے سنا کہ آپؒ فرماتے تھے: نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے مکروہ ہیں۔

2 روى عَبْدُ اللّٰه بْنُ أَحْمَدَ، سَأَلت أَبِي: عَنْ حديث إِسْمَاعِيل بْن عُلَية عَنْ أيوب عَنْ أَبِي معشر، قَالَ: يكره التكفير فِي الصلاة. قَالَ أَبِي: "التكفير أن يضع يمينه عند صدره فِي الصلاة".

(طبقات الحنابلة، ج۱ص۸. المؤلف: أبو الحسين ابن أبي يعلى، محمد بن محمد (المتوفى ۵۲۶ھ). المحقق: محمد حامد الفقي. الناشر: دار المعرفة، بيروت)

ترجمہ حضرت امام عبداللہ بن احمدؒ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ حضرت امام احمدؒ سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا:

''حضرت ابو معشرؒ فرماتے ہیں: نماز میں تکفیر مکروہ ہے''۔

تو میرے باپؒ نے فرمایا: تکفیر یہ ہے کہ نماز میں سینہ پر دائیں ہاتھ کو (بائیں ہاتھ کے

اوپر) رکھا جائے۔

3 قال مغلطای فی شرح سنن ابن ماجه: (ج ۵ ص ۱۳۱)

وفی سؤالات مهنا: قلت لأحمد: ثنا خالد بن خداش، ثنا مهدی بن میمون، عن عبیداللّٰه بن العیزار، قال: "کنت أطوف مع سعید بن جبیر، وکان مهیبًا، فرأی رجلاً یصلی قد وضع إحدی یدیه علی الأخری، فضرب یده"؟. فقال: "إنما رآه قد وضع إحدی یدیه علی الأخری، وجعلهما عند صدره؛ لأن ذلک شبه التکفیر".

وسألته عن ابن العیزار، فقال: (بخ بخ بصری ثقة) ا.هـ.

ترجمہ امام مغلطائیؒ اپنی کتاب: شرح سنن ابن ماجہ (ج ۵ ص ۱۳۱) میں فرماتے ہیں:

حضرت امام مہناؒ کے سوالات میں ہے: میں نے حضرت امام احمدؒ سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا: حضرت عبیداللہ بن عیزارؒ فرماتے ہیں: میں حضرت سعید بن جبیرؒ کے ساتھ طواف کررہا تھا، تو انھوں نے ایک شخص کو نماز میں ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھے ہوئے دیکھا۔ تو حضرت سعید بن جبیرؒ نے اس کے ہاتھوں پر مارا"۔ تو حضرت امام احمدؒ نے فرمایا: حضرت سعید بن جبیرؒ نے اس کو اس حالت میں دیکھا تھا کہ اس نے نماز میں ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھا ہوا تھا، اور اس شخص نے ان کو سینہ کے قریب باندھا ہوا تھا؛ اس لیے مارا تھا کہ یہ تو "تکفیر" کے مشابہ ہے۔

میں نے حضرت امام احمدؒ سے اس حدیث کے راوی حضرت عبیداللہ بن عیزارؒ کے بارے میں سوال کیا۔ تو حضرت امام احمدؒ نے فرمایا: "واہ! واہ! بصری تو ثقہ ہے"۔

تنبیہ یہ روایت شرح ابن ماجہ کے طبع جدید میں ہے۔ طبع قدیم میں اس روایت کے ماقبل اور مابعد کا کافی حصہ چھوٹ گیا تھا۔ شاید ایک پوری "لوح" چھوٹ گئی ہے۔ اس روایت کے آخری حصہ سے مقصود حضرت ابن عیزارؒ کی توثیق بیان کرنا ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت امام یحیٰ بن سعید القطانؒ نے حضرت عبیداللہ بن العیزارؒ سے روایت لی ہے جس سے عبیداللہ بن العیزارؒ ثقہ ہوجاتا ہے۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْعَيْزَارِ قَالَ: كُنْتُ أَطُوفُ مَعَ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، فَرَأَىٰ رَجُلًا يُصَلِّي وَاضِعًا إِحْدَىٰ يَدَيْهِ عَلَى الْأُخْرَىٰ، هٰذِهِ عَلٰى هٰذِهِ، وَهٰذِهِ عَلٰى هٰذِهِ، فَذَهَبَ فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا، ثُمَّ جَاءَ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۲۶ رقم ۳۹۷۴)

4 حافظ ابن قیم جوزیؒ (المتوفی ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

قال في رواية المزني: "أسفل السرة بقليل ويكره أن يجعلهما على الصدر". وذلك لِمَا رُوِيَ عن النبي صلى الله عليه وسلم: أنه نهى عن التكفير: وهو وضع اليد على الصدر.

(بدائع الفوائد، ج ۳ ص ۹۱. المؤلف: محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى ۷۵۱ھ). الناشر: دار الكتاب العربي، بيروت، لبنان)

ترجمہ حضرت امام مزنیؒ کی روایت میں امام احمدؒ نے فرمایا کہ ناف سے تھوڑا سا نیچے رکھے، اور ہاتھوں کو سینہ پر باندھنا مکروہ ہے۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ نبی ﷺ نے تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ اور تکفیر سے مراد ہاتھ کا سینہ پر رکھنا ہے۔

3.3: حضرت امام شافعیؒ کا مسلک

حضرت امام نووی شافعیؒ (المتوفی ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

1 وَاسْتِحْبَابُ وَضْعِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى بَعْدَ تَكْبِيرَةِ الْإِحْرَامِ، وَيَجْعَلُهُمَا تَحْتَ صَدْرِهِ فَوْقَ سُرَّتِهِ. هٰذَا مَذْهَبُنَا الْمَشْهُورُ، وَبِهِ قَالَ الْجُمْهُورُ. وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَإِسْحَاقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ وَأَبُو إِسْحَاقَ الْمَرْوَزِيُّ مِنْ أَصْحَابِنَا يَجْعَلُهُمَا تَحْتَ سُرَّتِهِ. وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رِوَايَتَانِ كَالْمَذْهَبَيْنِ. وَعَنْ أَحْمَدَ رِوَايَتَانِ كَالْمَذْهَبَيْنِ وَرِوَايَةٌ ثَالِثَةٌ أَنَّهُ مُخَيَّرٌ بَيْنَهُمَا وَلَا ترجيح. وبهذا قال الأوزاعي وبن الْمُنْذِرِ. وَعَنْ مَالِكٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ رِوَايَتَانِ إِحْدَاهُمَا:

يَضَعُهُمَا تَحْتَ صَدْرِهٖ وَالثَّانِيَةُ: يُرْسِلُهُمَا وَلَا يَضَعُ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى. وَهٰذِهٖ رِوَايَةُ جُمْهُورِ أَصْحَابِهٖ، وَهِيَ الْأَشْهَرُ عِنْدَهُمْ وَهِيَ مَذْهَبُ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ وَعَنْ مَالِكٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَيْضًا اسْتِحْبَابُ الْوَضْعِ فِي النَّفْلِ وَالْإِرْسَالِ فِي الْفَرْضِ وَهُوَ الَّذِي رَجَّحَهُ الْبَصْرِيُّونَ مِنْ أَصْحَابِهٖ.

(نووی شرح مسلم ج۴ ص۱۱۴، ۱۱۵۔ داراحیاء التراث العربی بیروت)

ترجمہ نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا پسندیدہ ہے۔اور دونوں ہاتھ اپنے سینے کے نیچے اور ناف کے اوپر رکھ لے۔ ہمارا مشہور مذہب یہی ہے۔ یہی قول جمہور (شوافع) کا ہے۔حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت سفیان ثوریؒ، حضرت اسحاق بن راہویہؒ اور ہمارے فقہاء میں سے حضرت ابواسحاق مروزیؒ کا قول یہ ہے کہ دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھے۔حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے دونوں مذہبوں کی طرح دوروایتیں ہیں۔

حضرت امام احمدؒ سے بھی دونوں مذہبوں کی طرح دوروایتیں ہیں۔تیسری روایت یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان نمازی کو اختیار ہے اور دونوں میں کوئی ترجیح نہیں ہے۔ یہی قول امام اوزاعیؒ اور امام ابن منذرؒ کا ہے۔

حضرت امام مالکؒ سے دوروایتیں ہیں۔ایک روایت تو سینے کے نیچے ہاتھ رکھنے کی ہے۔ دوسری روایت ارسال کرنے اور ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر نہ رکھنے کی ہے۔اور یہی روایت حضرت امام مالکؒ کے جمہور اصحاب کی ہے،اور ان کے نزدیک مشہور بھی یہی ہے۔امام لیث بن سعدؒ کا مذہب بھی یہی ہے۔حضرت امام مالکؒ سے ایک روایت نفل نماز میں ہاتھ رکھنے اور فرض نماز میں ارسال کرنے (یعنی ہاتھ چھوڑ رکھنے) کی ہے۔حضرت امام مالکؒ کے بصرہ کے اصحاب نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

2 حضرت امام نوویؒ فرماتے ہیں:

وَيَجْعَلُهُمَا تَحْتَ صَدْرِهٖ وَفَوْقَ سُرَّتِهٖ. هٰذَا هُوَ الصَّحِيحُ المنصوص. وفيه وجه مشهورٌ لابي اسحق الْمَروزي أَنه تجعلهما تحت سُرَّتِهٖ.

وَالْمَذْهَبُ الْأَوَّلُ قَالَ الرَّافِعِيُّ.

(المجموع شرح المهذب ج۳ص۳۱۰. المؤلف: أبو زكريا محيى الدين يحيى بن شرف النووى (المتوفى ۶۷۶ھ). الناشر: دار الفكر)

ترجمہ اور دونوں ہاتھ اپنے سینے سے نیچے اور اپنی ناف کے اوپر رکھ لے۔ یہی صحیح ہے، جو کہ (فقہ شافعی میں) منصوص ہے۔ اور اس میں ابو اسحاق مروزیؒ کی مشہور وجہ ہے کہ وہ ہاتھوں کو اپنی ناف کے نیچے کرے۔ اور (امام شافعیؒ کا) مذہب اوّل ہے (یعنی ناف کے اوپر اور سینے کے نیچے)۔

3 حضرت امام نووی شافعیؒ (التوفی ۶۷۶ھ) مزید فرماتے ہیں:

فِي مَذَاهِبِهِمْ فِي مَحَلِّ مَوْضِعِ الْيَدَيْنِ: قَدْ ذَكَرْنَا أَنَّ مَذْهَبَنَا أَنَّ الْمُسْتَحَبَّ جَعْلُهُمَا تَحْتَ صَدْرِهِ فَوْقَ سُرَّتِهِ. وَبِهٰذَا قَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَدَاوُد. وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَالثَّوْرِيُّ واسحق يجعلها تحت سرته. وبه قال أبو اسحق الْمَرْوَزِيُّ مِنْ أَصْحَابِنَا كَمَا سَبَقَ. وَحَكَاهُ ابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَالنَّخَعِيِّ وَأَبِي مِجْلَزٍ وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رِوَايَتَانِ إِحْدَاهُمَا فَوْقَ السُّرَّةِ وَالثَّانِيَةُ تَحْتَهَا. وَعَنْ أَحْمَدَ ثَلَاثُ رِوَايَاتٍ هَاتَانِ وَالثَّالِثَةُ يَتَخَيَّرُ بَيْنَهُمَا.

(المجموع شرح المهذب ج۳ص۳۱۳. المؤلف: أبو زكريا محيى الدين يحيى بن شرف النووى (المتوفى ۶۷۶ھ). الناشر: دار الفكر)

ترجمہ تفصیل فقہاء کے ہاتھ باندھنے کی جگہ کے بارے میں ہم نے یہ ذکر کردی ہے کہ ہمارے مذہب میں سینے سے نیچے اور ناف سے اوپر ہاتھ باندھنا مستحب ہے۔ اور یہی قول سعید بن جبیرؒ اور داؤدؒ کا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت اسحاق بن راہویہؒ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ ناف کے نیچے رکھے گا۔ ہمارے اصحابِ شوافع میں سے حضرت اسحاق مروزیؒ بھی اسی کے قائل ہیں، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ حافظ ابن منذرؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابراہیم نخعیؒ اور حضرت ابومجلزؒ سے بھی یہی روایت کیا ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے دو روایتیں ہیں۔ایک ناف سے اوپر کی اور دوسری ناف سے نیچے کی۔حضرت امام احمدؒ سے تین رواتیں ہیں۔دو تو یہی (یعنی ناف سے اوپر اور ناف سے نیچے کی) اور تیسری ان دونوں کے درمیان اختیار ہونے کی اور دونوں میں سے کسی ایک کے افضل نہ ہونے کی۔

4 حضرت امام نووی شافعیؒ (المتوفی ٦٧٦ھ) مزید فرماتے ہیں:

ثُمَّ يَضَعُ يَدَيْهِ كَمَا ذَكَرْنَا تَحْتَ صَدْرِهٖ وَفَوْقَ سُرَّتِهٖ عَلَى الصَّحِيحِ.

(روضة الطالبين وعمدة المفتين، ج١ص٢٣٢.المؤلف: أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووى (المتوفى ٦٧٦ھ). تحقيق:زهير الشاويش. الناشر:المكتب الإسلامي، بيروت. دمشق. عمان.الطبعة: الثالثة، ١٤١٢ھ)

ترجمہ پھر رکھ لے اپنے ہاتھ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اپنے سینے کے نیچے اور ناف کے اوپر۔صحیح قول یہی ہے۔

5 علامہ ابن حجر ہیتمیؒ (المتوفی ٩٧٤ھ) فرماتے ہیں:

(قَوْلُهُ إِلٰى مَا تَحْتَ صَدْرِهٖ) أَیْ وَفَوْقَ سُرَّتِهٖ.

(تحفة المحتاج فی شرح المنهاج، ج٢ص١٨.المؤلف:أحمد بن محمد بن علی بن حجر الهيتمي (المتوفی ٩٧٤ھ). روجعت وصححت:علی عدة نسخ بمعرفة لجنة من العلماء .الناشر:المكتبة التجارية الكبرى بمصر لصاحبها مصطفى محمد. ١٣٥٧ھ)

ترجمہ اپنے سینے کے نیچے اور اپنی ناف کے اوپر (ہاتھ باندھے)۔

3.4:۔حضرت امام مالکؒ کا مسلک

1 علامہ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں:

فذهب مالک فی رواية بن الْقَاسِمِ عِنْدَهٗ إِلٰى إِرْسَالِ الْيَدَيْنِ فِی الصَّلَاةِ. وهو قول الليث بن سعد. قال بن الْقَاسِمِ: قَالَ مَالِکٌ: فِی وَضْعِ الْيَدَيْنِ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى فِی الصَّلَاةِ إِنَّمَا يَفْعَلُ ذٰلِکَ فِی

النَّوَافِلِ مِنْ طُولِ الْقِيَامِ. قَالَ: وَتَرْكُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ.

وَقَالَ اللَّيْثُ: سَدْلُ الْيَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ أَحَبُّ إِلَيَّ إِلَّا أَنْ يَطُولَ الْقِيَامُ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَضَعَ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى.

وروى بن نَافِعٍ وَعَبْدُ الْمَلِكِ وَمُطَرِّفٌ عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ: تُوضَعُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فِي الصَّلَاةِ فِي الْفَرِيضَةِ وَالنَّافِلَةِ. قَالَ لَا بَأْسَ بِذٰلِكَ. قَالَ أَبُو عُمَرَ: هُوَ قَوْلُ الْمَدَنِيِّينَ مِنْ أَصْحَابِهٖ.

(الاستذكار ج۲ص۲۹۱. المؤلف: أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمري القرطبي (المتوفى ۴۶۳ھ). تحقيق: سالم محمد عطا، محمد علي معوض. الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت. الطبعة: الأولى، ۱۴۲۱ھ)

ترجمہ حضرت ابن القاسمؒ کی روایت کے مطابق حضرت امام مالکؒ کا مذہب یہ ہے کہ نماز میں ہاتھوں کو چھوڑ دیا جائے۔ یہی قول حضرت لیث بن سعدؒ کا بھی ہے۔ حضرت ابن القاسمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ نماز میں ہاتھوں کو ایک دوسرے کے اوپر رکھنا نوافل میں قیام کے طویل ہونے کی وجہ سے ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ہاتھوں کا چھوڑ دینا میرے نزدیک پسندیدہ عمل ہے۔

حضرت امام لیث بن سعدؒ فرماتے ہیں: نماز میں ہاتھوں کو چھوڑ دینا میرے نزدیک پسندیدہ امر ہے مگر یہ کہ نماز میں قیام طویل کیا جائے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھا جائے۔

حضرت ابن نافعؒ، حضرت عبدالملکؒ اور حضرت مطرفؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ نماز، چاہے فرائض ہوں یا نوافل، میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھا جائے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ کے اصحاب میں سے اہل مدینہ کا یہی قول ہے۔

2 بقية المحدثين علامہ محمد زرقانی مالکیؒ (المتوفی ۱۱۲۲ھ) فرماتے ہیں:

(وَوَضعُ الْيَدَيْنِ أَحدُهُمَا عَلَى الْأُخرىٰ فِي الصَّلاةِ). وَقَوْلُهُ: (يَضَعُ الْيُمْنىٰ عَلَى الْيُسْرىٰ) مِنْ قَوْلِ مَالِكٍ، لَيْسَ مِنَ الْحَدِيثِ وَهُوَ أَمْرٌ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ فِي هَيْئَةِ وَضعِ الْيَدَيْنِ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرىٰ.قَالَهُ أَبُو عُمَرَ فِي التَّقَصِّي......... قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ: لَمْ يَأْتِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ خِلَافٌ وَهُوَ قَوْلُ جُمْهُورِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ، وَهُوَ الَّذِي ذَكَرَهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّأِ، وَلَمْ يَحْكِ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَغَيْرُهُ عَنْ مَالِكٍ غَيْرَهُ.

وَرَوَى ابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ مَالِكٍ الْإِرْسَالَ وَصَارَ إِلَيْهِ أَكْثَرُ أَصْحَابِهِ وَرُوِيَ أَيْضًا عَنْهُ إِبَاحَتُهُ فِي النَّافِلَةِ لِطُولِ الْقِيَامِ وَكُرْهِهِ فِي الْفَرِيضَةِ.

(شرح الزرقانی علی موطأ الإمام مالک، ج۱ص۵۴۷،۵۴۸.المؤلف: محمد بن عبد الباقی بن یوسف الزرقانی المصری الأزهری المتوفی ۱۱۲۲ھ). تحقیق:طه عبد الرء وف سعد.الناشر:مكتبة الثقافة الدينية، القاهرة. الطبعة:الأولى،۱۴۲۴ھ)

ترجمہ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا ایک اجماعی مسئلہ ہے۔اس کے خلاف جناب رسول اللہ ﷺ سے کچھ منقول نہیں ہے۔یہی جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ کا قول ہے۔اسی مذہب کو حضرت امام مالکؒ نے مؤطا میں ذکر کیا ہے۔امام ابن المنذرؒ وغیرہ نے یہی حضرت امام مالکؒ سے روایت کیا ہے۔

حضرت امام ابن قاسمؒ نے حضرت امام مالکؒ سے ارسال یدین ذکر کیا ہے۔اسی کی طرف ان کے اصحاب گئے ہیں۔حضرت امام مالکؒ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ نفل نمازوں میں طویل قیام کی وجہ سے ہاتھوں کو باندھنا جائز ہے اور فرائض میں مکروہ ہے۔

3.5: نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے وجوہِ ترجیح

حضور ﷺ سے براہِ راست قولی طریقہ سے نماز میں ہاتھوں کے ناف کے اوپر یا

نیچے باندھنے کا حکم منقول نہیں۔ صحابہ کرام ؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ نیز فقہائے کرامؒ میں سے بعض حضرات ناف سے نیچے اور بعض حضرات ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔ امام ترمذیؒ نے اسی وجہ سے فرمایا کہ اس مسئلہ میں گنجائش ناف سے اوپر اور نیچے دونوں کی پائی جاتی ہے۔

1 حضرت امام ترمذیؒ (المتوفی ۲۷۹ھ) فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّنَا، فَيَأْخُذُ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ. وَفِي البَابِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، وَغُطَيْفِ بْنِ الحَارِثِ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ مَسْعُودٍ، وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ. حَدِيثُ هُلْبٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَالعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالتَّابِعِينَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ، يَرَوْنَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ يَمِينَهُ عَلٰى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ، وَرَأٰى بَعْضُهُمْ أَنْ يَضَعَهُمَا فَوْقَ السُّرَّةِ. وَرَأَى بَعْضُهُمْ: أَنْ يَضَعَهُمَا تَحْتَ السُّرَّةِ. وَكُلُّ ذٰلِكَ وَاسِعٌ عِنْدَهُمْ. وَاسْمُ هُلْبٍ: يَزِيدُ بْنُ قُنَافَةَ الطَّائِيُّ.

(ترمذی ص ۱۲۹ رقم ۲۵۲ طبع دار المعرفہ، بیروت)

ترجمہ حضرت قبیصہ بن ہلبؒ اپنے والد حضرت ہلب ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہماری امامت فرماتے تھے، تو اپنے بائیں ہاتھ کو اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیا کرتے تھے۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت وائل بن حجر ؓ، حضرت غطیف بن حارث ؓ، حضرت عبداللہ بن عباس ؓ، حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ اور حضرت سہل بن سعد ؓ سے احادیث مروی ہیں۔ حضرت ہلب ؓ کی (مذکورہ) حدیث ''حسن'' ہے۔ اسی پر نبی ﷺ کے صحابہ کرام ؓ، تابعینؒ اور ان کے بعد کے اہلِ علم (تبع تابعینؒ) حضرات کا عمل ہے، جو یہ فرماتے ہیں کہ آدمی نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے۔ اور ان (صحابہ ؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ) میں سے

بعض اہلِ علم حضرات ہاتھوں کو ناف کے اوپر اور بعض ناف کے نیچے رکھنے کے قائل ہیں۔ ان سب (یعنی ناف سے اوپر اور نیچے ہاتھ رکھنے) کی ان کے نزدیک گنجائش ہے۔

☆ حضرت امام ترمذیؒ کے کلام سے معلوم ہوا کہ بعض صحابہ ﷺ، تابعینؒ اور ان کے بعد کے اہلِ علم حضرات ناف کے اوپر اور بعض ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔ اور صحابہ کرام ﷺ اور ان کے بعد کے اہل علم حضرات کا اس مسئلہ میں اختلافِ رائے کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے قولاً وفعلاً دونوں صورتیں اخذ کی ہیں۔

2 علامہ بدرالدین عینیؒ (المتوفی ۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

وَاحْتج صَاحب الْهِدَايَة لِأَصْحَابنَا فِي ذٰلِک بقوله ﷺ: ''إن من السّنة وضع الْيُمْنٰى على الشمَال تَحت السُّرَّة''. قلت: هٰذَا قَول عَليّ بن أبى طَالب. وَإِسْنَاده إِلَى النَّبِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غير صَحِيح. وَإِنَّمَا رَوَاهُ أَحْمد فِي مُسْنده، وَالدَّارَقُطْنِيّ، ثمَّ الْبَيْهَقِيّ من جِهَته فِي سنَنَيْهِمَا من حَدِيث أبى جُحَيْفَة عَن عَليّ رَضِي اللّٰه تَعَالٰى عَنهُ، أَنه قَالَ: ''إِن من السّنة وضع الْكَفّ على الْكَفّ تَحت السُّرَّة''. وَقَول عَليّ أَن من السّنة. هٰذَا اللَّفْظ يدْخل فِي الْمَرْفُوع عِنْدهم. وَقَالَ أَبُو عمر فِي التَّقَصِّي: وَاعْلَم أَن الصَّحَابِيّ إِذا أطلق اسْم السّنة، فَالْمُرَاد بِهِ سنة النَّبِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَكَذٰلِک إِذا أطلقها غَيره مَا لم تضف إِلَى صَاحبهَا كَقَوْلِهِم سنة الْعُمَرَيْنِ وَمَا أشبه ذٰلِک.

(عمدة القاری شرح صحيح البخاری، ج۵ص۲۷۹. المؤلف: أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين الغيتابى الحنفى بدر الدين العينى (المتوفى ۸۵۵ھ). الناشر: دار إحياء التراث العربى، بيروت)

ترجمہ ہمارے فقہاء میں سے صاحب ہدایہ (علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل الفرغانی المرغینانی، ابوالحسن برہان الدین: المتوفی ۵۹۳ھ) نے اس روایت سے دلیل پکڑی ہے کہ سنت

دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول مبارک ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کو منسوب کرنا صحیح نہیں ہے (یعنی یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں ہے)۔ اس حدیث کو امام احمدؒ نے اپنی مسند میں، دار قطنیؒ نے اور پھر امام بیہقیؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ اپنی سنن (سنن دار قطنی، سنن بیہقی) میں حضرت ابو حنیفہؒ کی حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سنت (دائیں) ہاتھ کا (بائیں) ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ سنت ہے، یہ لفظ فقہاء کے نزدیک مرفوع حدیث میں داخل ہے۔ علامہ ابو عمرؒ نے ''تقصی'' میں فرمایا ہے کہ یہ بات جان لینی چاہیے کہ صحابیؓ جب سنت کے لفظ کا اطلاق فرمائے تو اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مراد ہوتی ہے۔ اور اسی طریقہ سے جب غیر صحابی سنت کا اطلاق کرے (تب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مراد ہوا کرتی ہے)، جب تک اس کی نسبت کسی دوسرے کی طرف نہ ہو، جیسا کہ علماء کا قول کہ عمرین کی سنت اور اس کے مشابہ دوسرے الفاظ۔

3 شیخ محمد مخدوم ہاشمیؒ (المتوفی ۱۱۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان یہ اختلاف صرف اس وجہ سے ہوا کہ یا تو انہوں نے نبی علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو مختلف دیکھا، یا پھر ان کے نزدیک دونوں طرح کی حدیثیں ثابت ہوں گی، ورنہ اگر صرف ناف کے اوپر کی حدیث ہی ثابت ہوتی تو سب اسی پر اکتفاء کرتے''۔

(ترصیع الدرّة علی درهم الصرة، ص۸۲. المؤلف: شیخ محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی (المتوفی ۱۱۷۴ھ) طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی. الطبعۃ: الأولی ۱۴۱۴ھ)

4 محدث شیخ محمد ہاشم سندھیؒ فرماتے ہیں:

''ہم ترجیح دینے کے کلام کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہ بات مخفی نہیں ہے کہ مجتہدینؒ نے جب اس بات میں متعارض احادیث کو پایا، تو انہوں نے ان کے درمیان بہت سی وجوہات کے پیشِ نظر ترجیح کو اختیار کیا۔ پس ان میں سے بعض وجوہات ان کے

متبعین کی کتب میں منقول ہیں

☆ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے دونوں ہاتھ ناف سے نیچے رکھنے کو تواضع اور تعظیم کی حالت ہونے کی وجہ سے ترجیح دی۔ اور اسی وجہ سے بادشاہوں اور امیروں کے سامنے (تعظیماً) اس طرح (ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر) کھڑا ہونا رائج ہے۔ پس مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی (بدرجۂ اولیٰ) اسی طرح (تواضع کی حالت میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر) کھڑا ہونا مستحب ہو۔

☆ (دوسرے) اس لیے بھی کہ اس طریقہ میں اہلِ کتاب کے ساتھ مشابہت سے بھی حفاظت ہے، کیونکہ وہ اپنی نماز کی حالت میں اپنے ہاتھوں کو سینہ پر رکھتے ہیں، جیسا کہ مرنے کے بعد بھی (میت کے ہاتھ سینے پر ہی) رکھتے ہیں۔ پس جس طریقہ میں ان کے طریقہ سے حفاظت ہو، وہ بہتر ہے۔

☆ (تیسرے) اس لیے بھی کہ ناف کے نیچے ہاتھ رکھنے کے بارے میں (حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں) سنت ہونے کا لفظ آیا ہے اور سینہ پر ہاتھ رکھنے کے بارے میں یہ لفظ نہیں آیا بلکہ وہ تو احوال کا واقعہ ہے، جس کو عموم نہیں ہوتا۔

اس کے علاوہ ترجیح کی اور وجوہات ہیں، جن میں سے بعض کا ذکر ہم نے اس سے پہلے ''درہم الصرۃ'' میں کر دیا ہے''۔

(ترصیع الدرّۃ علی درھم الصرۃ ص۸۷، ۸۸. المؤلف: شیخ محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی (المتوفی ۱۱۷۴ھ) طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی. الطبعۃ: الأولی: ۱۴۱۴ھ)

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (المتوفی ۱۳۹۴ھ) فرماتے ہیں: 5

میں (ظفر احمد عثمانیؒ) کہتا ہوں: ہمارے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث اس (یعنی حضرت طاؤسؒ کی مرسل حدیث) کے مقابلہ میں راجح ہے، کیونکہ اس (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث) میں دونوں ہاتھوں کے ناف کے نیچے رکھنے کی سنت ہونے کی تصریح ہے، اور سینے پر ہاتھ رکھنے کی تمام احادیث افعال کے قسم سے ہیں (یعنی ان

میں ایک فعل کا ذکر ہے، سنت ہونے کا ذکر نہیں)۔ جن سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ سینے پر ہاتھ رکھنا ایسی سنت ہو جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے مواظبت فرمائی ہو۔ وہ تو احوال کی حکایت ہے، جن کو عموم نہیں ہوتا۔ ''کَانَ'' کا لفظ استقرار کا تقاضا نہیں کرتا۔

اس کے ساتھ یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ اس (یعنی طاؤسؒ کی مرسل حدیث) کی دلالت سنت کے لفظ کی دلالت سے کمزور ہے۔ پس ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی حدیث کو لینا زیادہ اولیٰ اور قرین صواب ہے۔ اس کے علاوہ دوسری احادیث (جو افعال کی قسم سے ہیں) ہمارے نزدیک بیانِ جواز پر محمول ہیں۔

اس کے علاوہ قیاس بھی ناف کے نیچے ہاتھ رکھنے کو ترجیح دیتا ہے، کیونکہ تعظیم کا ارادہ کرنے کی حالت میں اسی طرح (ناف کے نیچے ہاتھ رکھنا) رائج ہے۔

(اعلاء السنن: باب: وضع الیدین تحت السرۃ و کیفیۃ الوضع: ج۲ص۱۹۷ المؤلف: مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (المتوفی ۱۳۹۴ھ). ناشر: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی ۱۴۲۷ھ)

باب 4

غیر مقلدین کے مسلک کا جائزہ

4.1: ۔ائمہ اربعہؒ کا مسلک حق ہے اور غیر مقلدین کا مسلک شاذ ہے

1 جیسا کہ پچھلے باب میں بیان کیا گیا ہے کہ نماز میں ہاتھ باندھنے کی ہیئت کے لحاظ سے ائمہ اربعہؒ کا مسلک تو ناف کے نیچے یا اوپر ہاتھ باندھنا ہی ہے، سینہ پر ہاتھ باندھنا کسی کا بھی مسلک نہیں ہے۔ موجودہ دور کے غیر مقلدین کا مسلک ''سینہ پر ہاتھ باندھنا'' جمہور اُمت کے خلاف اور خرقِ اجماع ہے۔ نیز غیر مقلدین کی اکثریت کا مذہب سینہ پر ہاتھ باندھنا اور دائیں ہاتھ سے بائیں بازو کی کہنی کو پکڑنا ہے جو صریح حدیث کے خلاف بھی ہے۔

مشہور غیر مقلد زبیر علی زئی اپنے مسلک کو ثابت کرنے کے لیے احادیث کے تراجم میں تحریف اور غلط استنباط کر کے کس طرح اپنا مسلک (سینہ پر ہاتھ باندھنا، دائیں ہاتھ سے بائیں بازو کی کہنی کو پکڑنا) ثابت کرتا ہے:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے) حکم دیا جاتا تھا کہ ہر شخص نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ذراع پر رکھے۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۰۲ رقم ۷۴۰)

فوائد اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے چاہئیں۔ آپ اگر اپنا

دایاں ہاتھ اپنی ''ذراع'' (کہنی کے سرے سے لے کر درمیانی انگلی کے سرے تک ہاتھ کے حصے) پر رکھیں گے تو دونوں ہاتھ خود بخود سینہ پر آجائیں گے۔ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ہتھیلی کی پشت، رُسغ (کلائی) اور ساعد (کلائی سے لے کر کہنی تک) پر رکھا (نسائی، سنن ابی داؤد، ابن خزیمہ، ابن حبان)۔

سینے پر ہاتھ باندھنے کی تصدیق اس روایت سے بھی ہوتی ہے، جس میں آیا ہے:

''**یضع هٰذه علٰی صدره....... الخ**''

آپ ﷺ یہ (ہاتھ) اپنے سینے پر رکھتے تھے (مسند احمد ج۵ ص۲۲۶)۔

(نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص ۷۷)

اسی کتاب کے صفحہ ۱۴ پر اوپر مذکور حدیث ابوداؤد وغیرہ کو نقل کرتے ہیں اور پھر اس کی تشریح یوں کرتے ہیں:

تشریح ''**الکف والرسغ والساعد**'' اصل میں ذراع (بخاری: ۷۴۰) کی تشریح ہے۔ المعجم الوسیط (۱/۴۳۰) میں ہے: ''**الساعد: مابین المرفق والکف من أعلٰی**''۔ساعد کہنی اور ہتھیلی کے درمیان (اوپر کی طرف) کو کہتے ہیں۔

تنبیہ ''**الساعد**'' سے مراد پوری ''**الساعد**'' ہے، ''**بعض الساعد**'' نہیں۔ ''**بعض الساعد**'' کی تخصیص کسی حدیث میں نہیں ہے۔لہٰذا ''**الساعد**'' پر ہاتھ رکھنا لازم ہے۔تجربہ شاہد ہے کہ اس طرح ہاتھ رکھے جائیں تو خود بخود سینے پر ہی ہاتھ رکھے جاسکتے ہیں۔(نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص ۱۴، ۱۵)

2 اس غالی غیر مقلد نے کس طرح تحریف کی ہے؟!! اس کی تفصیل اسی باب میں آگے بیان کردی ہے۔یہاں صرف ایک حوالہ ہی کافی ہے۔اس کے رد کے لیے غیر مقلدین کے ہی مشہور عالم دین مولانا عبیداللہ مبارک پوریؒ کا یہ بیان ہی کافی ہے:

واعلم أنه لم یرد فی روایة وضع الذراع علی الذراع. فما یفعله بعض العوام من وضع الذراع علی الذراع بحیث أنه یضعون الکف الیمنی علی مرفق الید الیسری أو قریباً منه، ثم یأخذونه بأصابع الید الیمنی

هو مما لا أصل له.

(مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٣ص٦٠. المؤلف: أبو الحسن عبيد الله بن محمد عبد السلام بن خان محمد بن أمان الله بن حسام الدين الرحماني المباركفوري (المتوفى ١٤١٤ھ). الناشر: إدارة البحوث العلمية والدعوة والإفتاء، الجامعة السلفية، بنارس الهند. الطبعة: الثالثة ١٤٠٤ھ)

ترجمہ اور بعض (جاہل) عوام جو یہ کرتے ہیں کہ بازو پر بازو اس طرح جار کھتے ہیں کہ دائیں ہتھیلی بائیں کہنی تک یا اس کے قریب پہنچ جائے۔ پھر دائیں انگلیوں سے اس کو پکڑتے ہیں۔ یہ وہ عمل ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

4.1.1: علمائے اُمت کی تحقیقات

1 حضرت امام ترمذیؒ (التوفی ٢٧٩ھ) فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّنَا، فَيَأْخُذُ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ. وَفِي البَابِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، وَغُطَيْفِ بْنِ الحَارِثِ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ مَسْعُودٍ، وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ. حَدِيثُ هُلْبٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَالعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالتَّابِعِينَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ، يَرَوْنَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ يَمِينَهُ عَلٰى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ، وَرَأٰى بَعْضُهُمْ أَنْ يَضَعَهُمَا فَوْقَ السُّرَّةِ. وَرَأَى بَعْضُهُمْ: أَنْ يَضَعَهُمَا تَحْتَ السُّرَّةِ. وَكُلُّ ذٰلِكَ وَاسِعٌ عِنْدَهُمْ .وَاسْمُ هُلْبٍ: يَزِيدُ بْنُ قُنَافَةَ الطَّائِيُّ.

(ترمذی ص١٢٩ ارقم ٢٥٢ طبع دار المعرفہ، بیروت)

ترجمہ حضرت قبیصہ بن ہلبؒ اپنے والد حضرت ہلب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری امامت فرماتے تھے، تو اپنے بائیں ہاتھ کو اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیا کرتے تھے۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت وائل بن حجرؓ، حضرت غطیف بن حارثؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت سہل بن سعدؓ سے احادیث مروی ہیں۔ حضرت ہلبؓ کی (مذکورہ) حدیث ''حسن'' ہے۔ اسی پر نبی ﷺ کے صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور ان کے بعد کے اہلِ علم (تبع تابعینؒ) حضرات کا عمل ہے، جو یہ فرماتے ہیں کہ آدمی نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے۔ اور ان (صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ) میں سے بعض اہلِ علم حضرات ہاتھوں کو ناف کے اوپر اور بعض ناف کے نیچے رکھنے کے قائل ہیں۔ ان سب (یعنی ناف سے اوپر اور نیچے ہاتھ رکھنے) کی ان کے نزدیک گنجائش ہے۔

2 حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں:

وقال أبوالطيب المدني: قال الترمذی: لم يأخذأحد من الأربعة بالوضع على الصدر.

(معارف السنن ج ۲ ص ۴۳۶ طبع مکتبۃ الرشیدیہ، کراچی)

ترجمہ حضرت ابوالطیب مدنیؒ فرماتے ہیں: حضرت امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کا مذہب ائمہ اربعہؒ میں سے کسی کا بھی نہیں ہے۔

3 حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ (المتوفی ۱۳۵۲ھ) فرماتے ہیں:

سلف سے ''فوق السرة'' اور ''تحت السرة'' دونوں طرح ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا ثابت ہے۔ لیکن ''فوق الصدر'' (سینے کے اوپر) بے اصل ہے۔ اس کا ثبوت سلفؒ سے نہیں ہے۔ اور اس کا وجود دو سو سال سے ہوا ہے۔ صحیح ابن خزیمہ میں ''على الصدر'' کا لفظ ہے، جو ضعیف ہے۔ اسی لیے کسی مذہب میں بھی اس پر عمل نہیں ہوا۔ نکتہ یہ ہے کہ نماز میں احکم الحاکمین کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا ایسا ہی ہے جیسے نوکر و غلام بطورِ تعظیم، آقاؤں اور بادشاہوں کے سامنے کمر پر پیٹی باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنا تعظیم کی کوئی صورت نہیں ہے۔

حضرت انور شاہ کشمیریؒ نے یہ بھی فرمایا: صحیح ابن خزیمہ میں حضرت وائلؓ کی روایت

ہے، جس کو اور بھی دوسرے راویوں نے روایت کیا ہے، مگر کسی نے بھی ''علی الصدر'' کا اضافہ نہیں کیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ زیادتی ایک زمانہ کے بعد ہوئی ہو۔ لہٰذا اس پر جمود کرنا صحیح نہیں، خصوصاً جب کہ سلفؒ میں کسی نے اس پر عمل نہیں کیا ہے۔ اسی لیے امام ترمذیؒ نے جو اختلاف مذاہب نقل کیا کرتے ہیں، سینے پر ہاتھ باندھنا کسی کا بھی مذہب نقل نہیں کیا۔ انھوں نے لکھا کہ اہل علم صحابہؓ و تابعینؒ اور بعد کے حضرات بھی نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے تھے۔ اور بعض ناف کے اوپر اور بعض ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے تھے۔ اور ان میں سے ہر ایک کی گنجائش ہے۔

(انوار الباری شرح صحیح البخاری ج ۱٦ ص ۳۳۸، ۳۳۹ طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

4 حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ (المتوفی ۱۳۵۲ھ) فرماتے ہیں:

ثم انه وقع عند ابن خزيمة في حديث وائل لفظ: على الصدر أيضاً، وهو معلول عندي قطعاً، لأنه لم يعمل به أحد من السلف، ولا ذهب اليه أحد من الأئمة.

(فیض الباری، باب: **رفع اليدين اذا قام من الركعتين**)

ترجمہ پھر ابن خزیمہؒ کے نزدیک حضرت وائلؓ کی حدیث میں ''علی الصدر'' کے الفاظ بھی ہیں۔ وہ میرے نزدیک یقیناً معلول ہیں، کیونکہ سلفِ صالحینؒ میں سے کسی نے بھی اس پر عمل نہیں کیا ہے۔ اور نہ ائمہ اربعہؒ میں سے کسی نے بھی اس کو اختیار کیا ہے۔

5 حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ (المتوفی ۱۳۴٦ھ) فرماتے ہیں:

فانحصر مذهب المسلمين في ثلاثة: أحدها: الوضع تحت السرة. وثانيها: فوق السرة تحت الصدر. وثالثها: الارسال. بل انحصر الوضع في هيئتين: تحت الصدر، وتحت السرة. ولم يوجد على قال الشوكاني: مذهب من مذهب المسلمين أن يكون الوضع على الصدر. فقول الوضع على الصدر خارج من مذاهب المسلمين، وخارق لاجماعهم المركب.

(بذل المجهود ج ٢ ص ٢٥، باب وضع اليمنى على اليسرىٰ في الصلاة. طبع مكتبة قاسميه، ملتان)

ترجمہ لہٰذا تمام امت مسلمہ کے اس مسئلہ میں تین مذاہب ہو گئے ہیں: (۱) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا، (۲) سینہ کے نیچے اور ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا، (۳) ارسال یدین (ہاتھوں کو چھوڑنا)۔ بلکہ ہاتھ باندھنے کی ہیئت کے لحاظ سے دو ہی صورتیں بنتی ہیں: سینہ کے نیچے، اور ناف کے نیچے۔ جو قاضی شوکانیؒ نے کہا ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھے جائیں، تو یہ مسلمانوں کے مذہب میں سے کسی کا بھی مذہب نہیں ہے۔ تو پھر سینے پر ہاتھ باندھنے کا مذہب اختیار کرنے کا قول تمام مسلمانوں کے مذاہب میں سے کسی کا بھی مذہب نہیں ہے اور یہ تو خرقِ اجماع ہے، یعنی تمام اُمت کے اجماع کے خلاف ہے۔

6 حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ فرماتے ہیں:

جب ابوالحسن سندھی اور محمد حیات سندھی نے نماز میں ہاتھ سینے پر باندھنے شروع کر دیئے۔ اور ساتھ ساتھ یہ پروپیگنڈا بھی شروع کر دیا کہ نماز میں ناف کے نیچے باندھنے کی حدیث نہیں۔ تو مخدوم شیخ محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی قدس سرہ نے ان پر دو اعتراض کیے:

۱ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا ائمہ اربعہؒ میں سے کسی کا بھی مذہب نہیں۔

۲ چاروں اماموں کے خلاف ایک نیا پانچواں مذہب گھڑنا بالا جماع باطل ہے۔

چنانچہ امام ترمذیؒ نے جامع ترمذی میں دو ہی مذہب بیان فرمائے ہیں: بعض کا مذہب ہے کہ نماز میں ہاتھ "فوق السرة" ناف کے اوپر باندھے جائیں۔ بعض کا مذہب ہے کہ نماز میں "تحت السرة" ناف کے نیچے باندھے جائیں۔ گویا امام ترمذیؒ کے زمانہ تک کسی مجتہد کا مذہب سینے پر ہاتھ باندھنا نہ تھا۔ امام ترمذیؒ کی وفات ۲۷۹ھ میں ہے۔ بلکہ امام ترمذیؒ کے چار سو سال بعد تک یہی معلوم تھا کہ سینے پر ہاتھ باندھنا کسی امام کا مذہب نہیں۔ چنانچہ علامہ نوویؒ (المتوفی ۶۷۶ھ) نے بھی مذاہبِ اربعہ نقل فرمائے ہیں اور کسی امام سے بھی "علی صدرہ" کی صراحت پیش نہ

کر سکے۔اسی طرح بارہویں صدی ہجری تک بھی شیخ مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ کے مطالبہ کے باوجود شیخ ابوالحسن علی سندھیؒ اور شیخ محمد حیات سندھیؒ بھی کسی مجتہد سے یا مذاہب اربعہ کے کسی متن سے ''علیٰ صدرہ'' کی صراحت نہ دکھا سکے۔حضرت شیخ مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ کا مؤقف تھا کہ چار ہی مذاہب متواتر ہیں۔اس لیے ان کا اتفاق اجماع ہے (تجلیات صفدر ج۴ص۵۳،۵۴)۔

7 علامہ ابن نجیم مصریؒ (المتوفی ۹۷۰ھ) اپنی کتاب: اَلْاَشْبَاہُ وَالنَّظَائِرُ میں فرماتے ہیں:

وَمَا خَالَفَ الْأَئِمَّةَ الْأَرْبَعَةَ مُخَالِفٌ لِلْإِجْمَاعِ.

(الْأَشْبَاهُ وَالنَّظَائِرُ عَلٰى مَذْهَبِ أَبِي حَنِيْفَةَ النُّعْمَانِ ص۹۲. المؤلف: زين الدين بن إبراهيم بن محمد، المعروف بابن نجيم المصرى (المتوفى ۹۷۰ھ) وضع حواشيه وخرج أحاديثه: الشيخ زكريا عميرات. الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان. الطبعة: الأولى ۱۴۱۹ھ)

ترجمہ ائمہ اربعہؒ کی مخالفت اجماع کی مخالفت ہے۔

8 عرب محقق ماہر یٰسین فحل مدظلہ العالی نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق اپنی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ان لم أجد نقلا قويا عن أحد من السلف يقول بوضع اليد اليمنى على اليسرىٰ على الصدر.

(نماذج من الاحاديث المتعارضه ج۱۴ص۸)

ترجمہ اسلاف میں سے کسی ایک کے متعلق بھی مجھے کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ملا جو اس بات کا قائل ہو کہ نمازی دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ کر سینے کے اوپر باندھے۔

9 غیر مقلدین اجماعِ اُمت کے خلاف مسلک اختیار کرتے ہوئے جن دلائل کا سہارا لیتے ہیں۔وہ صحیح نہیں ہیں۔

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''فوق الصدر کی کوئی مرفوع یا موقوف روایت اصولِ حدیث کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے''۔ (خزائن السنن ص ۳۴۰ طبع مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ)

4.2:۔ زبیر علی زئی کے پیش کردہ دلائل کا تحقیقی جائزہ

زبیر علی زئی نے اپنی پوری کتاب: ''نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام'' میں صرف چار (۴) روایتیں پیش کی ہیں۔ ان میں دو (۲) روایتوں سے احتجاج کیا اور دو (۲) روایتیں شواہد میں پیش کی ہیں۔ اور ان شاہد حدیثوں کے بارے میں زبیر علی زئی غیر مقلد خود اعتراف کرتے ہیں کہ یہ حدیثیں ضعیف ہیں۔ لہٰذا چار (۴) میں سے دو (۲) حدیثیں تو زبیر علی زئی غیر مقلد کے نزدیک ضعیف ہیں۔ ان میں سے ابن خزیمہ (ج ۱ ص ۲۴۳) میں حضرت وائل بن حجرؓ کی مومل بن اسماعیلؒ سے روایت زبیر علی زئی کے نزدیک ضعیف اور دوسری حضرت طاؤسؒ کی مرسل حدیث جو ابوداؤد (رقم ۷۵۹) میں ہے۔ وہ بھی زبیر علی زئی کے نزدیک ضعیف ہے۔ پھر حضرت قبیصہ بن ہلبؓ کی حدیث کو مضبوط کرنے کیلئے ان دو حدیثوں کو انہوں نے شواہد میں ذکر کیا ہے۔ مگر حضرت قبیصہ بن ہلبؓ کی حدیث میں نماز کے اندر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہی نہیں ہے۔ مزید یہ کہ اس کی سند اور متن بھی ضعیف ہے۔ اور زبیر علی زئی غیر مقلد کی پیش کردہ دلیل جو حضرت وائل بن حجرؓ کی صحیح ابن حبان (ج ۳ ص ۱۶۷) اور مسند احمد (ج ۴ ص ۳۱۸) کی حدیثیں بھی سینے پر ہاتھ باندھنے کے لفظوں کو ثابت نہیں کرتی ہیں۔ لہٰذا غیر مقلدین حضرات کے پاس کوئی ایک صریح و صحیح حدیث ایسی نہیں جو وہ اپنے دعویٰ پر پیش کر سکیں۔ لہٰذا اس موضوع پر غیر مقلدین کے پاس ایک بھی صحیح صریح دلیل موجود نہیں ہے۔ جبکہ اکثر محدثین کرام تو سینے پر ہاتھ باندھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ جمہور محدثین کرام ناف کے اوپر (یعنی پیٹ پر) اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔

4.2.1:۔ دلیل 1:۔ حدیثِ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ ثم وضع يده اليمنى على ظهر كفه اليسرى والرسغ

والساعد.

پھر آپ نے دایاں ہاتھ بائیں ہتھیلی، کلائی اور (ساعد) بازو پر رکھا۔

(صحیح ابن حبان؛ مسند احمد؛ سنن النسائی؛ سنن ابی داوٗد مع بذل المجہود؛ نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص ۱۴)

جواب

1 زبیر علی زئی غیر مقلد عنوان تو سینے پر ہاتھ باندھنا کا لکھ رہے ہیں۔ مگر حدیث وائل بن حجرؓ کی حدیث میں تحت السرۃ یا سینے پر ہاتھ باندھنے کے الفاظ موجو نہیں ہیں۔ لہٰذا اس دلیل سے استدلال زبیر علی زئی غیر مقلد کی کم علمی کا اظہار ہے۔

2 سنن نسائی کی حدیث میں تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اُٹھانے کا ذِکر ہے۔ جس پر زبیر علی زئی غیر مقلد و دیگر غیر مقلدین حضرات کا عمل نہیں بلکہ غیر مقلدین حضرات کندھوں تک کے قائل ہیں۔

3 زبیر علی زئی صاحب نے حدیث وائل بن حجرؓ کے ترجمہ میں اپنے مسلک سے وفا کی اور حدیث کے ترجمہ میں بد دیانتی کی ہے۔ **وضع یدہ الیمنی علی ظهر كفه اليسرىٰ والرسغ والساعد** کا ترجمہ: ''پھر آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ہتھیلی، کلائی اور (ساعد) بازو پر رکھا'' کیا ہے۔ یہ غلط ترجمہ کیا ہے۔

4 ''**ظهر كفه اليسرى**'' کا مطلب بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت ہے۔ ان الفاظ کے معنی سے صاف ظاہر ہے کہ جب بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر جب دایاں ہاتھ رکھیں گے تو انگلیاں کلائی پر ہوں گی۔ لہذا اس طرح عمل کرنے سے کسی صورت میں بازو پر ہاتھ نہیں باندھے جا سکتے۔ زبیر علی زئی کی عیاری تو حدیث کے الفاظ: **وضع يده اليمنى** یعنی دایاں ہاتھ رکھا، **على ظهر كفه اليسرىٰ** یعنی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر، سے ہی کھل جاتی ہے مگر معلوم نہیں کہ بھولے بھالے غیر مقلدین کو اپنے نام نہاد محدث اور ماہر اسماء الرجال کی عیاری کیوں نظر آتی ؟!!

5 زبیر علی زئی صاحب نے ''الرسغ'' کے معنی ''کلائی'' کیے ہیں جو بالکل ہی غلط ہے۔

ا عربی اردو لغت کی مشہور کتاب المنجد میں ہے۔ رسغ والرسغ: گٹا، پہنچا (المنجد صفحہ ۳۸۳)

۲ عربی کی مشہور زمانہ لغت لسان العرب (ج ۸ ص ۹۳) میں ''الرسغ'' کے بارے میں لکھا ہے: الرسغ: مفصل مابين الكف والذراع

ترجمہ یعنی ہتھیلی اور کلائی کا درمیانی جوڑ۔ یعنی گٹ۔

۳ امام ابن الاثیرؒ اپنی کتاب میں ''الرسغ'' کے بارے میں لکھتے ہیں:

الرسغ، بالسين: مَوصِل الساعد بالكف.

(جامع الأصول في أحاديث الرسول، ج ۵ ص ۴۲۴ تحت رقم ۳۵۷۹. المؤلف: مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد بن محمد بن محمد ابن عبد الكريم الشيباني الجزري ابن الأثير (المتوفی ۶۰۶ھ). تحقيق: عبد القادر الأرناؤط، التتمة تحقيق: بشير عيون. الناشر: مكتبة الحلواني، مطبعة الملاح، مكتبة دار البيان. الطبعة: الأولى)

ترجمہ ''الرسغ'' سین سے ہے، کلائی اور ہتھیلی کا درمیانی جوڑ۔

۴ حضرت ابن الاثیر الجزری النهاية في غريب الحديث والاثر میں لکھتے ہیں:

رَصَغ: (س) فِيهِ إِنَّ كُمَّه كَانَ إِلَى رُصُغِهِ. هِيَ لُغَة فِي الرُّسغ، وَهُوَ مَفْصِل مَا بَيْنَ الكَفِّ والسَّاعِد.

(النهاية في غريب الحديث والأثر، ج ۲ ص ۲۲۷. المؤلف: مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد بن محمد بن محمد ابن عبد الكريم الشيباني الجزري ابن الأثير (المتوفی ۶۰۶ھ). تحقيق: طاهر أحمد الزاوى، محمود محمد الطناحي. الناشر: المكتبة العلمية، بيروت، ۱۳۹۹ھ)

ترجمہ ''الرسغ'' سین اور صاد دونوں سے ہے، کلائی اور ہتھیلی کا درمیانی جوڑ۔

۵ حضرت ابو عبد الرحمٰن الفراہیدیؒ کتاب العین میں لکھتے ہیں:

رسغ: الرُّسغ: مَفْصِلُ ما بين الساعد والكف، والساق والقدم.

(كتاب العين، ج ۴ ص ۳۷۷. المؤلف: أبو عبد الرحمن الخليل بن أحمد بن عمرو بن تميم الفراهيدي البصري (المتوفی ۱۷۰ھ). المحقق: د. مهدي المخزومي، د. إبراهيم السامرائي. الناشر: دار ومكتبة الهلال)

ترجمہ "الرسغ": کلائی اور ہتھیلی کا درمیانی جوڑ۔ پنڈلی اور پاؤں کا درمیانی جوڑ۔

☆ پس معلوم ہوا کہ "رسغ" کا صحیح معنی ہاتھ اور بازو کے درمیان والا جوڑ ہے نہ کہ کلائی۔

٦ غیر مقلدین حضرات کے ممدوح جناب قاضی شوکانی صاحبؒ لکھتے ہیں:

(وَالرُّسُغُ) بِضَمِّ الرَّاءِ وَسُكُونِ الْمُهْمَلَةِ بَعْدَهَا مُعْجَمَةٌ: هُوَ الْمَفْصِلُ بَيْنَ السَّاعِدِ وَالْكَفِّ. (نیل الأوطار، ج۲ص۲۱۷)

ترجمہ وَالرُّسُغُ: یہ کلائی اور ہتھیلی کا درمیانی جوڑ ہے۔

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ "الرسغ" کا مطلب جوڑ یا گٹ ہے جب کہ اس کا ترجمہ کلائی کرنا غلط ہے۔ زبیر علی زئی صاحب تو علماء لغت کے بھی مخالفت کرنے لگ گئے ہیں۔

6 زبیر علی زئی غیر مقلد اپنے گھر کی بھی خبر لیجئے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زبیر علی زئی غیر مقلد کو انھی کے مکتب فکر کے علماء کرام کا ترجمہ پیش کر دیا جائے۔ اور اس کتاب کی اہمیت ان کے نزدیک اس لیے بھی ہے کہ خود زبیر علی زئی غیر مقلد نے بھی اس کتاب کی تحقیق وتخریج کے فرائض سرانجام دیئے ہیں۔ اس کتاب کی تفصیل ملاحظہ کریں:

کتاب نماز نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں

ترتیب ڈاکٹر شفیق الرحمٰن

تحقیق وتخریج ابوالطاہر حافظ زبیر علی زئی

تصحیح وتنقیح حافظ صلاح الدین یوسف وعبدالصمد رفیقی

اس کتاب: "نماز نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں" میں حضرت وائلؓ کی حدیث کا ترجمہ ملاحظہ کریں:

سیدنا وائل بن حجرؓ رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی (کی پشت)، اس کے جوڑ اور کلائی پر رکھا۔ (نمازِ نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں، ص۱۸۴)

7 زبیر علی زئی غیر مقلد کا یہ لکھنا کہ: "تجربہ شاہد ہے کہ اس طرح ہاتھ رکھے جائیں تو خود بخود سینے پر ہی ہاتھ رکھے جاسکتے ہیں" (نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام صفحہ ۱۵)

مگر زبیر علی زئی غیر مقلد کا یہ لکھنا غلط ہے، کیونکہ صحیح ترجمہ کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جب بائیں ہاتھ کی پشت پر دائیں ہاتھ کا کچھ حصہ رکھیں گے تو کچھ حصہ ہتھیلی اور کلائی کے درمیان جوڑ پر بھی آجائے گا اور کچھ حصہ کلائی پر بھی آئے گا یعنی انگلیاں کلائی پر آجائیں گی۔ پس ثابت ہوا کہ صحیح طریقہ کے مطابق جب ہاتھ کو اس طرح رکھیں گے کہ ہتھیلی کی پشت پر بھی آئے اور جوڑ پر بھی اور کلائی پر بھی۔ تو اس طرح ہاتھ رکھنے کے بعد ہاتھ آسانی سے زیر ناف ہی آتے ہیں نہ کہ سینہ پر۔

8 تفصیل سے معلوم ہوا کہ ''الرسغ'' کا صحیح معنی ہے: ''ہاتھ اور کلائی کے درمیان والا جوڑ''، نہ کہ کلائی۔

مزید یہ کہ زبیر علی زئی لکھتے ہیں: ساعد کہنی اور ہتھیلی کے درمیان (اوپر کی طرف) کو کہتے ہیں۔ (نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص ۱۴)

اگر ''الرسغ'' اور ''الساعد'' کا ایک ہی معنی تھا جیسا کہ زبیر علی زئی غیر مقلد نے کہا کہ کلائی اور کہنی اور ہتھیلی کا حصہ۔ تو دو لفظ ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟!!

7 یہ حدیث مبارکہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی تائید نہیں کرتی اور نہ ہی اس حدیث سے کلائی پر کلائی رکھنا ثابت ہوتا ہے (جیسا کہ غیر مقلدین حضرات کا عمل ہے)۔ جب دایاں ہاتھ بائیں ہتھیلی کی پشت پر بھی رکھیں تو کہنی تک نہیں پہنچ سکتا۔ بالفرض آپ کا کیا ہوا ترجمہ ہی مان لیا جائے تو تب بھی دایاں ہاتھ کہنی پر نہیں آئے گا کیونکہ جب دائیں ہاتھ کو بائیں ہتھیلی کی پشت پر بھی رکھنا ہے، تو کبھی بھی کہنی تک نہیں پہنچ سکتا اور اگر دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو پورے بھی کہنی تک پہنچا کر رکھیں جائیں تو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر نہیں ہو سکتا۔ پھر دایاں ہاتھ نہیں، بلکہ ذراع پر ذراع ہوگی جب کہ حدیث مبارکہ میں ہاتھ ''یَدَہٗ'' کا ذِکر ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے استدلال کرنا جاہل ہی کا کام ہے۔

9 زبیر علی زئی صاحب نے اجماع اُمت کی مخالفت کی تھی، اپنے علماء کی بھی مخالفت کر ڈالی۔

۱ غیر مقلدین کے ہی مشہور عالم دین مولانا عبید اللہ مبارک پوریؒ فرماتے ہیں:

واعلم أنه لم يرد في رواية وضع الذراع على الذراع. فما يفعله بعض العوام من وضع الذراع على الذراع بحيث أنه يضعون الكف اليمنى على مرفق اليد اليسرى أو قريباً منه، ثم يأخذونه بأصابع اليد اليمنى هو مما لا أصل له.

(مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٣ص٦٠. المؤلف: أبو الحسن عبيد الله بن محمد عبد السلام بن خان محمد بن أمان الله بن حسام الدين الرحماني المباركفوري (المتوفى ١٤١٤ھ). الناشر: إدارة البحوث العلمية والدعوة والإفتاء، الجامعة السلفية، بنارس الهند. الطبعة: الثالثة ١٤٠٤ھ)

ترجمہ اور بعض (جاہل) عوام جو یہ کرتے ہیں کہ بازو پر بازو اس طرح جار کھتے ہیں کہ دائیں ہتھیلی بائیں کہنی تک یا اس کے قریب پہنچ جائے۔ پھر دائیں انگلیوں سے اس کو پکڑتے ہیں۔ یہ وہ عمل ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

٢ غیر مقلدین کے ممدوح قاضی شوکانیؒ کا قول بھی ملاحظہ فرمائیں:

قَوْلُهُ: (وَالرُّسْغُ) بِضَمِّ الرَّاءِ وَسُكُونِ الْمُهْمَلَةِ بَعْدَهَا مُعْجَمَةٌ: هُوَ الْمَفْصِلُ بَيْنَ السَّاعِدِ وَالْكَفِّ. قَوْلُهُ: (وَالسَّاعِدُ) بِالْجَرِّ عَطْفٌ عَلَى الرُّسْغِ، وَالرُّسْغُ مَجْرُورٌ لِعَطْفِهِ عَلٰى قَوْلِهِ كَفِّهِ الْيُسْرَى. وَالْمُرَادُ أَنَّهُ وَضَعَ يَدِهِ الْيُمْنٰى عَلٰى كَفِّ يَدِهِ الْيُسْرٰى وَرُسْغِهَا وَسَاعِدِهَا. وَلَفْظُ الطَّبَرَانِيِّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى ظَهْرِ الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ قَرِيبًا مِنَ الرُّسْغِ. قَالَ أَصْحَابُ الشَّافِعِيِّ: يَقْبِضُ كَفَّهُ الْيُمْنٰى كُوعَ الْيُسْرٰى وَبَعْضَ رُسْغِهَا وَسَاعِدِهَا. وَالْحَدِيثُ يَدُلُّ عَلٰى مَشْرُوعِيَّةِ وَضْعِ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ. وَإِلَيْهِ ذَهَبَ الْجُمْهُورُ.

(نيل الأوطار، ج٢ص٢١٧. المؤلف: محمد بن علي بن محمد بن عبد الله الشوكاني اليمني (المتوفى ١٢٥٠ھ). تحقيق: عصام الدين الصبابطي. الناشر: دار الحديث، مصر. الطبعة: الأولى، ١٤١٣ھ)

ترجمہ اور یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ ہتھیلی رکھی جائے ہتھیلی پر اور اسی کی طرف جمہور علماء گئے ہیں۔

☆ لہٰذا غیر مقلدین کے اپنے علماء کرام کے قول کی روشنی میں اس حدیث سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ جب آپ کے اپنے علماء اس حدیث سے سینے پر ہاتھ باندھنے پر استدلال نہیں کرتے تو ہم پر حجت کیوں قائم کرتے ہیں؟!!

4.2.1.1:۔زبیر علی زئی کے چند اعتراضات کے جوابات

اس حدیث کے بارے میں زبیر علی زئی نے چند اعتراضات کا اظہار کیا ہے جس کا جواب دینا ضروری تو نہیں مگر اس کا مختصر جائزہ قارئین کرام کے اطمینان کے لیے پیش خدمت ہے۔

اعتراض زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ: القاموس الوحید (ص ٦٢٢) میں رسغ کا معنی کلائی اور پہنچا وغیرہ لکھا ہوا ہے۔

علمی اردو لغت (ص ١٤٤) میں کلائی کا معنی ساعد، پہنچا وغیرہ لکھا ہوا ہے۔

اس کا جو بھی معنی ہو، ظہر الکف، رسغ اور ساعد کا مجموعہ پوری ذراع یعنی ہاتھ کی بڑی انگلی سے لے کر کہنی تک کا پورا حصہ ہوتا ہے اور پورے حصے پر اپنے دائیں ہاتھ کا جو حصہ رکھنا ممکن ہو وہ رکھ کر دیکھیں تو خود بخود سینے پر ہاتھ آ جاتے ہیں، تجربہ شرط ہے۔

(الحدیث، شمارہ ٨٦ ص ٤٥)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے) حکم دیا جاتا تھا کہ ہر شخص نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ذراع پر رکھے۔

(بخاری ج ١ ص ١٠٢ رقم ٧٤٠)

فوائد اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے چاہئیں۔ آپ اگر اپنا دایاں ہاتھ اپنی ''ذراع'' (کہنی کے سرے سے لے کر درمیانی انگلی کے سرے تک ہاتھ کے حصے) پر رکھیں گے تو دونوں ہاتھ خود بخود سینہ پر آ جائیں گے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ہتھیلی کی پشت، رسغ

(کلائی) اور ساعد (کلائی سے لے کر کہنی تک) پر رکھا (نسائی، سنن ابی داؤد، ابن خزیمہ، ابن حبان)۔

آپ ﷺ یہ (ہاتھ) اپنے سینے پر رکھتے تھے (مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۶)۔

(نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص ۷۷)

جواب عرض یہ ہے کہ المنجد، لسان العرب، **النهاية في غريب الحديث والاثر** اور کتاب العین اتنی کتب میں بیان کیا گیا ہے کہ رسغ کا معنی گٹا، پہنچا یعنی ہاتھ اور بازو کے درمیان والا جوڑ ہے، مگر غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے یہاں اپنا مقصد حاصل کرنا تھا تو جمہور کے دعوے کرنے والے نے جمہور کو چھوڑ کر ایک القاموس الوحید کو ہی تھامنے میں عافیت سمجھی کیوں کہ مطلبی لوگوں کا یہی طریقہ کار ہوتا ہے کہ بس اپنے مطلب کے خلاف تو ہم کسی کی نہیں مانتے۔

1 مزید یہ کہ ظہر الکف، رسغ اور ساعد کا مجموعہ اگر پوری ذراع ہے جو کہ بڑی انگلی سے لے کر کہنی تک کا پورا حصہ ہے تو ہاتھ کو رکھنے کا محل بھی احادیث مبارکہ میں موجود ہے، جیسا کہ حضرت سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہی روایت میں ہے، آپؓ فرماتے ہیں: **قال: قلت: لانظرن الی رسول اللہ ﷺ کیف یصلی؟ قال: فنظرت اليه قام وكبر ورفع يديه حتى حاذتا باذنيه ثم وضع يده اليمنى على ظهر كفه اليسرى والرسغ من الساعد.**

اور غالی غیر مقلد زبیر علی زئی کے ترجمہ کے مطابق بھی اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ پھر آپ ﷺ نے دایاں ہاتھ بائیں ہتھیلی، اور (ساعد) بازو کے حصہ میں سے کلائی پر رکھا۔

تخریج (۱) السنن الکبری بیہقی ج ۲ ص ۲۸، نشر السنۃ، ملتان

۲ السنن الصغری ج ۱ ص ۱۲۳، ۱۲۴ رقم ۳۵۱، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، وفی نسخۃ: ج ۱ ص ۱۴۶، جامعۃ الدرسات الاسلامیہ، کراچی

۳ ذکرہ الحافظ فی فتح الباری (ج ۲ ص ۱۷۸)، دار احیاء التراث العربی، وعزاہ الی أبی داود والنسائی، و قال: وصححه ابن خزيمة وغيره

۴ العینی فی عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۷۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۵ الزرقانی فی شرح الموطا ج ۱ ص ۴۵۵، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۶ صدیق بن حسن القنوجی فی مسک الختام، ج ۱ ص ۴۰۵، المکتبۃ الاثریۃ، جامع اہلحدیث باغوالی، سانگلہ ہل، پاکستان

۷ عبید اللہ المبارکپوری فی مرعاۃ المفاتیح ج ۳ ص ۶۱، الجامعۃ السلفیۃ، بنارس الہند

اس حدیث میں تو ساعد میں سے الیسریٰ اور الرسغ کی تخصیص موجود ہے۔اب تخصیص تو حدیث سے ثابت ہوگئی۔تو آپ کا استدلال مردود ثابت ہوگیا۔اب ترجمہ جو بھی کرنا ہے کرلیں۔

پس جب محل واضح ہے کہ گٹ یعنی پہنچے پر رکھنا ہے،تو زبیر علی زئی کا بے جا تاویلات کرنا باطل ومردود ہے،جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا اور آگے بھی انہی کے محدث و بزرگ سے بیان ہوگا،ان شاء اللہ۔

2 اس طرح ان احادیث پر عمل کیا جائے تو سینہ پر نہیں بلکہ آسانی سے ہاتھ تحت السرۃ آتے ہیں،تجربہ شرط ہے،مگر یہ لوگ تجربہ کا بھی انکار کردیتے ہیں۔

اعتراض غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے لکھا ہے:''ید'': ہاتھ (اس کا اطلاق مونڈھے سے انگلیوں کے کناروں تک ہوتا ہے) دیکھئے القاموس الوحید (ص ۱۹۱۰)۔

یہ ظاہر ہے کہ ذراع پر مونڈھوں تک ہاتھ رکھنا ناممکن ہے،اور کہنی تک ہاتھ کا حصہ رکھنا ہی ممکن ہے۔لہٰذا عموم سے استدلال کرتے ہوئے یہاں ذراع پر ذراع رکھنا مراد ہے۔(الحدیث،شمارہ ۸۶ ص ۴۵)

جواب

1 کیا بھول گئے ہیں کہ جناب خود لکھ چکے ہیں کہ صرف احتمال کی بنیاد پر خصوصیت ثابت کردینا صحیح نہیں ہے (دیکھئے: عبادات میں بدعات، حاشیہ ص ۱۷)۔اور یہاں صرف اپنی طرف سے احتمال بیان کر کے خصوصیت ثابت کرنے لگے ہوئے ہیں۔کیا یہ صرف مسلک پرستی کی وجہ سے جناب نے دوغلا پن اپنا رکھا ہے؟!!

2 پہلے ہی اس عمومی استدلال کے بارے میں جناب کے محدث و بزرگ کے حوالہ

سے بیان کر دیا تھا، جیسا کہ پیچھے بھی ذکر ہوا کہ یہ وہ عمل ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔

3 جب خاص موجود ہے تو عموم سے استدلال کیوں؟ اس حصہ کا تعین حضرت وائل رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت میں موجود ہے، پھر زبیر علی زئی کا عموم سے استدلال بھی باطل و مردود اور صرف اور صرف مسلک نوازی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

اعتراض غالی غیر مقلد زبیر علی زئی لکھتا ہے: شیخ عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے اپنے اجتہاد سے جو کلام لکھا ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح ج ۳ ص ۶۰)

اس کے برعکس شیخ البانی رحمہ اللہ نے حدیث سہل رضی اللہ عنہ اور حدیث وائل رضی اللہ عنہ سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے: **وهذه الكيفية تستلزم أن يكون الوضع على الصدر اذا أنت تاملت ذلك وعملت بها۔**

جب تم غور کرو گے اور اس پر عمل کرو گے تو اس کیفیت سے یہ لازم آتا ہے کہ ہاتھ سینے پر آجاتے ہیں (تعلیقات المشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۴۹)........ اس کے بعد البانی کی اصل صفۃ صلاۃ النبی ﷺ (ج ۱ ص ۲۱۸) کی ایک عبارت نقل کی۔ پھر کہا: ہمارے نزدیک شیخ مبارکپوری رحمہ اللہ کا مذکورہ بیان ان کی اجتہادی خطا ہے اور اس کے مقابلے میں شیخ البانی رحمہ اللہ کا مذکورہ بیان راجح ہے (الحدیث شمارہ ۸۶ ص ۴۵، ۴۶)۔

جواب

1 عبید اللہ مبارکپوریؒ نے صرف اپنے اجتہاد سے یہ کلام نہیں لکھا بلکہ اس کے سامنے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ روایت بھی تھی جس میں **والرسغ من الساعد** کے الفاظ ہیں۔ پس اُس نے تو اِس روایت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس بارے میں درست اور صاف وشفاف بات لکھی تھی، مگر زبیر علی زئی کے نظریات کو تباہ کر رہی تھی۔ اِس لئے علی زئی نے اُس کو اجتہادی خطا لکھ مارا۔ درحقیقت اپنا بزرگ تھا۔ اس کی بات مکمل اپنے خلاف نظر آئی، پھر بھی اجتہادی خطا کا نام دے دیا۔ اگر یہی کام کسی اور سے سرانجام پاتا تو یہ غیر مقلد اس کو باطل و مردود سے کم نہ لکھتا۔

2 قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں ان غیر مقلدین کی چالاکیاں! یہی زبیر علی زئی لکھتا ہے: ہم کتاب وسنت کا خود تراشیدہ مفہوم نہیں لیتے بلکہ ہر حوالے کے لئے سلف صالحینؒ

کے متفقہ فہم کو ترجیح دیتے ہیں (مقالات، ج ۳ ص ۲۴)

صحیح بخاری کوئی ایسی کتاب نہیں، جس کی کوئی شرح سلف صالحینؒ نے نہ کی ہو، بلکہ ایک ایسی متداول کتاب ہے کہ جس کی شروحات تقریبا حدیث کی تمام کتب کی شروحات سے زیادہ لکھی گئی ہیں اور تقریبا ہر محدث و شارع نے صحیح بخاری کی اس روایت کی شرح کی ہے، مگر چودھویں صدی ہجری تک تو کسی کے فہم میں بھی یہ بات نہ آئی کہ اس حدیث سے یہ استدلال بھی کیا جا سکتا ہے اور کسی نے نہ لکھا کہ ذراع پر ذراع رکھنا درست ہے، مگر زبیر علی زئی کے اپنے مقصد کے حصول کی بات تھی تو تمام شارحین کو چھوڑ کر البانی سلف اور صالح نظر آ گیا جس کا قول تمام محدثین اور شارحین حدیث کے قول کے مقابل تسلیم کر لیا

3 البانی کے ہم عصر شیخ شعیب الارنؤوط وغیرہ نے اس بارے میں البانی کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے:

قلنا: قول الالبانی رحمه الله فی صفة الصلاة :وضعهما علی الصدر هو الذی ثبت فی السنة ، تعنت لا وجه له. ففی بدائع الفوائد (ج ۳ ص ۹۱) لابن القیم: واختلف فی موضع الوضع فعنه: (ای عن الامام احمد) فوق السرة، وعنه تحتها، وعنه: قال ابو طالب سالت احمد بن حنبل: أین یضع یده اذا کان یصلی؟. قال:علی السرة أو أسفل. وکل ذلک واسع عنده ان وضع فوق السرة او علیها أو تحتها.

(حاشیہ مسند احمد، ج ۳۶ ص ۳۰۰ تحت ح ۲۱۹۶۷، موسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۱ھ)

پس ثابت ہوا کہ چودھویں پندرھویں صدی ہجری میں البانی اور زبیر علی زئی جیسے غیر مقلدین کا اس کو راجح قرار دینا جمہور کے مقابلہ میں باطل و مردود ہے۔

4.2.2:۔ دلیل 2:۔ حدیثِ حضرت ہلب الطائیؓ

ا سیدنا ہلب طائیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سینے پر ہاتھ رکھے

ہوئے دیکھا۔ (مسند احمد بحوالہ نماز نبوی ص ۱۴۸)

۲ زبیر علی زئی صاحب اپنی کتاب نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص ۱۴ پر سینے پر ہاتھ باندھنے کے موقف پر حضرت ھلب رضی اللہ عنہ کی حدیث بطور دلیل لائے ہیں۔

ثنا یحییٰ بن سعید عن سفیان: حدثنی سماک عن قبیصة بن ھلب عن أبیه قال: رائیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینصرف عن یمینه و عن شماله ورأیته یضع هذه علی صدره. وصف یحییٰ الیمنیٰ علی الیسریٰ فوق المفصل" (مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۶، والتحقیق لابن جوزی ۱/۲۸۳)

ترجمہ حضرت ھلب الطائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (نماز سے فارغ ہوکر) دائیں اور بائیں (دونوں) طرف سلام پھیرتے ہوئے دیکھا ہے اور دیکھا ہے کہ آپ یہ (ہاتھ) اپنے سینے پر رکھتے تھے۔ یحییٰ (القطان راوی) نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر (عملاً) بتایا۔

جواب

1 نماز نبوی والوں نے تو اس کا ترجمہ ہی غلط کر دیا ہے۔ مسند احمد کی مذکورہ حدیث میں "یَدْ" یعنی ہاتھ کا لفظ نہیں ہے۔ یہ ترجمہ میں اپنی طرف سے بڑھا کر اس میں تحریف کر کے اپنے مسلک کے مطابق ڈھالنے کی کوشش ہے۔

پوری حدیث یوں ہے:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي سِمَاكٌ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ، وَرَأَيْتُهُ، قَالَ: يَضَعُ هٰذِهِ عَلٰى صَدْرِهِ". وَصَفَّ يَحْيٰى: الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فَوْقَ الْمِفْصَلِ.

(مسند الإمام أحمد بن حنبل، ج ۳۶ ص ۲۹۹ رقم ۲۱۹۶۷. المؤلف: أبو عبد اللّٰه أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى ۲۴۱ھ). المحقق: شعيب الأرنؤوط، عادل مرشد، وآخرون. إشراف: د. عبد اللّٰه بن عبد المحسن التركي. الناشر: مؤسسة الرسالة. الطبعة: الأولى ۱۴۲۱ھ؛

مسند احمد ج۵ ص۲۲۶؛قال شعیب: صحیح لغیرہ دون قولہ:یضع ھٰذہ علی صدرہ، مسند احمد ج۲ ص۶۵۷ رقم ۲۲۳۱۳ طبع بیت الافکار الدولیہ، بیروت ۲۰۱۰ء)

ترجمہ حضرت ہلب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ "میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ وہ دائیں اور بائیں طرف مڑتے تھے۔ اور میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اپنے سینے پر رکھا اور یحییٰ نے بیان کیا کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھا"۔

2 زبیر علی زئی صاحب کا یہ فرض تھا کہ وہ ایسی حدیث کا ذِکر کرتے جس میں "نماز کا ذِکر" ہوتا۔ اس حدیث میں صرف سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذِکر ہے مگر نماز کا ذِکر موجود نہیں ۔لہٰذا اِس حدیث سے استدلال کرنا غیر مقلدین اور خصوصاً زبیر علی زئی صاحب کی سینہ زوری ہے۔ زبیر علی زئی صاحب پر فرض ہے کہ وہ سینے پر ہاتھ باندھنے کے الفاظ کے ساتھ "فی الصلاۃ" کے الفاظ دکھائیں۔ کیونکہ غیر مقلدین حضرات کا دعویٰ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا ہے نہ کہ صرف ہاتھ باندھنے کا؟ عجب ہے کہ دعوی نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا اور دلیل صرف سینے پر ہاتھ باندھنے کی۔

3 زبیر علی زئی صاحب خود اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے بریکیٹ میں (نماز سے فارغ ہوکر) کے الفاظ لکھتے ہیں۔ جس سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نماز کے بعد کا واقعہ ہے۔ اگر زبیر علی زئی صاحب اس حدیث سے نماز کے اندر سینے پر ہاتھ باندھنے پر بضد ہیں۔ تو پھر ان کو چاہیے کہ وہ نماز کے اندر دائیں اور بائیں پھرا کریں جس طرح حدیث میں ذکر ہے۔ مگر عام غیر مقلدین کا اس پر عمل نہیں ۔لہٰذا اس حدیث سے استدلال کرنا باطل ومردود ہے۔ اس حدیث میں نماز کے اندر ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں ہے جس سے یہ حدیث غیر مقلدین حضرات کی دلیل نہیں ہی بنتی۔

4 مسند احمد میں حضرت ہلب الطائی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں عن شمالہ کی بجائے عن یسارہ کے الفاظ ہیں لہٰذا اس میں لفظی تحریف کی ہے۔

حدیث میں ہے:

من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار (مسلم)

ترجمہ جس شخص نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا تو اس کو دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنا لینا

چاہیے۔

5 اس حدیث میں یہ جملہ :یضع ھٰذہ علی صدرہ منکر ہے۔کیونکہ یہ ثقات راویوں کے خلاف ہے جیسا کہ مشہور غیر مقلد علامہ شعیب لکھتے ہیں:قال شعیب: صحیح لغیرہ دون قولہ:یضع ھٰذہ علی صدرہ ،مسند احمد ج۲ص ۶۵۷ رقم ۲۲۳۱۳ طبع بیت الافکار الدولیہ، بیروت)۔یعنی یہ حدیث اس جملہ کہ آپ ﷺ نے اس کو اپنے سینے پر رکھا ہے، کے بغیر صحیح لغیرہ ہے۔

یہی علامہ شعیب وغیرہ محققین لکھتے ہیں:

صحیح لغیرہ دون قولہ:"یضع ھذہ علی صدرہ". وھذا إسناد ضعیف لجھالة قبیصة بن ھلب.

(مسند الإمام أحمد بن حنبل، ج۳۶ص۲۹۹رقم ۲۱۹۶۷)

یعنی یہ حدیث اس جملہ کہ آپ ﷺ نے اس کو اپنے سینے پر رکھا ہے، کے بغیر صحیح لغیرہ ہے۔اس کی سند قبیصہ بن ہلبؒ کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔

4.2.2.1 :۔یہ روایت نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق نہیں ہے

اس حدیث میں یہ تو ذکر ہی نہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز میں ہاتھ سینہ پر باندھ رکھے تھے۔کیونکہ اگر آپ ﷺ نماز میں ہوتے تو پھر دائیں بائیں پھرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ کیسی نماز ہے کہ آدمی نماز میں ہو اور پھر بھی کبھی دائیں پھرے اور کبھی بائیں۔ یہ کام تو عام آدمی بھی نہیں کرتا چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب نبی اکرم ﷺ نماز میں دائیں بائیں پھریں۔حالانکہ آپ ﷺ کا یہ فرمان مبارک یہ ہے:

أُسْکُنُوْا فِی الصَّلٰوۃِ(مسلم ج۱ص۱۸۱؛نسائی ج۱ص۱۷۶؛ابوداؤد ج۱ص۱۸۰)

ترجمہ نماز میں سکون سے رہو۔

اعتراض غالی غیر مقلد زبیر علی زئی اپنے مسلکی رسالہ الحدیث میں لکھتا ہے: رہا یہ سوال کہ سینے پر ہاتھ کس حالت میں باندھے تھے؟ نماز میں یا نماز سے بعد؟ تو عرض ہے کہ کئی دلائل سے ثابت ہے کہ یہ حدیث نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق ہے، مثلاً:

۱ مسند احمد میں سفیان ثوری کی اسی حدیث کی دوسری سند میں درج ذیل الفاظ آتے ہیں

رایت النبی ﷺ واضعا یمینه علی شماله فی الصلوة.

میں نے دیکھا: نبی ﷺ (نے) نماز میں اپنے بائیں ہاتھ پر اپنا دایاں ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔ (مسند احمد ۵/۲۲۶ ح ۲۱۹۶۸، زوائد عبداللہ بن احمد)۔

سفیان ثوریؒ کے علاوہ ابوالاحوصؒ نے بھی یہی حدیث: **کان رسول اللہ ﷺ یو منا فیاخذ شماله بیمینه** کے الفاظ سے بیان کی ہے۔

(دیکھئے سنن ترمذی: ۲۵۲۔ وقال: حدیث حسن)۔

یہ ظاہر ہے کہ حدیث حدیث کی تشریح کرتی ہے۔ (الحدیث، شمارہ ۸۶ ص ۴۳، ۴۴)

جواب (۱) ہم یہ نہیں کہتے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ حالتِ نماز میں سلام پھیرنے سے پہلے دائیں اور بائیں پھرتے تھے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اس روایت میں جو سینہ پر ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے، وہ حالتِ نماز میں نہیں بلکہ سلام پھیرنے کے بعد کا ہے۔

۲ غالی غیر مقلد علی زئی صاحب! جس دلیل سے نماز میں سینے پر ہاتھ رکھنا ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یعنی سفیان ثوری رحمہ اللہ کی دوسری سند والی روایت۔ تو عرض یہ ہے کہ اس روایت میں ہاتھوں کا نماز میں رکھنا تو موجود ہے مگر نماز میں سینہ پر ہاتھ رکھنے کا ذکر نہیں اور ہم نے یہ بیان کر دیا تھا کہ حضرت ہلب الطائی رضی اللہ عنہ سے جتنی بھی مسند احمد میں اس بارے میں روایات ہیں، ان میں سے اگر کسی میں سینہ پر ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے تو **فی الصلوة** کے الفاظ نہیں اور جس میں **فی الصلوة** کے الفاظ ہیں اُس میں سینہ پر ہاتھ رکھنے کا ذکر نہیں۔ پس یہ روایت نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے میں صریح نہیں ہے جو آپ کی دلیل بن سکے۔

۳ ابوالاحوصؒ کی سند والی روایت جس کا ذکر زبیر علی زئی نے سنن ترمذی کے حوالہ سے کیا

ہے، اس میں بھی سینہ پر ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں ہے۔

۴ علی زئی کا لکھنا کہ یہ ظاہر ہے کہ حدیث حدیث کی تشریح کرتی ہے۔ اس نے مسئلہ بالکل واضح کر دیا کہ حدیث، حدیث کی تشریح کرتی ہے۔ اب ملاحظہ ہو ہمارا بیان کہ نبی اکرم ﷺ سے اس حدیث میں سینہ پر ہاتھ باندھنا حالتِ نماز میں سلام پھیرنے سے پہلے نہیں بلکہ سلام پھیرنے کے بعد سینہ پر ہاتھ رکھنا مراد ہے:

حضرت ہلب طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہی روایت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معجم کبیر میں روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْوَاسِطِيُّ، ثنا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيٰى، ثنا شَرِيكٌ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ، عَنْ أَبِيهِ: قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ طَعَامِ النَّصَارٰى. فَقَالَ: لَا يَحِيكَنَّ فِي صَدْرِكَ طَعَامٌ ضَارَعْتَ فِيهِ النَّصْرَانِيَّةَ قَالَ: وَرَأَيْتُهُ يَضَعُ إِحْدٰى يَدَيْهِ عَلَى الْأُخْرٰى.

(المعجم الكبير، ج۲۲ص۱۶۶رقم۴۲۶. المؤلف: سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى ۳۶۰ھ). المحقق: حمدي بن عبد المجيد السلفي. دار النشر: مكتبة ابن تيمية، القاهرة. الطبعة: الثانية)

ترجمہ حضرت ہلب طائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے نصاریٰ کے کھانے کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے دل میں کھانے کے متعلق اس طرح کے وساوس پیدا نہ ہوں جن میں نصرانیت مبتلا رہی اور تم بھی انہی کی طرح شک کرنے لگو۔ فرمایا: اور میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر رکھا ہوا تھا۔

اس حدیث نے کیسی اچھی تشریح کی کہ حضرت ہلب طائی رضی اللہ عنہ نے جب آپ ﷺ سے سوال فرمایا، تو اس وقت کیونکہ بات سینہ کی ہو رہی تھی، اس لئے آپ ﷺ نے اپنا

ایک ہاتھ دوسرے پر رکھ کر سینہ پر رکھے۔لہٰذا واضح ہو گیا کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز میں اپنے ہاتھ سینہ اقدس پر نہیں باندھے تھے بلکہ بعد از نماز صحابی رضی اللہ عنہ کے سوال کا جواب دیتے ہوئے سینہ کی گفتگو کی وجہ سے اپنے ہاتھ سینہ پر رکھے۔

اعتراض اس کے بعد علی زئی کا لکھنا: کسی مستند عالم یا محدث نے اس حدیث سے یہ مسئلہ نہیں نکالا کہ آپ ﷺ نماز کے باہر سینے پر ہاتھ باندھتے تھے۔

جواب زبیر علی زئی کی مرضی کے مطابق کہ حدیث، حدیث کی تشریح کرتی ہے، سے واضح کر دیا کہ یہ واقعہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایک سوال کے جواب، جس کا تعلق سینہ سے تھا، کی وجہ سے پیش آیا جس میں آپ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے پر رکھ کر سینہ پر رکھا تھا۔لہٰذا یہ تحریف نہیں بلکہ حدیث سے حدیث کی تشریح ہے۔

4.2.2.2:۔اس حدیث کو محدثینؒ کے استدلال میں پیش نہ کرنے کی وجہ

1 حضرت شیخ مخدوم ہاشمی سندھیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو نہ کبھی محدثین نے اپنے استدلال میں پیش کیا اور نہ ہی اصحاب مذاہب نے کبھی اس سے استدلال کیا۔ مخدومؒ فرماتے ہیں کہ نہ نوویؒ (المتوفی ۶۷۹ھ) نے اس حدیث کو استدلال میں پیش کیا اور نہ ہی ابن حجرؒ (المتوفی ۸۵۲ھ) تک کسی نے اس کو استدلال میں پیش کیا اور نہ ہی ان کے بعد محمد حیات (المتوفی ۱۱۶۳ھ) سے پہلے کسی نے اس حدیث کو استدلال میں پیش کیا (تجلیاتِ صفدر ج ۴ ص ۵۹)۔

2 اس پیش نہ کرنے کی وجہ علامہ نیمویؒ یہ بیان فرماتے ہیں:

"قال الحافظ فی الفتح (ج ۲ ص ۲۹۰): قد رویٰ ابن خزیمة من حدیث وائل: أنه وضعهما علی صدره، والبزار: "عند صدره"، وعند أحمد فی حدیث هلب الطائی نحوه. ویقع فی قلبی أن هٰذا تصحیف من الکاتب. والصحیح: "یضع هٰذه علی هٰذه". فیناسبه قوله: وصف

یحییٰ: الیمنیٰ علی الیسریٰ فوق المفصل . ویوافقه سائر الروایات.
ولعل لهٰذا الوجه لم یخرج الهیثمی فی مجمع الزوائد، والسیوطی فی جمع الجوامع، وعلی المتقی فی کنز العمال. واللّٰه أعلم بالصواب'' (التعلیق الحسن علیٰ آثار السنن ص ۱۰۸ طبع مکتبۃ البشریٰ، کراچی)۔

3 اسی کی ترجمانی مناظرِ اسلام حضرت مولانا محمد امین اوکاڑویؒ یوں فرماتے ہیں:
علامہ نیمویؒ فرماتے ہیں کہ ''علیٰ صدرہ'' تصحیفِ کاتب ہے۔ اصل الفاظ یوں تھے:
''یضع هٰذہ علی هٰذہ. ووصف یحییٰ: الیمنیٰ علی الیسریٰ فوق المفصل''.
''آپ ﷺ نے یہ ہاتھ اس ہاتھ پر رکھا۔ اور یحییٰ نے وضاحت کی کہ دایاں بائیں کی کلائی پر رکھا''۔ اس میں محلِ وضع کا ذکر ہی نہیں۔ کسی کاتب نے غلطی سے ''یضع هٰذہ علی صدرہ'' لکھ دیا۔ یعنی دوسرے هٰذہ کو صدرہ بنادیا۔ اب یہ عبارت ہی بے معنیٰ ہوگئی۔ اور اس کا اگلی عبارت سے کوئی ربط ہی نہ رہا۔ کیونکہ یحییٰ نے پہلے هٰذہ کے بارے میں فرمایا کہ دایاں ہاتھ۔ اور علیٰ صدرہ کی تشریح یہ کی کہ بائیں ہاتھ کے جوڑ پر۔ اس کا سینے سے کیا تعلق؟ علامہ نیمویؒ فرماتے ہیں کہ اس تصحیف کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ علامہ ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد میں مسند احمد کی وہ تمام احادیث جمع کردی ہیں جو صحاح ستہ سے زائد تھیں۔ مگر مجمع الزوائد میں حدیثِ ہلبؓ ''علیٰ صدرہ'' کے الفاظ سے وہ بالکل نہیں لائے۔ ان کے بعد سید علی متقیؒ بھی کنز العمال میں حدیث ہلبؓ ان الفاظ کے ساتھ نہیں لائے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ بھی جمع الجوامع میں اس حدیث کو نہیں لائے (تجلیاتِ صفدر ج ۴ ص ۵۹، ۶۰)۔

4 حافظ ابن قیمؒ اپنی کتاب ''بدائع الفوائد'' میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کو مکروہ لکھا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:
''قال، یعنی: الامام أحمد، فی روایة المزنی: أسفل السرة بقلیل. ویکره أن یجعلهما علی الصدر. وذٰلک لما روی عن النبی ﷺ

أنه:نهى عن التكفير. وهو وضع اليد على الصدر''۔

(بدائع الفوائد، ج۳ص۹۱.المؤلف:محمد بن أبى بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى ۷۵۱ھ).الناشر:دار الكتاب العربى، بيروت، لبنان)

ترجمہ حضرت امام مزنیؒ کی روایت کے مطابق حضرت امام احمدؒ کا یہ فرمان ہے کہ ناف سے تھوڑا نیچے (ہاتھ) باندھے، اور سینہ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے۔ اس لیے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے تکفیر سے منع فرمایا ہے اور تکفیر سینہ پر ہاتھ رکھنے کو کہتے ہیں۔

4.2.2.3:۔اس حدیث میں ''علیٰ صدرہٖ'' کے الفاظ شاذ ہیں

اس حدیث میں ''علیٰ صدرہٖ'' کے الفاظ غیر محفوظ اور منکر ہیں۔ یہ حدیث سماک بن حربؒ کے تقریباً پانچ شاگردوں نے روایت کی ہے:

i حضرت سفیان ثوریؒ (مسند احمد رقم ۲۲۳۱۳، ۲۲۳۱۴ طبع بیت الافکار الدولیہ)۔اس میں ''علیٰ صدرہٖ'' نہیں ہے۔

ii حضرت شریکؒ

شريک عن سماک، عن قبيصة بن هلب، عن أبيه (مسند احمد رقم ۲۲۳۱۶، ۲۲۳۱۹ طبع بیت الافکار الدولیہ؛معرفة الصحابة، ج۵ص۲۷۶۲رقم ۶۵۶۴)۔ اس میں ''علیٰ صدرہٖ'' نہیں ہے۔

iii حضرت ابوالاحوصؒ

عن أبى الأحوص،عن سماک، عن قبيصة بن هلب، عن أبيه (ترمذی رقم ۲۵۲؛ابن ماجہ ص۵۹ رقم ۸۰۱؛ مسند احمد رقم ۲۲۳۲۲ طبع بیت الافکار الدولیہ)۔ اس میں ''علیٰ صدرہٖ'' نہیں ہے۔

iv حضرت شعبہؒ

(معرفة الصحابة، ج۵ص۲۷۶۲رقم ۶۵۶۴)اس میں''علیٰ صدرہٖ''نہیں ہے۔

v حضرت اسرائیلؒ

(معرفة الصحابة، ج۵ص۲۷۶۲رقم ۶۵۶۴)اس میں''علیٰ صدرہٖ''نہیں ہے۔

☆ حضرت امام سفیان ثوریؒ سے یہ حدیث ان کے تقریباً چار شاگردوں نے روایت کی ہے:

۱ یحییٰ بن سعیدؒ

یحییٰ بن سعید عن سفیان قال: حدثنا سماک، عن قبیصة بن هلب، عن أبیه (مسند احمد رقم ۲۲۳۱۳ طبع بیت الافکار الدولیہ)۔

۲ عبدالرحمٰن بن مہدیؒ

عبد الرحمٰن بن مهدی عن سفیان عن سماک، عن قبیصة بن هلب، عن أبیه (دارقطنی رقم ۱۰۸۵)۔اس میں''علیٰ صدرہٖ''نہیں ہے۔

۳ حضرت وکیعؒ

وکیع عن سفیان عن سماک، عن قبیصة بن هلب، عن أبیه (مسند احمد رقم ۲۲۳۱۴ طبع بیت الافکار الدولیہ)۔اس میں''علیٰ صدرہٖ''نہیں ہے۔

۴ حضرت محمد بن کثیرؒ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ الْحَسَنِ، ثنا بِشْرُ بْنُ مُوسٰی، ثنا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ حَسَّانَ، ح، وَحَدَّثَنَا فَارُوقٌ، ثنا أَبُو مُسْلِمٍ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَا: ثنا سُفْيَانُ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ مَرَّةً عَنْ يَمِينِهِ، وَمَرَّةً عَنْ يَسَارِهِ، وَيَضَعُ إِحْدَى يَدَيْهِ عَلَى الْأُخْرٰى فِي الصَّلَاةِ. رَوَاهُ شُعْبَةُ، وَإِسْرَائِيلُ، وَأَبُو الْأَحْوَصِ، وَشَرِيكٌ، عَنْ سِمَاكٍ نَحْوَهُ.

(معرفة الصحابة، ج ۵ ص ۲۷۶۲ رقم ۶۵۶۴ . المؤلف: أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهاني (المتوفى ۴۳۰ھ). تحقيق: عادل بن يوسف العزازي. الناشر: دار الوطن للنشر، الرياض. الطبعة: الأولى ۱۴۱۹ھ)

اس میں "علىٰ صدره" نہیں ہے۔

تنبیہ یحییٰ بن سعیدؒ کے علاوہ باقی تین شاگردوں نے یہ الفاظ: "علىٰ صدره" نقل نہیں کیے ہیں۔ لہٰذا یہ الفاظ شاذ ہیں۔

4.2.2.4 :۔ یہ روایت ضعیف ہے جس سے استدلال درست نہیں ہے

شیخ مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ فرماتے ہیں:

پہلا راوی یحییٰ بن سعیدؒ ہے۔ امام احمدؒ کے معاصر یحییٰ بن سعید العطارؒ، یحییٰ بن سعید بن سالم القداحؒ اور یحییٰ بن سعید القرشی الصمیؒ ہیں۔ اور یہ سب ضعیف ہیں۔ اگر کوئی اور یحییٰ بن سعید ہے، تو سند میں اس کی صراحت دکھائی جائے۔

دوسرے راوی حضرت سفیانؒ کا عمل اس حدیث کے خلاف ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ کو خود زبیر علی زئی نے اپنی کتاب نور العینین (ص ۱۳۸) اور جزء رفع یدین میں ضعیف قرار دے چکے ہیں۔ اسی طرح اپنی کتاب: "نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام" (ص ۳۳) میں مؤمل بن اسماعیلؒ کی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: "یہ روایت مؤمل کی وجہ سے ضعیف نہیں بلکہ سفیان ثوریؒ کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے"۔ لہٰذا زبیر علی زئی کے اصول کے مطابق یہ حدیث بھی ضعیف ہوگی۔

تیسرا راوی سماکؒ ہے۔ وہ بھی متکلم فیہ ہے اور صاحب تلقین ہے۔ خود سفیانؒ نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ تفصیلی بحث اگلے عنوانات میں ملاحظہ فرمائیں۔

چوتھا راوی قبیصہ بن ہلبؒ ہے۔ وہ بھی مجہول ہے۔ تفصیلی بحث آگے ملاحظہ فرمائیں۔

مشہور غیر مقلد علامہ شعیب اور ان کے معاونین محققین لکھتے ہیں:

صحيح لغيره دون قوله: "يضع هذه على صدره". وهذا إسناد ضعيف لجهالة قبيصة بن هلب.

(مسند الإمام أحمد بن حنبل، ج٣٦ص٢٩٩رقم٢١٩٦٧)

یعنی یہ حدیث اس جملہ "يضع هذه على صدره" (آپ ﷺ نے اس کو اپنے سینے پر رکھا ہے) کے بغیر صحیح لغیرہ ہے۔اس کی سند قبیصہ بن ہلبؒ کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔

4.2.2.5: سماک بن حربؒ کا ضعیف ہونا

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

1 سماك بن حرب، أبو المغيرة الهذلي الكوفي.

......روى ابن المبارك، عن سفيان: أنه ضعيف. وقال جرير الضبي: أتيت سماكا فرأيته يبول قائما، فرجعت ولم أسأله. فقلت: خرف....... كان شعبة يضعفه.......وقال أحمد: سماك مضطرب الحديث.....وقال صالح جزرة: يضعف. وقال النسائي: إذا انفرد بأصل لم يكن بحجة، لانه كان يلقن فيتلقن..... قال ابن عمار: كان يغلط، ويختلفون في حديثه. وقال العجلي: جائز الحديث، كان الثوري يضعفه قليلا. وقال ابن المديني: روايته عن عكرمة مضطربة.......

(ميزان الاعتدال في نقد الرجال، ج٢ص٢٣٢،٢٣٣رقم٣٥٤٨. المؤلف: شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي (المتوفى٧٤٨ھ). تحقيق: علي محمد البجاوي. الناشر: دار المعرفة للطباعة والنشر، بيروت، لبنان. الطبعة: الأولى،١٣٨٢ھ)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ، حضرت سفیانؒ سے روایت کرتے ہیں کہ سماکؒ ضعیف

ہے۔حضرت جریر الضبیؒ نے فرمایا کہ میں سماکؒ کے پاس آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ کھڑے ہوکر پیشاب کررہا ہے تو میں واپس چلا آیا اور اس سے سوال نہ کیا اور میں نے کہا کہ یہ بے عقل ہے۔امام شعبہؒ اس کی تضعیف کرتے تھے۔امام احمدؒ نے فرمایا کہ سماکؒ مضطرب الحدیث ہے۔صالح جزرہؒ نے کہا کہ وہ ضعیف ہے۔حضرت امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ جب وہ منفرد ہو تو بالکل حجت نہیں ہے کیونکہ وہ تلقین قبول کرتا تھا۔حضرت ابن عمارؒ نے کہا کہ وہ غلطیاں کرتا تھا اور اس کی حدیث میں محدثین کرامؒ اختلاف کرتے ہیں۔امام عجلیؒ نے فرمایا ہے کہ وہ جائز الحدیث ہے۔حضرت سفیان ثوریؒ اس کو ضعیف کہتے تھے۔ابن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی عکرمہؒ سے روایت مضطرب ہے۔

2 سماک بن حرب

..... كان شعبة يضعفه وقال ابن المبارك ضعيف الحديث وقال ابن خراش فى حديثه لين.

(ذكر أسماء من تكلم فيه وهو موثق، ص۹۵رقم۱۴۹.المؤلف: شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي (المتوفى۷۴۸ھ). المحقق:محمد شكور بن محمود الحاجي أمرير الميادينى.الناشر: مكتبة المنار، الزرقاء. الطبعة:الأولى۱۴۰۶ھ)

ترجمہ حضرت امام شعبہؒ اس کو ضعیف کہتے تھے۔حضرت امام ابن المبارکؒ فرماتے ہیں کہ یہ ضعیف الحدیث ہے۔حضرت ابن خراشؒ فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث میں کمزوری ہے۔

3 ....قال صالح جزرة يضعف وقال بن المبارك ضعيف الحديث و كان شعبة يضعفه.

(الكاشف فى معرفة من له رواية فى الكتب الستة، ج۱ص۴۶۵،۴۶۶رقم ۲۱۴۱.المؤلف:شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي (المتوفى۷۴۸ھ).المحقق: محمد عوامة أحمد محمد نمر

الخطیب. الناشر: دار القبلة للثقافة الإسلامية، مؤسسة علوم القرآن، جدة.
الطبعة: الأولى، ۱۴۱۳ھ)

ترجمہ امام صالح جزرہؒ، امام عبداللہ بن مبارکؒ اور امام شعبہؒ اس کو ضعیف کہتے ہیں۔

4 حضرت امام ابن حزم ظاہریؒ فرماتے ہیں:

۱ فَهٰذَا كُلُّهُ لا حُجَّةَ فِيهِ؛ لِأَنَّ حَدِيثَ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ إِنَّمَا جَاءَ مِنْ طَرِيقِ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، وَهُوَ يَقْبَلُ التَّلْقِينَ، شَهِدَ عَلَيْهِ بِذٰلِكَ شُعْبَةُ وَغَيْرُهُ.

۲ فَأَمَّا الْحَدِيثُ الْأَوَّلُ فَرِوَايَةُ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، وَهُوَ يَقْبَلُ التَّلْقِينَ، شَهِدَ عَلَيْهِ بِذٰلِكَ شُعْبَةُ وَغَيْرُهُ. وَهٰذِهِ جُرْحَةٌ ظَاهِرَةٌ.

۳ وَسِمَاكٌ ضَعِيفٌ يَقْبَلُ التَّلْقِينَ، شَهِدَ بِهِ عَلَيْهِ شُعْبَةُ، وَغَيْرُهُ.

(المحلی بالآثار، ج۱ص۱۷۵، ۲۰۶؛ ج۵ص۳۵۶. المؤلف: أبو محمد علی بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسی القرطبی الظاهری (المتوفی ۴۵۶ھ). الناشر: دار الفکر، بیروت)

ترجمہ سماکؒ ضعیف ہے۔ یہ تلقین قبول کرتا ہے۔ اس کی گواہی امام شعبہؒ نے دی ہے۔ اور یہ جرح ظاہر ہے۔

4.2.2.6: سماک بن حربؒ پر محدثین کرامؒ کی جرح

۱	امام سنانؒ	يضعفه	معرفة الرواة: امام ذہبی ص۱۰۴
۲	امام احمد بن حنبلؒ	حديث سماك بن حرب مضطرب	المعرفة والتاریخ ۲/۶۳۸
۳	امام دارقطنیؒ	سیٔ الحفظ	العلل ۴/۱۲۰ قلمی
۴	امام ابن عمارؒ:	يقولون: إنه كان يغلط و يختلفون في حديثه	تاریخ البغداد ۹/۲۱۶

۵	امام عقیلیؒ	ذِکرہ فی کتاب الضعفاء الکبیر	ضعفاء عقیلی ۲/ ۱۷۸
۶	امام نسائیؒ	۱: لیس بالقوی و کان یقبل التقلین	السنن المجتبیٰ ۸/ ۳۱۹ سنن الکبریٰ رقم ۸۵
		۲: لیس ممن یعتمد علیه اذا انفرد بالحدیث	خصائص علی ص۶۴، رقم ۴۳
		۳: کان اختلط	
		۴: سماک بن حرب کان یلقن بأخرة	خصائص علی ص۶۴ رقم ۴۳
۷	امام بن حبانؒ	یخطئ کثیراً	کتاب الثقات ۴/ ۳۳۹
۸	امام بزارؒ	و کان قد تغیر قبل موته	اکمال علی تہذیب رقم: ۲۲۳۸
۹	امام جوزیؒ	ذِکرہ فی کتاب ضعفاء	کتاب ضعفاء ۲/ ۲۶
۱۰	امام نسائیؒ	فإذا انفرد بأصل لم یکن حجة لأنه کان یلقن فیتلقن	تحفۃ الاشراف رقم: ۲۲۳۸
۱۱	امام بن حزمؒ	یضعفه	المحلی ابن حزم ۶/ ۳۰۵
۱۲	امام سفیان ثوریؒ	کان بعض الضعف	الکامل ابن عدی ۳/ ۱۲۹۹
۱۳	یعقوب بن شیبۃؒ	وروایته عن عکرمة خاصته مضطرب وهوفی غیر عکرمه صالح ولیس من المثبتین	تہذیب الکمال ۸/ ۱۳۱
۱۴	امام ترمذیؒ	مضطرب الحدیث	شرح علل ابن جب ۱/ ۱۴۸
۱۵	ابن خلفونؒ	تکلم فی حفظ	الاکمال رقم: ۲۲۳۸
۱۶	امام ذہبیؒ	ذِکرہ فی المغنی ضعفاء	المغنی رقم: ۲۶۴۹
۱۷	امام ابن المدینیؒ	لم یرو عنه غیر السماک	حاشیہ کتاب العلل ص۹۳
۱۸	امام مسلمؒ	وممن تفرد عنه سماک بن حرب بالراویة	المنفردات الواحدان ص۱۴۳
۱۹	امام شعبہؒ	یضعفه	تاریخ بغداد ۹/ ۲۱۵ رقم: ۴۷۹۲

نتیجہ مندرجہ بالا تفصیل سے سماک بن حرب کے بارے میں مختلف آراء سامنے آتی ہیں۔

(۱) سماک بن حرب کا ثقہ نہ ہونا۔

(۲) آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا۔

(۳) تلقین قبول کرتا تھا۔

(۴) جب کسی حدیث میں منفرد ہو تو وہ حجت نہیں ہوتی ہے۔

زبیر علی زئی کو ان تمام علتوں کی تعدیل ضرور پیش کرنی ہوگی، وگرنہ اس کی توثیق غیر صحیحین کی روایت میں ثابت نہ ہوگی۔

4.2.2.7:۔سماک بن حربؒ کے ضعیف ہونے کی بحث

امام احمد بن حنبلؒ سے معرفۃ والتاریخ (ج ۲ص ۶۳۸) اور امام یعقوب بن شیبہؒ سے تہذیب الکمال (ج ۸ص ۱۳۱) پر یہ صراحتاً منقول ہے کہ سماک بن حربؒ حدیث میں مضطرب ہے۔ زبیر علی زئی صاحب نے (نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام اور حکم صفحہ ۴۲) امام یعقوب بن شیبہؒ کے قول سے یہ نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کی ہے کہ سماک بن حربؒ کا اضطراب صرف سماک عن عکرمه (عن ابن عباسؓ) سے متعلق ہے۔ مگر زبیر علی زئی صاحب کا یہ نتیجہ اخذ کرنا درست نہیں۔ کیونکہ امام احمد بن حنبلؒ نے مطلقاً سماک بن حربؒ کو مضطرب الحدیث کہا ہے۔ لہٰذا امام احمد بن حنبلؒ کی جرح کو عن عکرمهؒ سے منسلک کرنا باطل ہے۔ دوسرا امام یعقوب بن شیبہؒ نے یہ صاف لکھا ہے کہ "وھو فی غیر عکرمة صالح و لیس من المثبتین" یعنی عکرمہؒ کے علاوہ صالح ہے مگر مضبوط نہیں ہے۔ یعنی ان کی عکرمہؒ کے علاوہ حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔ لہٰذا یعقوب بن شیبہؒ کے قول سے کم از کم جرح مفسر تو ثابت ہوئی۔ اس لئے مفسر جرح ہونے کی وجہ سے اس حدیث سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ جب تک کہ تعدیل مفسر ثابت نہ ہو جائے۔

نوٹ زبیر علی زئی صاحب اپنی کتاب "نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام اور حکم" صفحہ ۴۳ پر یہ جرح مفسر مانتے ہیں کہ سماک بن حربؒ کی عن عکرمه عن ابن عباس والی احادیث ہی

مضطرب ہوتی ہیں۔ ہم آگے چل کر اس بات کا بھی جائزہ لیں گے کہ محدثین کرامؒ نے تو **سماک عن عکرمه عن ابن عباس** کی روایت کی تصحیح کی ہے۔ جب کہ زبیر علی زئی صاحب اس سند کو صحیح نہیں مانتے اور ان سے یہ سوال ضرور ہوگا کہ مفسر جرح کا اعتبار ہوگا یا دوسرے محدثین اکرام کے تعدیلی اقوال کا؟

4.2.2.8:۔ سماک بن حربؒ پر روایت میں منفرد ہونے کی بحث

سماک بن حربؒ پر امام المحدثین نسائیؒ کی مفسر جرح موجود ہے۔ امام نسائیؒ سماکؒ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

(۱) **لیس بالقوی و کان یقبل التلقین** ۔ (السنن المجتبیٰ رقم: ۵۶۸۰)

(۲) **لیس ممن یعتمد علیه اذا انفرد با لحدیث لا نه کان یقبل التلقین** ۔ (سنن الکبریٰ للنسائی، رقم: ۸۵)

(۳) **فاذا انفرد بأ صل لم یکن حجة** ۔ (تحفۃ الاشراف رقم: ۶۱۰۴)

محدثین کرام کا یہ اصول ہے کہ اگر ایک طرف جمع غفیر علماء و محدثین کرام کی تعدیل مبہم ہو مگر اس کے برعکس جرح مفسر ہو تو جرح مفسر ہی مانی جائے گی۔ اس اصول سے زبیر علی زئی صاحب کو بھی اختلاف نہیں ہے۔ زبیر علی زئی صاحب نے جن محدثین کرامؒ سے سماک بن حربؒ کی توثیق نقل کی ہے وہ سر آنکھوں پر، مگر امام نسائیؒ کی جرح مفسر ''وہ کسی حدیث میں منفرد ہو تو قابلِ اعتماد نہیں'' موجود ہے۔ ان تمام محدثین کی تعدیل کے باوجود امام نسائیؒ کی جرح مفسر ہی رائج ہوگی۔ اگر اس روایت کو قبیصہ بن ھلبؒ سے سماک بن حربؒ کے علاوہ کوئی اور شاگرد روایت کرے تو قابلِ قبول، ورنہ یہ حدیث اس طرق سے قبول نہیں کی جائے گی۔ اور اس سے استدلال ممکن نہیں ہے۔

4.2.2.9:۔امام ترمذیؒ اور علامہ ابن رجبؒ کی مفسر جرح

امام ترمذی سماک بن حربؒ کے بارے میں لکھتے ہیں: "ومن یضطرب فی حدیثه" یعنی اور وہ رواۃ جو کہ مضطرب الحدیث ہیں۔اس عنوان کے بعد امام ترمذی نے سب سے پہلے سماک بن حربؒ کا نام درج کیا ہے(شرح علل ترمذی ۱/۱۴۱)

حافظ ابن رجبؒ کی تشریح:۔امام ترمذیؒ کے اس قول کی تشریح میں حافظ ابن رجبؒ لکھتے ہیں: ''اور امام ترمذیؒ نے اس باب میں ان راویوں کا ذکر کیا ہے کہ جن کے حافظہ یا کثرۃ خطا کی وجہ سے کلام کیا گیا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کے بھی روایت سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی جبکہ وہ منفرد ہو یعنی احکام اور علمی امور میں''۔

(شرح علل ترمذی لابن رجب ۱/۱۴۱)

حافظ بن رجبؒ کے قول سے یہ واضح ہوگیا کہ جب سماک بن حربؒ کسی حدیث میں منفرد ہوگا تو اس سے حجت نہیں پکڑی جائے گی خصوصاً احکام اور علمی امور کے معاملے میں۔

۱ امام ترمذیؒ نے بھی سنن ترمذی (رقم ۲۵۲) میں اس حدیث کو "علی صدرہ" کے بغیر نقل کیا ہے۔

۲ امام ابن ماجہؒ نے بھی اس حدیث کو سنن ابن ماجہ (رقم:۸۰۹) میں "علی صدرہ" کے بغیر نقل کیا ہے۔

۳ امام بغویؒ نے بھی اس حدیث کو شرح السنۃ (ج۳ص۳۱) میں بھی "علی صدرہ" کے بغیر نقل کیا ہے۔

لہٰذا اس مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ ''سماکؒ بن حرب'' سے اس روایت میں "علی صدرہ" کے الفاظ کی زیادتی نقل کرنے میں خطا ہوئی ہے۔اس لئے اس روایت سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

4.2.2.10 :۔ سماک بن حربؒ کے بارے میں تعدیلی

اقوال کا جائزہ

زبیر علی زئی صاحب سماک بن حربؒ کی ثقاہت کے بارے میں مختلف محدثین کرام کے اقوال نقل کرتے ہیں۔ مناسب ہوگا کہ اصول اور ضوابط کے تحت ان کا تحقیقی جائزہ لیا جائے۔ زبیر علی زئی کے پیش کردہ حوالہ جات کی تحقیق ملاحظہ کریں۔ زبیر علی زئی لکھتا ہے۔

امام مسلمؒ نے اس کی (سماک بن حربؒ کی) حدیث روایت کی ہے۔امام یحیٰی بن معینؒ، امام عجلیؒ اور ابن عدیؒ نے اس کی ثقاہت بیان کی ہے۔

نوٹ قائین کرام ایک نکتہ ذہن میں ضرور رکھیے کہ زبیر علی زئی صاحب اپنی کتاب ''نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام'' (صفحہ۴۳) میں اس بات کا اقرار کر چکے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ اور یعقوب بن شیبہؒ کی جرح صرف **سماک عن عکرمہ عن ابن عباس** کی سند پر ہے۔

جبکہ زبیر علی زئی صاحب نے (۱) امام ترمذیؒ (۲) امام حاکمؒ (۳) امام ذہبیؒ (۴) امام ابن حبانؒ (۵) امام ابن خزیمہؒ اور (۶) ضیاء المقدسیؒ سے سماک بن حربؒ کی توثیق ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

مگر زبیر علی زئی صاحب کو شاید معلوم نہیں کہ ان مذکورہ بالا چھ (۶) محدثین کرامؒ نے **سماک عن عکرمہ عن ابن عباس** والی سند کو صحیح لکھا ہے جبکہ خود زبیر علی زئی اس طریق اور سند کو ضعیف مانتا ہے۔ اب زبیر علی زئی صاحب اس کا جواب دیں کہ امام احمد بن حنبلؒ اور یعقوب بن شیبہؒ کی مفسر جرح موثر ہوگی؟ یا ان محدثین کرام کی تعدیل جنھوں نے **سماک عن عکرمہ عن ابنِ عباس** والی سند کی تصحیح نقل کی ہے؟ اُمید ہے کہ اس معمہ کا حل زبیر علی زئی صاحب ضرور پیش کریں گے۔ یہ زبیر علی زئی کا علمی دھوکا ہے کہ جس سند کو خود ضعیف مانتے ہیں اسی سند کی تصحیح محدثین کرام سے

پیش اس لیے کی کہ اس سے سماک بن حربؒ کی توثیق ثابت کرنی تھی۔ اور عددی برتری کو ثابت کرنا تھا۔

(۱) ابو عوانہؒ (۲) ابو نعیم الاصبہانیؒ (۳) ابنِ سید الناسؒ (۴) ابن جارودؒ اور (۵) نوویؒ کے حوالوں کے بارے میں عرض ہے کہ زبیر علی زئی صاحب ان محدثین کرام کی کتابوں میں تمام احادیث کو صحیح مانتے ہیں یا نہیں؟۔ کیونکہ ان کے اکابرین کا اس اصول سے بھی اختلاف ہے کہ ان کتابوں کی تمام احادیث صحیح ہیں جبکہ انھوں نے ان کتابوں کی بہت ساری روایات پر جرح کر رکھی ہے۔ تفصیل کے لئے توضیح الکلام کا مطالعہ مفید رہے گا۔

اس جرح و تعدیل کی بحث سے کم از کم یہ بات تو ظاہر ہوتی ہے کہ سماک بن حربؒ مختلف فیہ راوی ہے۔ جس کو اگر حسن راوی مان بھی لیا جائے تو پھر بھی امام نسائیؒ کی مفسر جرح کے مقابلے میں اس حدیث کو ماننا درست نہیں۔ کیونکہ سماک بن حربؒ کی انفرادیت اور تلقین قبول کرنے کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ثابت ہوتی ہے۔ اور دوسرا اس حدیث میں نماز کا ذکر ہی نہیں ہے اور حدیث کے متن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز سے فارغ ہونے کے وقت کی حدیث ہے۔ لہٰذا اس حدیث کو پیش کرنا ہی ہٹ دھرمی اور مردود ہے۔

4.2.2.11: ۔ حضرت قبیصہ بن ہلبؒ کا مجہول ہونا

اس حدیث کا چوتھا راوی حضرت قبیصہؒ ہے۔ وہ بھی مجہول ہے۔

۱ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

قبیصة بن هلب عن أبيه. قال ابن المديني: مجهول، لم يرو عنه غير سماك.

(ميزان الاعتدال في نقد الرجال، ج ۳ ص ۳۸۴، رقم ۶۸۶۳. المؤلف: شمس الدين أبو عبد اللّٰه محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي (المتوفى ۷۴۸ھ). تحقيق: علي محمد البجاوي. الناشر: دار المعرفة

للطباعة والنشر، بیروت، لبنان. الطبعة:الأولی، ١٣٨٢ھ)

ترجمہ حضرت قبیصہ بن ہلبؒ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ حضرت امام ابن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ مجہول ہے۔اس سے سوائے سماکؒ کے کوئی اور روایت نہیں کرتا۔

٢ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

قبیصة بن الهلب، واسمه یزید بن عدی بن قنافة الطائی الکوفی روی عن أبیه له صحبة وعنه سماک بن حرب. قال بن المدینی مجهول لم یرو عنه غیر سماک وقال النسائی مجهول وقال العجلی تابعی ثقة وذکره ابن حبان فی الثقات له عندهم حدیث منقطع فی الانصراف من الصلاة وفی طعام النصاری.

(تهذیب التهذیب، ج ٨ ص ٣٥٠ رقم ٦٣٥. المؤلف: أبو الفضل أحمد بن علی بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلانی (المتوفی ٨٥٢ھ). الناشر: مطبعة دائرة المعارف النظامیة، الهند. الطبعة: الطبعة الأولی، ١٣٢٦ھ)

ترجمہ حضرت قبیصہ بن ہلبؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت امام ابن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ مجہول ہے۔اس سے سوائے سماکؒ کے کوئی اور روایت نہیں کرتا۔ حضرت امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ مجہول ہے۔ امام عجلیؒ فرماتے ہیں کہ تابعی ثقہ ہے۔ امام ابن حبانؒ نے اس کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے اور ان کے نزدیک اس کی ایک منقطع روایت نماز سے پھرنے اور نصاریٰ کے طعام کے بارے میں ہے۔

4.2.2.12: قبیصہ بن ھلبؒ کی ثقاہت (الزامی جواب)

اس حدیث میں قبیصہ بن ھلبؒ کو زبیر علی زئی غیر مقلد نے اپنی کتاب: نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام (صفحہ ١٦) پر معروف وثقہ ثابت کرنے کی مندرجہ ذیل محدثین سے کوشش کی ہے۔

١ امام عجلیؒ نے کہا: ثقہ ہے

٢ ابن حبانؒ نے ثقہ لوگوں میں شمار کیا ہے (تہذیب التہذیب ٨/٣١٤)

۳ امام ترمذیؒ نے اس کی ایک حدیث کو حسن کہا (سنن ترمذی رقم: ۲۵۲)

۴ امام ابوداوٗدؒ نے اس کی حدیث پر سکوت کیا (سنن ابی داوٗد رقم: ۴۸۴۷)

۱:۔ امام عجلیؒ کی توثیق کا جواب

زبیر علی زئی غیر مقلد نے صفحہ ۱۶ پر قبیصہ بن ہلبؒ کی توثیق پر امام عجلیؒ کا حوالہ دیا۔

۱ مگر زبیر علیزئی غیر مقلد کے ہم مسلک عالم جناب غازی عزیز صاحب امام عجلیؒ کی توثیق کے بارے میں لکھتے ہیں: ''مثال کے طور پر امام عجلیؒ اور امام حبانؒ (توثیق المجھولین کے معاملہ میں) بہت زیادہ مسائل ہیں۔

(ضعیف احادیث کی معرفت اور ان کی شرعی حیثیت صفحہ ۴۷، ۴۸)

۲ زبیر علی زئی غیر مقلد صاحب کے ہم مسلک حافظ عبد المنان صاحب ایک راوی عبداللہ بن قیس القیسیؒ کو مجہول کہتے ہیں (تعداد تراویح صفحہ ۱۰۲)۔ جب کہ عبداللہ بن قیس القیسیؒ کو امام عجلیؒ نے تاریخ الثقات (صفحہ ۲۷۲) میں ثقہ لکھا ہے۔ مناسب ہے کہ پہلے غیر مقلدین حضرات اپنے اصولوں کو مقرر کر لیں۔ لہٰذا غیر مقلدین علماء کے اصولوں کے مطابق امام عجلیؒ مجہولین کی توثیق میں متساہل ہیں۔ امام عجلیؒ کے بارے میں دوسرے ظاہری و سلفی علماء امام عجلی کی توثیق کے بارے میں تقریباً یہی لکھتے ہیں:

۱	کتاب التنکیل ۱/۱۶۶	شیخ عبدالرحمٰن معلّمیؒ
۲	تعلیق الشیخ الیمانی علی فوائد المجموعہ صفحہ ۱۰۷	شیخ عبدالرحمٰن معلّمیؒ
۳	انوار الکاشفہ صفحہ ۶۱	شیخ عبدالرحمٰن معلّمیؒ
۴	احادیث ضعیفہ والموضوعہ ۶/۱۳	ناصر الدین البانیؒ

اور یہ بھی ذہن نشین رہے کہ غیر مقلدین حضرات عبدالرحمٰن معلّمی کو ذہبی زماں مانتے ہیں اور خود زبیر علی زئی ان کے بڑے ماننے والے ہیں۔ جب عبدالرحمٰن معلّمی کا قلم امام اعظم ابوحنیفہؒ کے خلاف چلا تو غیر مقلدین حضرات نے اس کی تعریف کے پل باندھنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی جب کہ اس کے برعکس اس موضوع پر معلّمی کے موقف کو غیر مقلدین حضرات مانتے ہیں، یا رد کرتے ہیں، یہ دیکھنے سے تعلق رکھے گا۔

۲:۔ابن حبانؒ کی توثیق کا جواب

زبیر علی زئی غیر مقلد خود امام ابن حبانؒ کو توثیق کے معاملہ میں متساہل مانتے ہیں۔ جب کہ ان کے ہم مسلک جناب غازی عزیز صاحب لکھتے ہیں: ''مثال کے طور پر امام عجلیؒ اور ابن حبانؒ (توثیق المجہولین کے معاملہ میں) بہت زیادہ متساہل ہیں''۔
(ضعیف احادیث کی معرفت اور ان کی شرعی حیثیت صفحہ ۴۷)

۳:۔ابن حبانؒ کی توثیق غیر مقلدین کے نزدیک غیر معتبر

امام ابن حبانؒ کا کسی راوی کو ثقات میں ذکر کرنا غیر مقلدین کے نزدیک معتبر بھی نہیں ہے:

۱ حافظ محمد گوندلویؒ لکھتے ہیں: ابنِ حبانؒ نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے مگر ابن حبانؒ کا تساہل مشہور ہے۔ (خیر الکلام صفحہ ۲۵۲)

۲ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ لکھتے ہیں: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابن حبانؒ متساہل ہیں۔ (تحقیق الکلام ۱/۷۷)

۳ مولانا عبدالرؤف سندھو غیر مقلد لکھتے ہیں: ''واضح رہے کہ ابن حبانؒ کا اس کو ثقات میں ذکر کرنا معتبر نہیں کیونکہ وہ مجاہیل کو ثقات میں شمار کرتے ہیں''۔
(القول المقبول صفحہ ۳۲۵)

۴ مولانا ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں: ابن حبانؒ متساہل ہیں۔
(التوضیح الکلام ج ۲ ص ۲۶۹)

۵ شیخ البانیؒ لکھتے ہیں: وانما وثقه ابن حبان وهو معروف بتساهله.
(سلسلۃ احادیث ضعیفہ ج ۱ ص ۴۶۶)

۶ مولانا رفیق سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں: ''ابن حبانؒ کی توثیق کو ائمہ رجال کچھ وقعت نہیں دیتے''۔ (الاعتصام صفحہ ۱۸، ۹ ستمبر ۱۹۹۴ء)

۷ مولانا عبداللہ روپڑی صاحب لکھتے ہیں: ''ابن حبانؒ کا تساہل مشہور ہے''۔

(فتاویٰ اہل حدیث ج ۲ ص ۵۰۸)

۸ زبیر علی زئی غیر مقلد کے اُستاد عبدالمنان نور پوری صاحب لکھتے ہیں: ''مگر تصحیح میں ابن حبانؒ اور ابن خزیمہؒ کا تساہل مشہور ہے''۔ (تعداد تراویح صفحہ ۳۴)

☆ جب خود علماء غیر مقلدین کو ابن حبانؒ کی توثیق قابل قبول نہیں۔ تو اس مسئلہ اور قبیصہ بن ہلبؒ کی توثیق کے معاملے میں یہ تضاد کیوں؟!!

۴:۔امام ترمذی کی توثیق کا جواب

زبیر علی زئی غیر مقلد خود امام ترمذیؒ کی توثیق کے قائل نہیں ہیں زبیر علی زئی غیر مقلد اپنی کتاب صفحہ ۱۲ پر لکھتے ہیں: ''اس لئے بقول حافظ ذہبیؒ علماء امام ترمذیؒ کی تصحیح پر اعتماد نہیں کرتے''۔ (میزان الاعتدال ۴۰۷/۳)

لہٰذا امام ترمذیؒ کا قول پیش کرنا زبیر علی زئی غیر مقلد کا تضاد ظاہر کرتا ہے۔

۵:۔امام ابوداؤدؒ کے سکوت اور توثیق کا جواب

زبیر علی زئی غیر مقلد خود اپنی کتاب ''نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام اور حکم'' صفحہ ۱۶ پر اس بات کے قائل ہیں کہ امام ابو داؤدؒ کا کسی حدیث پر سکوت کسی حدیث کی تصحیح نہیں ہوتی ہے۔ تو پھر اس اصول کو پیش کرنے کا مطلب کیا ہے؟ کیا یہ مسلکی حمایت کا شاخسانہ نہیں؟!!

لہٰذا زبیر علی زئی غیر مقلد کا قبیصہ بن ہلب الطائیؒ جو کہ مجہول راوی ہے۔ اس کو ثقہ قرار دینا ان کے اور ان کی جماعت کے اپنے ہی اصولوں کے خلاف ہے۔ تو اس حدیث کو پیش کرنا درست کیسے ہوسکتا ہے؟!!۔ جناب پہلے اپنی جماعت کی خبر لیں اور پھر لکھنے کی ہمت کریں۔ بغض احناف میں ہی کیا آپ کا قلم چلتا ہے؟

4.2.2.13:۔ثقہ راوی پر تفرد کا اطلاق (الزامی جواب)

زبیر علی زئی صاحب ''علی صدرہ'' کے محفوظ نہ ہونے کے اعتراض کا جواب کو

''ایک بے دلیل اعتراض'' کے عنوان کے تحت جواب لکھتے ہیں:

''نیمویؒ صاحب کا یہ فرمان قرین صواب نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے سفیان ثوریؒ کے تفرد کو اپنے اس فیصلہ کی بنیاد بنایا ہے جب کہ حدیث کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ کسی راوی کا کسی الفاظ میں منفرد ہونا اس لفظ کے غیر محفوظ ہونے کی کافی دلیل نہیں ہوتا، تاوقتیکہ وہ الفاظ اس سے زیادہ ثقہ راوی کے الفاظ کے سراسر منافی نہ ہوں۔ حافظ ابن حجرؒ شرح نخبۃ الفکر میں فرماتے ہیں:"**وزیادة راویها مقبولة مالم تقع منافية لمن هو أوثقا**"۔

صحیح اور حسن حدیث کے راوی کے وہ الفاظ مقبول ہوں گے جو وہ دوسروں کے بالمقابل زیادہ کرے بشرطیکہ وہ اوثق کے مخالف نہ ہوں (تحفۃ الدرص ۱۹)۔ظاہر ہے کہ ''**علی صدرہ**'' کے الفاظ اضافہ ہیں، منافی نہیں ہیں۔

(نماز میں ہاتھ باندھنا ص ۱۷)

جواب (۱) زبیر علی زئی صاحب کو اگر اس اصول کا جواب ان کے ممدوح جناب ارشاد الحق اثری کا جواب پیش کیا جائے تو بہتر ہے۔ ارشاد الحق اثری صاحب توضیح الکلام (ص ۷۱۹، ج ۲ ص ۴۲۶، ج ۲ ص ۴۲۷) پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں مروی ایک حدیث کے جواب الجواب میں لکھتے ہیں۔ ثقہ کے تفرد پر بھی منکر کا اطلاق ہوتا ہے۔

مگر افسوس منکر کی تعریف میں مؤلف موصوف کا مبلغ علم ''**شرح نخبة الفکر**'' پر منحصر ہے۔ دوسری کتب کی طرف مراجعت تو کجا رہی۔ صد افسوس! موصوف نے شرح نخبۃ الفکر کے حاشیہ کی طرف بھی توجہ نہیں دی۔ مولانا عبداللہ ٹونکیؒ، حافظ ابن حجرؒ کے قول "**وقد غفل من سوی بینهما**" کے تحت لکھتے ہیں:

لا یخفی ان الفرق انما هو بحسب غالب الاستعمال والافقد یطلق احدهما مکان الأخر. (حاشیہ شرح نخبۃ: ص ۴۴)

راوی منفرد ہو اور وہ متن کسی اور طریق سے مروی نہ ہو تو اسے بھی منکر کہتے ہیں۔

(مقدمہ ابن الصلاح: ص ۷۶)

فقد أطلق الامام أحمد و النسائی و غیر واحد من النقاد لفظ المنکر علی مجرد التفرد الخ۔ (النکت: ج ۱ ص ۶۷۴)

امام احمدؒ، امام نسائیؒ وغیر نقاد نے منکر کا اطلاق مطلقاً تفرد پر بھی کیا ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنویؒ لکھتے ہیں:

ولا تظنن من قولهم هذا حدیث منکر ان راویه غیر ثقة فکثیرا ما یطلقون النکارة علی مجرد التفرد (الرفع والتکمیل: ص ۱۴۳)

یعنی محدثین کے قول "یہ حدیث منکر ہے" سے تم یہ خیال نہ کرو کہ اس کے راوی ثقہ نہیں ہیں کیوں کہ متعدد مرتبہ منکر کا اطلاق صرف تفرد پر بھی کرتے ہیں۔

هذا اسناده حسن وهو منکر (سنن نسائی: ص ۲۴۶ ج ا طبع سلفیہ)

اس حدیث کی سند حسن ہے اور حدیث منکر ہے۔

غور فرمائیے! سند کے حسن ہونے کے باوجود اسے منکر قرار دے رہے ہیں۔

اسی طرح (ج ا ص ۲۰۷) میں بھی ایک حدیث کو منکر کہا ہے اور علامہ شیخ حسین فرماتے ہیں۔ اس میں وجہ نکارت یہ ہے کہ یہ مشہور احادیث کے مخالف ہے:

"بأنه مخالف للمشهور"۔

اسی طرح (ج ۲ ص ۲۲۵) میں حدیث **"نهی عن ثمن الکلب"** الخ کو بھی منکر کہا ہے۔ حالانکہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند کے سب راوی ثقہ ہیں۔

حافظ ذہبیؒ ایک حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: **وهو أیضا باطل ما ادری من یغشی فیه فان هؤلاء ثقات** (میزان: ج ۳ ص ۶۱۰)

یعنی یہ حدیث بھی باطل ہے، معلوم نہیں کس نے دھوکا دیا ہے؟ کیوں کہ بیان کرنے والے تمام ثقہ ہیں۔

علامہ سیوطیؒ ایک حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: **موضوع ورجاله کلهم ثقات۔** (اللألئ المصنوعة: ج ۲ ص ۱۱۰)

یہ حدیث موضوع ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

مستدرک حاکم (ص ۱۲۸ ج ۳) میں امام حاکم نے **"صحیح علی شرط**

الشیخین" کہا ہے۔مگر علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔ان کان رواته ثقات فهو منكر ليس ببعيد من الوضع. الخ (تلخيص المستدرک)
اس کے راوی گو ثقہ ہیں مگر یہ منکر ہے بلکہ بعید نہیں کہ موضوع ہو۔
نیز دیکھیے ذیل اللآلی :ص۶۱ ،سنن ابن ماجہ کی کتاب اللباس کے اوائل میں عبدالرزاق انبأ معمر عن الزهري عن سالم عن ابن عمر کے طریق سے ایک روایت ہے جس کے بارے میں امام نسائیؒ فرماتے ہیں: هذا حديث منكر۔ یہ حدیث منکر ہے۔
امام یحییٰ قطانؒ نے بھی اس کا انکار کیا ہے اور حافظ حمزہؒ بن محمد الکنانی فرماتے ہیں: ''میرا خیال ہے کہ یہ صحیح نہیں'' (تحفۃ الاشراف ص ۳۹۷ ج ۵)
حالانکہ اس کے بھی سب راوی ثقہ بلکہ صحیح بخاری و مسلم کے راوی ہیں۔اس سلسلے میں اور بھی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ لیجئے جناب! ہم نے ثقہ راوی کی روایت پر بھی منکر بلکہ باطل کا اطلاق بھی ثابت کیا ہے۔صرف مخالفت اور ضعیف کی روایت پر ہی منکر کا اطلاق نہیں کرتے۔جس سے واضح ہوتا ہے کہ محدثین بسا اوقات دوسری ادلہ کی بنا پر ثقہ راویوں کی روایات پر بھی منکر کا لفظ بولتے ہیں اور اس روایت کو صحیح قرار نہیں دیتے اور یہ اصول اپنی جگہ پر گزر چکا ہے کہ راویوں کے ثقہ ہونے پر حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔(توضیح الکلام ص ۷۹۱ وص ۷۹۲)
ارشاد الحق اثری کے بیان سے یہ واضح ہوا کہ منکر کا اطلاق منفرد یا تفرد پر بھی ہوتا ہے اور کبھی ثقہ راوی بھی تفرد کا شکار ہوتا ہے۔لہٰذا اس حدیث میں یحییٰ بن سعید کا تفرد نمایاں اور عیاں ہے۔لہٰذا تفرد کی بنا پر یہ حدیث یا کم از کم "علی صدره " کے الفاظ منکر ہیں. لہٰذا اس حدیث سے استدلال کرنا ہی غلط ہے۔دوسری طرف یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ واقعہ اور حدیث نماز کے اندر ہاتھ باندھنے پر نہیں ہے۔ یہ حدیث تو نماز سے فرصت کے بعد کے واقعہ کے بارے میں ہے۔لہٰذا اس کو تو اپنے دلائل میں پیش کرنا ہی غلط اور اُصول کے خلاف ہے۔
لہٰذا یہ بات تو صاف ہوگئی کہ یہ الفاظ منکر اور شاذ ہیں۔اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے

کہ امام سفیان ثوری سے ان کے شاگرد یحییٰ بن سعید تو یہ الفاظ روایت کرتے ہیں تو اس کا مختصراً جواب یہ ہے کہ یحییٰ بن سعید کی حدیث میں نماز کا ذکر موجود نہیں ہے۔ دوسرا ثقہ کا تفرد بھی شاذ ہی کی قسم ہے۔ لہٰذا اس حدیث میں دو علتیں متن میں موجود ہیں۔

(ا) نماز کا لفظ موجود نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے یہ حدیث ان کی دلیل بن ہی نہیں سکتی۔

(ب) "علی صدرہ" کے الفاظ شاذ ہیں۔

۲ یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جس حدیث میں "علی صدرہ" (سینے پر) کے الفاظ کا ذِکر ہے، اس میں نماز کا ذکر نہیں اور جس حدیث میں نماز کا ذِکر ہے، اُس میں "علی صدرہ" (سینے پر) کے الفاظ نہیں ہے۔ اس حدیث کی تخریج سے ظاہر ہوتا ہے کہ یحییٰ بن سعیدؒ کی روایت میں "علی صدرہ" یعنی سینے پر کے الفاظ غیر محفوظ ہیں۔

۳ امام یحییٰ بن سعیدؒ کی روایت میں معنوی سقم بھی موجود ہے۔ یحییٰ بن سعیدؒ کی روایت میں هذه علی صدره کے الفاظ موجود ہیں۔ اگر ان الفاظ کو محفوظ مان لیا جائے تو لفظ هذه ایک ہاتھ کی طرف اشارہ ہے۔ اور صرف ایک ہاتھ باندھنا غیر مقلدین کا معمول نہیں ہے۔ یحییٰ بن سعیدؒ کی تفسیر بھی ان الفاظ پر منطبق نہیں ہوتی، کیونکہ هذه کی تشریح تو الیمنیٰ ہوئی اور علی الیسری فوق المفصل کس لفظ کی تشریح ہے؟

۴ اس حدیث میں امام یحییٰ بن سعیدؒ سے الیمنیٰ علی الیسری فوق المفصل یعنی دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے جوڑ پر رکھ کر باندھا کے الفاظ موجود ہیں۔ جب کہ حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث میں زبیر علی زئی نے اِن الفاظ کا انکار کیا ہے۔ اور کیا غیر مقلدین حضرات خصوصاً زبیر علی زئی غیر مقلد دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے جوڑ پر رکھنے کے قائل ہیں؟ جب اس حدیث پر خود ہی عمل نہیں تو اس کو پیش کرنے کا فائدہ کیا ہے؟

4.2.2.14:۔غیر مقلدین کی دھوکہ دہی

1 غیر مقلد حافظ ثناء اللہ ضیاء نے اوپر یہی مسند احمد کی حدیث لکھی ہے۔ اس کا ترجمہ

بالکل نہیں لکھا ہے۔ چونکہ مسند احمد کی اس حدیث کا متن غیر مقلدین کے خلاف ہے، جیسا کہ اوپر بیان کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا حافظ ثناء اللہ ضیاء نے اپنی مطلب برآری کے لیے اس کے بعد ابن جوزیؒ کی بیان کردہ یہ حدیث لکھی ہے۔

أَخْبَرَنَا ابْنُ الْحُصَيْنِ قَالَ أَنْبَأَنَا ابْنُ الْمُذْهِبِ قَالَ أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَحْمَدَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي سِمَاكٌ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ هٰذِهٖ عَلٰى هٰذِهٖ على صدره. وَوَصَفَ يَحْيَى الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فَوْقَ الْمِفْصَلِ.

(نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں ص ۴۱)

2 حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسی ابن جوزیؒ کی نقل کردہ حدیث کو ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد یوں گوہر افشانی کی ہے:

اس حدیث میں هٰذِهٖ عَلٰى هٰذِهٖ، یعنی دو دفعہ هٰذِهٖ آیا ہے جو کہ مسند احمد کے مطبوعہ نسخوں میں دو دفعہ چھپنے سے رہ گیا ہے (نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام اور حکم ص ۶۰)

جواب حالانکہ اس کے بعد ہی امام ابن جوزیؒ نے یہ باب باندھا ہے:

مَسْأَلَةٌ تُوضَعُ الْيَمِينُ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ الصَّدْرِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَعَنْ أَحْمَدَ تَحْتَ السُّرَّةِ وَعَنْهُ التَّخْيِيرُ الخ.

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت امام ابن جوزیؒ کے نزدیک بھی یہ حدیث سینہ پر ہاتھ باندھنے کے متعلق نہیں ہے۔

اعتراض غالی غیر مقلد نے اپنے ماہنامہ اہلحدیث: ۱۰۵ ص ۴۳ پر اس حدیث کو صحیح ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی۔ اور ابن جوزی کی کتاب التحقیق فی اختلاف الحدیث ۱/۲۳۸ سے متن نقل کیا۔

أَخْبَرَنَا ابْنُ الْحُصَيْنِ قَالَ أَنْبَأَنَا ابْنُ الْمُذْهِبِ قَالَ أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَحْمَدَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي سِمَاكٌ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ عَنْ

أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ هٰذِهٖ عَلٰى هٰذِهٖ علي صَدره. وَوصف يَحْيَى الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فَوْقَ الْمِفْصَلِ.

یہ روایت نقل کرنے کے بعد موصوف نے هٰذِهٖ عَلٰى هٰذِهٖ کو ثابت کرنے کی کوشش کی اور علی صدرہ کو ثابت کرنا چاہا۔

جواب (۱) عرض یہ ہے کہ غالی غیر مقلد اس روایت کی سند کو ثابت کر بھی دیں تو بھی ان کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ مسئلہ نماز کے اندر سینے پر ہاتھ باندھنے کا ہے۔ اور غالی غیر مقلد کی پیش کردہ روایت میں کسی بھی جگہ پر نماز کے اندر کا ذکر نہیں ہے۔

مزید یہ کہ ابن جوزی کی روایت مختصر ہے کیونکہ اس میں "يَنْصَرِفُ عَنْ يَمِينِهٖ وَعَنْ يَسَارِهٖ" کا ذکر نہیں ہے۔ اور یہ الفاظ ثابت کرتے ہیں کہ یہ واقعہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد کا ہے۔ لہٰذا علمی بد یانتی کرتے ہوئے غالی غیر مقلد نے امام احمد بن حنبلؒ کی کتاب کو نظر انداز کر کے ابن جوزی کی کتاب التحقیق سے اس روایت کو پیش کیا تا کہ عوام الناس ان کی اس خیانت کو سمجھ نہ سکیں۔ کیونکہ اگر یہ روایت مسند امام احمد بن حنبل سے نقل کرتے تو نماز سے فارغ ہو کر سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر واضح ہو جاتا اور ان کے دعویٰ کی قلعی کھل جاتی۔ قارئین کرام بھی اس نکتہ کو ذہن نشین کر لیں کہ جب تک غیر مقلدین حضرات کسی روایت میں نماز کے اندر ہاتھ باندھنے کا ثبوت پیش نہیں کرتے ان کا دعویٰ بغیر دلیل ہی رہے گا۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ غالی غیر مقلد زبیر علی زئی کا اعتراض باطل، مردود اور فضول ہے۔

۲ مسند احمد میں حضرت ھلب الطائیؓ کی حدیث میں عن شمالہ کی بجائے عن یسارہ کے الفاظ ہیں۔ لہٰذا اس میں لفظی تحریف کی ہے۔

۳ اس حدیث میں علی صدرہ کے الفاظ غیر محفوظ ہیں۔

۴ سلفی عالم اور نامور محقق شیخ شعیب الارنؤوط نے اپنے استاد اور شیخ ناصر الدین البانی کا تعاقب کر کے خوب خبر لی ہے۔ اور اس حدیث سے سینے پر ہاتھ باندھنے کے مسئلہ پر

استدلال کرنے کا سختی سے رد کیا ہے۔
شیخ شعیب الارنووط لکھتے ہیں: **صحیح لغیره دون قوله:"يضع هذه على صدره". وهذا إسناد ضعيف لجهالة قبيصة بن هلب.**

ترجمہ حدیث صحیح لغیرہ ہے سوائے یہ (ہاتھ) اپنے سینے پر رکھتے تھے کے۔اوراس کی اسناد ضعیف ہے قبیصہ بن ہلبؓ کی جہالت کی وجہ سے۔

عرب محقق عادل مرشداور شیخ شعیب الارنووط، شیخ ناصرالدین البانی کی مزید خبر لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

قلنا: وقول الألباني رحمه الله في صفة الصلاة :وضعهما على الصدر هو الذي ثبت في السنة، تعنُّت لا وجه له.

(مسند الإمام أحمد بن حنبل، ج۳۶ص۳۰۰،تحت رقم۲۱۹۶۷.المؤلف:أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى۲۴۱ھ). المحقق: شعيب الأرنؤوط، عادل مرشد، وآخرون. إشراف:د. عبد الله بن عبد المحسن التركي.الناشر: مؤسسة الرسالة. الطبعة:الأولى۱۴۲۱ھ)

ترجمہ ہم (عادل مرشد،شعیب الارنووط) کہتے ہیں کہ البانی کا قول جوان کی کتاب صفۃ الصلاۃ میں ہے کہ''یہ ہی سنت سے ثابت ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھے جائیں''۔ البانی کا یہ قول تعنت،ہٹ دھرمی ہےاوراسکی کوئی دلیل نہیں۔

۵ پہلی روایت کے تحت زبیر علی زئی کا لکھنا کہ اگر دایاں ہاتھ پوری بائیں ذراع پر رکھا جائے تو خود بخود سینے پر آجاتا ہے۔خود انہی کی پیش کردہ دلیل سے غلط ثابت ہو گیا کیونکہ اس میں **فوق المفصل** یعنی جوڑ کے اوپر ہے۔

٦ پس دونوں روایتوں میں سے ایک لا مذہب کی تکذیب کرتی ہے کیونکہ وہ پہلی روایت بیان کرنے کے بعد اپنی مجتہدانہ صلاحیت سے بیان کر چکے ہیں کہ جب دایاں ہاتھ پوری ذراع پر رکھا جائے تو خود بخود سینے پر آجاتا ہے جبکہ دوسری میں واضح طور سے

موجود ہے کہ ذراع پر ذراع نہیں بلکہ ہاتھ کو جوڑ پر رکھنا ہے۔ پس جب ہاتھ گٹ پر باندھا جائے تو بآسانی زیرناف یا ناف پر آتا ہے، سینہ پر نہیں اور سینہ پر رکھنے والوں کو نماز میں بھی اکڑنا پڑے گا تب سینہ پر آئیں گے، جبکہ اسلام میں تو عام حالات میں بھی اکڑنے سے منع کیا گیا ہے چہ جائیکہ اللہ کی بارگاہ میں حاضری کے وقت آکڑ خان بنتے پھرو۔

3 اس کے بعد حافظ ثناء اللہ ضیاء لکھتے ہیں: امام ترمذیؒ نے بھی اس روایت کو اسی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس کے کم از کم ایک نسخہ میں بھی وہی متن ہے جسے امام احمدؒ نے مسند احمد میں بیان کیا ہے۔ (نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں ص ۴۱)

جواب یہ بات بھی غلط ہے۔ ایسا کوئی نسخہ معلوم نہیں ہے۔ جب کہ حضرت امام ترمذیؒ کی بیان کردہ حدیث کا متن اور اس کے بعد مذاہب کا بیان یہ ہے:

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّنَا، فَيَأْخُذُ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ. وَفِي البَابِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، وَغُطَيْفِ بْنِ الحَارِثِ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ مَسْعُودٍ، وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ. حَدِيثُ هُلْبٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَالعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالتَّابِعِينَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ، يَرَوْنَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ يَمِينَهُ عَلٰى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ، وَرَأٰى بَعْضُهُمْ أَنْ يَضَعَهُمَا فَوْقَ السُّرَّةِ. وَرَأٰى بَعْضُهُمْ: أَنْ يَضَعَهُمَا تَحْتَ السُّرَّةِ. وَكُلُّ ذٰلِكَ وَاسِعٌ عِنْدَهُمْ .وَاسْمُ هُلْبٍ: يَزِيدُ بْنُ قُنَافَةَ الطَّائِيُّ.

ترجمہ حضرت قبیصہ بن ہلبؒ اپنے والد حضرت ہلب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری امامت فرماتے تھے، تو اپنے بائیں ہاتھ کو اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیا کرتے تھے۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ، حضرت غطیف بن حارث رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے احادیث مروی ہیں۔ حضرت ہلب رضی اللہ عنہ کی (مذکورہ) حدیث ''حسن'' ہے۔اسی پر نبی ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعینؒ اور ان کے بعد کے اہلِ علم (تبع تابعینؒ) حضرات کا عمل ہے، جو یہ فرماتے ہیں کہ آدمی نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے۔اور ان (صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ) میں سے بعض اہلِ علم حضرات ہاتھوں کو ناف کے اوپر اور بعض ناف کے نیچے رکھنے کے قائل ہیں۔ ان سب (یعنی ناف سے اوپر اور نیچے ہاتھ رکھنے) کی ان کے نزدیک گنجائش ہے۔

(ترمذی ص۱۲۹ رقم ۲۵۲ طبع دار المعرفہ، بیروت)

حضرت امام ترمذیؒ کے کلام سے معلوم ہوا کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعینؒ اور ان کے بعد کے اہلِ علم حضرات ناف کے اوپر اور بعض ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کا مسلک جمہور اُمت اور ائمہ اربعہؒ کے مسلک کے خلاف ہے۔

4.2.3:۔دلیل 3:۔حدیثِ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ

نـا أَبُـو مُـوسٰى، نا مُؤَمَّلٌ، نا سُفيَانُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى عَلٰى صَدْرِهِ.

(ابن خزیمہ ج ا ص ۲۰۷ رقم ۴۷۹ طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت ۲۰۰۹ء)

ترجمہ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر سینے پر رکھا۔

جواب

1 سند کے اعتبار سے یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کا مدار مؤمل بن اسماعیلؒ پر ہے، جو ضعیف ہے۔

2 زبیر علی زئی صاحب اس حدیث کو حضرت ہلب الطائی رضی اللہ عنہ کی حدیث کے شاہد کے طور پر لائے ہیں۔جس سے اس حدیث کی استنادی حقیقت تو واضح ہو جاتی ہے کہ یہ

حدیث زبیر علی زئی کے نزدیک کمزور اور ضعیف ہے۔

3 اس حدیث کے بارے میں زبیر علی زئی صاحب خود لکھتے ہیں۔ ''یہ روایت مُؤملؒ کی وجہ سے ضعیف نہیں بلکہ سفیان ثوریؒ کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اسے حسن لذاتہ حدیث کی تائید میں بطورِ شاہد پیش کیا گیا ہے (نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام صفحہ۳۳)۔ لہٰذا زبیر علی زئی صاحب کے اس اقرار سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث اُن کے نزدیک ضعیف ہے۔ دوسرا یہ کہ اُن کے نزدیک ضعیف حدیث کو (مرسل جو غیر مقلدین کے نزدیک ضعیف ہوتی ہے) متابعت وشواھد میں پیش کرنا جائز ہے۔

4 زبیر علی زئی صاحب کو شاید معلوم نہیں کہ مُومل بن اسماعیل پر بھی جرح مفسر موجود ہے۔ لہٰذا تعدیلِ مبہم کے مقابلے میں جرح مفسر ہی قابلِ قبول ہوتی ہے۔

5 علامہ ترکمانیؒ نے الجوہر النقی (ج۲ص۳۰ تا۳۲) میں اس روایت کی سند پر بڑی عمدہ بحث کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

قلت مؤمل هذا: قيل انه دفن كتبه فكان يحدث من حفظه فكثر خطاءه، كذا ذكر صاحب الكمال. وفي الميزان: قال البخاري: منكر الحديث. وقال أبو حاتم: كثير الخطاء. وقال أبو زرعة: في حديثه خطأ كثير .

(الجوهر النقي على سنن البيهقي، ج۲ص۳۰. المؤلف: علاء الدين علي بن عثمان بن إبراهيم بن مصطفى المارديني، أبو الحسن، الشهير بابن التركماني (المتوفى۷۵۰ھ). الناشر: دار الفكر)

ترجمہ میں کہتا ہوں: اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کی کتابیں دفن کردی گئیں۔ لہٰذا وہ حدیث کو اپنے حفظ سے ہی بیان کرتا تھا جس کی وجہ سے اس کی حدیث میں غلطیاں کثرت سے ہیں۔ جیسا کہ ''الکمال'' کے مصنف نے بیان کیا ہے۔ میزان میں ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے فرمایا ہے: یہ منکر الحدیث ہے۔ امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں: یہ غلطیاں کثرت سے کرنے والا ہے۔ امام ابوزرعہؒ فرماتے ہیں: اس کی حدیث میں غلطیاں بہت زیادہ ہیں۔

4.2.3.1:۔مؤمل بن اسماعیلؒ پر جرح

مندرجہ ذیل محدثین کرام نے مؤمل بن اسماعیل پر جرح کی ہے۔

ا۔ابو حاتمؒ: صدوق، شديد في السنة، كثير الخطاء، يكتب حديثه.

(الجرح والتعدیل ج۸ص۳۷۴)

وسئل عن مؤمل بن اسماعيل وابى حذيفه فقال: فى كتبها خطاء كثير وابو حذيفه اقلها خطاء. (الجرح والتعدیل رقم:۷۲۳)

هذا حديث منكر (علل الحدیث رقم:۱۶۹۷)

أخطأ فيه مؤمل علل الحدیث رقم:۲۰۰۸)

وكيع اصح و اخطأ المؤمل (علل الحدیث:۱۷۴۵)

۲۔ابن سعدؒ: ثقة، كثير الغلط (طبقات ابن سعد ج۵ص۵۰۱)

۳۔یعقوب بن سفیانؒ: يروى المنا كير عن ثقات شيو خنا (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۳/۵۲)

۴۔امام دار قطنیؒ: صدوق كثير الخطأ (سوالات الحاکم لدار قطنی:۴۹۲)

۵۔حافظ ابن حجرؒ: صدوق سئ الحفظ (تقریب التہذیب:۷۰۲۹)

۶۔سلیمان بن حربؒ: كان لا يصحه أن يحدث وقد يجب على اهل العلم أن يقفوا.

(کتاب المعرفہ ج۳ص۵۲)

۷۔امام نسائیؒ: فيه لين (مجلسان نسائی ص۴۸ رقم:۱۷)

امام نسائیؒ: مؤمل بن اسماعيل كثير الخطاء (عمل اليوم و الليلة رقم:۸۵)

۸۔امام ابی عمر السمر قندیؒ: سئ الحفظ (فوائد ابی عمر ص۳۱ رقم:۱۷)

۹۔امام ابی عمر السمر قندیؒ: ضعيف (فوائد ابی عمر ص۵۹، رقم:۲۲)

۱۰۔امام نصر المروزیؒ: المؤمل إذا انفرد بحديث وجب أن يتوقف و يثبت فيه لأ نه كان سئ الحفظ كثير الخطأ. (تہذیب التہذیب رقم:۶۸۲)

۱۱۔امام احمد بن حنبلؒ: مُؤمل كَانَ يُخطئُ علل احمد روایۃ مروزی رقم:۵۳

۱۲۔امام جنیدؒ: قال يحيى بن معين: يحدث من حفظه زيادة (سوالات الجنید:۴۴۴)

۱۳۔امام ابن عمارؒ: وکان یحدث حفظاً فیخطئ الکثیر (علل الحدیث ص ۱۰۷)

۱۴۔امام حسینیؒ: حدث حفظا فغلط (من لہ روایت فی رقم: ۵۷۴۷)

۱۶۔علامہ البانیؒ: إسناده ضعيف لأن مؤملا وهو ابن اسماعيل سيء الحفظ. (ابن خزیمہ رقم ۴۷۹،حاشیہ)

إسناده ضعيف مؤمل صدوق سيء الحفظ وإن شئت التفصيل ففي الضعيفة: ۳۹۹۵

(ابن خزیمہ رقم ۱۱۳۶، ۱۳۹۳، حاشیہ)

إسناده ضعيف مؤمل هو ابن اسماعيل البصري وهوسيء الحفظ.

(ابن خزیمہ رقم ۱۹۵۰،حاشیہ)

۱۷۔امام ذہبیؒ نے کہا: ذكره في المغني في ضعفاء. قال الذهبي: مُؤمل بن اسماعيل صَدُوق مَشْهُور وثق وَقَالَ الْبُخَارِيّ مُنكر الحَدِيث وَقَالَ أَبُو زرْعَة فِي حَدِيثه خطأ كثير.

(المغنی فی الضعفاء ج ۲ ص ۶۸۹ رقم ۶۵۴۷)

۱۸۔امام یحیٰی بن معینؒ: يقول: (قبيصة) ليس بحجة في سفيان ولا يحيٰى بن آدم ولا (مؤمل) (معرفۃ الرجال ج ۴ ص ۱۱۴)

۱۹۔امام ابن ترکمانیؒ: مائل به تضعيف (الجواہر النقی ۲/۳۰)

۲۰۔قاسم بن قطلو بغاؒ: مائل به تضعيف۔ (تخریج الاحادیث اختیار قلمی)

۲۱۔ابن حجرؒ: في حديث عن الثوري ضعف (فتح الباری ۹/۲۳۹ رقم: ۷۲۵۱)

۲۲۔ابوزرعہ الرازیؒ: في حديثه خطاء كثير (میزان الاعتدال ج ۴ ص ۲۲۸: رقم ۸۹۴۹)

۲۳۔امام ساجیؒ: صدوق كثير الحظاء وله اوهام. (تہذیب التہذیب: ۱۰/۳۸۱)

۲۴۔امام ابن قانعؒ: صالح يخطئ (میزان الاعتدال: ۲/۵۳۲)

۲۵۔حافظ ابوبکر نیسابوری: إِنْ كَانَ مُؤَمَّلٌ حَفِظَهُ فَهُوَ غَرِيبٌ. (السنن الکبری رقم ۷۹۸۳)

۲۶۔امام ابن حبانؒ: ربما أخطأ (کتاب الثقات ۹/۱۸۷)

۲۷۔امام زرکلیؒ: فحدث من حفظه فوقع الخطاء (اعلام ۷/۳۳۴)

۲۸۔حافظ الزرکشیؒ: قال البخاري منكر الحديث. (النکت للزرکشی ۲/۲۹۷)

۹۲۔امام بخاریؒ: منكر الحديث (الکمال بحوالہ الجوہر النقی ۲/۲۰)

۳۰۔امام جوزیؒ: تفرد به مومل عن ثوري (العلل المتناھیہ رقم: ۳۳۹)

۳۱۔امام ابن ابی حاتمؒ: وهم مؤمل فی لفظ متن هذا الحدیث (علل الحدیث رقم:۱۱۱۶)

۳۲۔ابن نجارؒ بھی ضعیف ہونے کے قائل ہیں۔ (المستفاد ج۲ص۱۰۷)

۳۳۔امام فاسیؒ: الذی تفرد به کثیرا لخطاء. (شفاء الغرام ج۱ص۱۲۳)

۳۴۔طارق بن عوض اللہ بھی اس کی تضعیف کے قائل ہیں۔ (الارشادات ج۱ص۱۹۲)

۳۵۔ابن ملقنؒ: مؤمل بن اسماعیل صدوق و قد تکلم فیه. (البدر المنیر ج۴ص۶۵۲)

۳۶۔حافظ ابن ابی الفوارسؒ: هذا حدیث غریب .... تفرد به مؤمل بن اسماعیل عن سفیان. (البدر المنیر ۷/۵۵۳)

۳۷۔امام دمیاطیؒ نے کہا:۔دفن مؤمل کتبه و کان یحدث من حفظه فکثر خطؤهٗ.

(البدر المنیر ۷/۵۵۳)

۳۸۔علامہ ھیثمیؒ نے کہا:۔ ضعفه الجمهور (مجمع الزوائد:۸۰۶۸)

۳۹۔امام بوصیریؒ نے کہا:۔مؤمل بن اسماعیل اختلف فیه. فقیل ثقة وقیل کثیر الخطاء وقیل منکر الحدیث. (مصباح الزجاجۃ، رقم:۷۲۲)

۴۰۔عبداللہ بن محمد بن احمد الدویش (المتوفی ۱۴۰۹ھ):مؤمل بن اسماعیل سیٔ الحفظ.

(تنبیه القارئ لتقویة ما ضعفه الألبانی رقم:۵۷)

۴۱۔امام دارقطنیؒ: ولم یروه عنه غیر مؤمل بن اسماعیل (اطراف الغرائب رقم:۱۳۵۱)

تفرد به مؤمل بن اسماعیل عن الثوری (اطراف الغرائب رقم:۱۴۹۹)

۴۲۔ابن الهادیؒ:تکلم فیه بعض الائمة و هو صدوق و لکنه کثیر الخطاء.

(مسائل جزاء الصید ۲/۴۵۱)

۴۳۔علامہ مناویؒ: مؤمل بن اسماعیل قال البخاری: منکر الحدیث.

(فیض القدیر رقم:۶۸۶۱)

۴۴۔ثناء اللہ زاہدی غیر مقلد: فیه مقال (توجیہ القاری ص۳۲۱)

۴۵۔مولانا اعظمیؒ: اسناده ضعیف لان مؤملا (صحیح ابن خزیمہ ج۱ص۲۴۳ حاشیہ)

۴۶۔شعیب الارناؤط: سئ الحفظ (صحیح ابن حبان ج ۳ ص ۳۸)

۴۷۔عبدالمنان نور پوری غیر مقلد: یہ حدیث مؤمل کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(نماز میں ہاتھ اُٹھانے کی کیفیت ص ۲۱)

۴۸۔ابواسحاق الجوینی: سئ الحفظ (ص ۱۶۷)

۴۹۔عبداللہ الرحیلی :أنه سيء الحفظ، ومقصود الأئمة بتوثيقه أنه عدل، أما في حفظه فهو ضعيف. (حاشیہ من تكلم وهو موثق ص ۵۱۳)

۵۰۔عبدالرحمٰن مبارکپوری غیر مقلد: قلت سلمنا ان مؤمل بن اسماعیل ضعیف.

(ابکار المنن ص ۱۰۹)

اس مذکورہ بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ مؤمل بن اسماعیل پر محدثین کرام کی مفسر جرح موجود ہے۔

4.2.3.2:۔زبیر علی زئی کی اسماء الرجال میں مسلکی حمایت

زبیر علی زئی غیر مقلد نے مسئلہ ترک رفع یدین پر اپنی کتاب نور العینین ص ۱۲۶ پر یزید بن ابی زیادؒ الکوفی کو سئ الحفظ، کثیر الخطاء ہونے کی وجہ سے ضعیف لکھا تھا۔اور ساتھ ہی علامہ بوصیریؒ سے ضعفه جمهور بھی لکھا۔مگر نماز میں ہاتھ باندھنے کے موضوع میں مومل بن اسماعیلؒ جس کو جمہور محدثین کرامؒ نے سئ الحفظ اور کثیر الخطاء لکھا ہے، اس اصول اور قاعدہ کو بھول گئے ہیں۔میرے خیال میں مسلکی حمایت نے ان کو ایسا کرنے پر مجبور کیا ہے۔مومل بن اسماعیلؒ کے بارے میں علامہ ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد (رقم:۸۰۶۸) میں ضعفه جمهور لکھا ہے۔ترک رفع الیدین والی روایات پر بڑے مزے لے کر آپ نے راوی کو ضعیف ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی تھی مگر وہی جرح اگر نماز میں ہاتھ باندھنے کے مسئلہ پر ایک روایت میں مومل بن اسماعیلؒ پر آ گئی تو آپ چیخ چیخ کر احناف کو بددیانت ثابت کرتے ہیں۔اور اپنی روایت کو صحیح ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔میری استدعا قارئین کرام سے اتنی ہوگی کہ خود ان تحریروں کا مطالعہ کریں اور نتیجہ اخذ کریں۔اللہ تعالیٰ ہمیں مسلکی تعصب سے دور

رکھے۔

اس تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ زبیر علی زئی صاحب مسلکی حمایت اور خدمت میں کسی بھی راوی کو ضعیف اور کسی بھی راوی کو ثقہ لکھ دیتے ہیں۔

تنبیہ وہ عوام الناس جو اُصول اسماء الرجال سے نابلد ہیں اُن کیلئے زبیر علی زئی غیر مقلد کی کتابیں پڑھنا گمراہی کا سبب ہیں۔لہٰذا اُن کی کتابوں سے عوام الناس کو اجتناب کرنا چاہیے۔کیونکہ عوام الناس کو اسماء الرجال کا اول تو ادراک ہی نہیں ہے اور مزید یہ کہ ان کتابوں تک رسائی بھی نہیں ہے۔لہٰذا صرف بہت سارے حوالے دیکھ کر مرغوب ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

4.2.3.3:۔زبیر علی زئی غیر مقلد کی اصول الحدیث سے لاعلمی

زبیر علی زئی غیر مقلد اپنی کتاب کے صفحہ ۱۳۱ پر لکھتے ہیں: ’’ثقہ عدد کثیر کی بات عدد قلیل پر حجت ہے‘‘۔

جواب زبیر علی زئی غیر مقلد جن کے مطالعہ میں اصول الحدیث اور علم الرجال کی کافی کتابیں زیر مطالعہ ہوں گی۔ یہ مانا نہیں جا سکتا کہ یہ اصول ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو۔ کیونکہ محدثین کرام کے نزدیک جرح وتعدیل ماننے کے کچھ اصول مقرر ہیں۔

۱ مفسر جرح کو مبہم تعدیل پر فوقیت ہوتی ہے۔

۲ مفسر تعدیل کو مبہم جرح پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔

۳ مبہم جرح اور مبہم تعدیل میں پھر عددی اکثریت دیکھی جائے گی۔

زبیر علی زئی غیر مقلد کا باقی اصول کو بالائے طاق رکھ کر صرف عددی کثرت کے اصول کو ماننا ایک نہایت غلط اور گمراہ کن اصول ہے۔اور اسی اصول کو مدِ نظر رکھتے ہوئے انھوں نے احناف کے ساتھ تمام اختلافی مسائل میں اس کو لاگو کیا ہے۔اور عددی فوقیت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔مگر حیرانگی تو ان علماء غیر مقلدین پر ہے کہ جو

اپنے آپ کو علماء بھی کہتے ہیں مگر زبیر علی زئی غیر مقلد کے ان گمراہ کن اصولوں پر چپ سادھی ہوئی ہے۔ میرے خیال میں اختلافی مسائل اپنی جگہ مگر اصولوں سے انحراف کوئی تحقیقی کام نہیں ہے۔

اگر عددی طور پر بھی دیکھا جائے تو اٹھارہ (۱۸) محدثین کرامؒ کی تعدیل کے مقابلہ میں ہم نے پچاس (۵۰) محدثین کرامؒ سے مومل بن اسماعیلؒ پر جرح ثابت کی ہے۔ لہٰذا زبیر علی زئی غیر مقلد کو اپنے اصول کے مطابق مومل بن اسماعیل کو ضعیف ماننا چاہیے۔

4.2.3.4:۔ محدثین کرامؒ کی مومل بن اسماعیلؒ پر مفسر جرح

محدثین کرام نے مومل بن اسماعیلؒ پر مفسر جرح کی ہے، جس کی وجہ سے اس حدیث کو صحیح ماننا درست نہیں ہے۔

۱ امام ابوحاتمؒ نے مومل بن اسماعیل کے بارے میں کثیر الخطاء کی مفسر جرح کی ہے۔

(الجرح وتعدیل ج ۸ ص ۳۷۴)

جس کی وجہ سے مومل بن اسماعیلؒ کی حدیث کا ماننا درست نہیں ہے۔

۲ امام یعقوب بن سفیانؒ نے مومل بن اسماعیلؒ کے بارے میں یروی المناکیر عن الثقات شیوخنا۔ یعنی اپنے ثقہ اُستادوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔

(المعرفۃ والتاریخ ج ۳ ص ۵۲)

اس حدیث میں بھی علی صدرہ کے الفاظ منکر ہیں۔ لہٰذا یہ جرح بھی مفسر ہے۔

۳ امام ابی عمر السمر قندیؒ نے بھی مومل بن اسماعیلؒ کو سیٔ الحفظ لکھا ہے۔

(فوائد ابی عمر صفحہ ۱۳۱)

جو محدثین کرامؒ اور ارشاد الحق اثری کے نزدیک بھی مفسر جرح ہے۔

(توضیح الکلام ص ۹۶۲)

۴ امام نصر المروزیؒ لکھتے ہیں مومل بن اسماعیلؒ جب کسی حدیث میں منفرد ہو تو اس کی حدیث سے توقف کرنا چاہیے۔ (تہذیب التہذیب رقم ۶۸۲)

اس حدیث میں بھی مومل بن اسماعیلؒ منفرد ہے۔ اگر زبیر علی زئی غیر مقلد اصول

الحدیث کو مانتے ہیں، تو کوئی ایسی روایت پیش کریں جس میں کسی راوی نے امام سفیان ثوریؒ سے انہی الفاظ سے یہ روایت لی ہو یا بیان کی ہو۔امام بیہقیؒ بھی خلافیات بیہقی قلمی صفحہ ۵۴ پر لکھتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ کے شاگردوں میں علی صدرہ کے الفاظ مومل بن اسماعیلؒ کے علاوہ کسی اور نے استعمال نہیں کیے ہیں۔لہٰذا امام احمد بن حنبلؒ کی مفسر جرح کی روشنی میں یہ حدیث ثابت نہیں۔اور ویسے بھی زبیر علی زئی غیر مقلد نے اس کے ضعف کا خود اقرار بھی کیا ہے۔لہٰذا امام احمد بن حنبلؒ کے قول کی روشنی میں لفظ علی صدرہ کا اضافہ مومل بن اسماعیلؒ کی طرف سے خطا اور غلطی ہے

۵ جرح کرنے والے محدثین کرامؒ کا طبقہ اعلیٰ درجہ کا ہے۔جب کہ تعدیل کرنے والے محدثین کرامؒ نیچے والے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔اور اصول ہے کہ اوپر والے طبقے کے محدثین کرام کی بات مانی جائے گی۔اور اس بنیاد پر بھی مومل بن اسماعیلؒ ضعیف ثابت ہوتا ہے۔

٦ امام یحییٰ بن معینؒ کا صحیح قول (معرفة الرجال ج ا ص ۵۴۹)اور حافظ ابن حجرؒ کا قول: ''فی حدیث عن الثوری ضعیف'' فتح الباری (ج ۹ ص ۲۳۹) سے یہ بات تو صاف واضح ہو جاتی ہے کہ مومل بن اسماعیلؒ کی سفیان ثوریؒ سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔لہٰذا اس مفسر جرح کے بعد اس حدیث کو صحیح کیسے مانا جا سکتا ہے؟

۷ امام ابو حاتمؒ نے مومل بن اسماعیلؒ کے بارے میں لکھا: کثیر الخطاء.

(الجرح وتعدیل ج ۸ ص ۳۷۴)

اور یہ بھی کہ اس کی کتاب میں بھی خطاء کثیر ہے۔(الجرح والتعدیل رقم ۷۲۳)

امام ابو حاتمؒ کی بھی اس جرح مفسر کی روشنی میں مومل بن اسماعیلؒ کی روایت صحیح نہیں ہو سکتی۔

4.2.3.5:۔حافظ ابن عمارؒ کی مومل بن اسماعیلؒ پر مفسر جرح

محدث حافظ ابن عمار الشہیدؒ (المتوفی ۳۱۷ھ) مومل بن اسماعیلؒ کے بارے میں واضح انداز میں جرح مفسر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فَأَما المؤمل فَكَانَ قد دفن كتبه وَكَانَ يحدث حفظا فيخطئ الْكثير.

(علل الأحاديث في كتاب الصحيح المسلم بن الحجاج، ص۱۰۷ رقم ۲۴.
المؤلف: أَبُو الفضْلِ مُحَمَّدُ بنُ أَبِي الحُسَيْنِ أَحْمَدَ بنِ مُحَمَّدِ بنِ عَمَّارِ بنِ مُحَمَّدِ بنِ حَازِمِ بنِ المُعَلّٰى بنِ الجَارُوْدِ الجَارُوْدِيُّ، الهَرَوِيُّ، الشَّهِيْدُ (المتوفى ۳۱۷ھ). المحقق: علي بن حسن الحلبي. الناشر: دار الهجرة للنشر والتوزيع، الرياض)

ترجمہ مومل بن اسماعیلؒ نے اپنی کتابیں دفن کر دی تھیں اور اپنے حافظے سے بیان کرتا تھا۔ اس لیے اس سے بہت زیادہ غلطیاں صادر ہوتی تھیں۔

☆ اس تحقیق کے بعد یہ واضح ہوگیا کہ مومل بن اسماعیلؒ کثیر غلطیاں کرنے والا تھا۔ خود غیر مقلدین حضرات کثیر غلطیاں کرنے والے کو جرح مفسر مانتے ہیں۔ اور جرح مفسر ہوتے ہوئے اس روایت کو صحیح ماننا اور اپنے شاگردوں پر اپنی علمی شان بڑھانا، علمی خیانت اور تحکم کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

آپ تحقیق کے نام پر اپنے غیر مقلدین حضرات کو تو دھوکا دے سکتے ہیں مگر تحقیق کے میدان میں آپ کے دلائل کی کچھ حیثیت نہیں۔ اللہ ہمیں مسلکی تعصب سے محفوظ فرمائے۔

4.2.3.6: ابن معینؒ سے مومل بن اسماعیلؒ کی توثیق کی حقیقت

زبیر علی زئی ص ۳۲ پر لکھتا ہے کہ مومل اسماعیلؒ پر جرح و تعدیل میں تطبیق و توفیق ہو سکتی ہے۔ زبیر علی زئی مزید لکھتا ہے:

جارحین کی جرح عام ہے اور معدلین کی تعدیل میں تخصیص موجود ہے۔ یحیٰ بن معینؒ نے مومل بن اسماعیلؒ کو سفیان ثوریؒ کی روایت میں ثقہ قرار دیا ہے۔

(الجرح و تعدیل لابن ابی حاتم ج ۸ ص ۳۷۴)

جواب زبیر علی زئی غیر مقلد سے عرض ہے کہ امام ابن ابی حاتمؒ سے امام یحیٰ بن معینؒ تک کے قول کی سند معروف نہیں بلکہ مجہول ہے۔ کتاب جرح وتعدیل (ج۸ص۳۷۴) پر اس کی سند کچھ یوں ہے:

انا يعقوب بن اسحاق فيما كتب الي قال:نا عثمان بن سعيد قال قلت ليحيىٰ بن معين: أي شئ حال مومل في سفيان؟فقال: هو ثقة.

۱ کتاب جرح وتعدیل کے اس قول کی سند میں یعقوب بن اسحاق الہروی ہیں۔ یعقوب بن اسحاق کی توثیق ثابت نہیں ہے۔اور یعقوب بن اسحاق الہروی کی توثیق کے بغیر اس حوالہ سے استدلال نہیں کر سکتے۔اپنا موقف ثابت کرنا ہوتو پھر مجہول کی روایت بھی قابل قبول اور اگر مسلک کے خلاف ہوتو پھر شور وغوغا کرتے ہیں۔

۲ زبیر علی زئی کا یہ لکھنا کہ اس کا ذکر حافظ ذہبی کی تاریخ الاسلام (ج۲۵ص۸۴) پر ہے۔مگر عرض یہ ہے کہ علامہ ذہبیؒ نے یعقوب بن اسحاق الہرویؒ کے بارے میں صرف حافظ کا لفظ لکھا ہوا ہے۔شاید زبیر علی زئی غیر مقلد کو یہ ثابت کرنا تھا کہ یہ راوی ثقہ ہے۔جبکہ خود اس بات کا رٹا لگاتے اور لگواتے تھے کہ حافظ کے لفظ سے راوی کی توثیق ثابت نہیں ہوتی۔لہٰذا یہ حوالہ پیش کرنا مردود ہے۔

۳ اگر یعقوب بن اسحاق الہرویؒ مجہول راوی کے قول کو قبول کرنا ہے،تو پھر امام یحیٰ بن معینؒ کا قول:**في حديث عن الثوري ضعيف**. یعنی مومل بن اسماعیلؒ کی روایت ثوریؒ سے ضعیف ہے(معرفۃ الرجال ج۱ص۵۴۹)،بھی مان لیں۔

مگر زبیر علی زئی کو مسلکی حمایت کے علاوہ کچھ یاد نہیں رہتا۔ایک ہی مقام پر ایک مجہول راوی کا قول قبول کرنا اور دوسرے مقام پر راوی کی جہالت پر اعتراضات کے پل کھڑے کر دینا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن محرزؒ کو مجہول کہنے سے ان کے مذہب کو تقویت ملتی ہے کیونکہ معرفۃ الرجال کی کتاب میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کی توثیق ثابت ہوتی ہے۔اور یعقوب بن اسحاق الھر ویؒ کی روایت کو اس لیے مان لیا کہ اس سے ان کی استدلال کردہ روایت کا راوی ثقہ ہو جاتا ہے۔

قارئین کرام!ملاحظہ کریں!جہاں پر اپنا موقف ثابت کرنا ہوتو مجہول کی روایت بھی

مان لیتے ہیں مگر جہاں پر اپنے موقف پر زد پڑتی ہے وہاں مجهول کے نعرے کو رٹنا شروع کردیتے ہیں۔ جناب! اگر یحییٰ بن معینؒ کے قول سے مومل بن اسماعیلؒ کو سفیان ثوریؒ کی روایت میں ثقہ ثابت کرنا چاہتے ہیں، تو پھر یحییٰ بن معینؒ کے دوسرے قول میں مومل بن اسماعیلؒ کو سفیان ثوریؒ سے روایت کرنے میں ضعیف بھی بیان کیا گیا ہے، اس کو ماننے سے انکار کیوں؟ اس کا واضح جواب مسلک کی حمایت ہے۔

اگر بالفرض دونوں اقوال کو مان بھی لیا جائے، تو دونوں اقوال متضاد ہو کر ساقط ہو جاتے ہیں۔ کیا یہ بات آپ کو قابل قبول ہے؟ قارئین کرام! یہ بھی جان لیں کہ زبیر علی زئی اس کا جواب نہیں دے گا۔ اور نہ ہی ان کے حواری۔

۴ حافظ ابن حجرؒ نے بھی مومل بن اسماعیلؒ کے بارے میں لکھا ہے:

فی حدیث عن الثوری ضعیف (فتح الباری ج۹ص ۲۳۹رقم ۵۱۷۲)

ترجمہ مومل بن اسماعیلؒ کی سفیان ثوریؒ سے حدیث ضعیف ہوتی ہے۔

یہ حدیث بھی مومل عن سفیان کی سند سے مروی ہے۔ لہٰذا ابن حجر عسقلانیؒ کے قول کی روشنی میں بھی مومل بن اسماعیل کے سفیان ثوریؒ سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔

4.2.3.7:۔ امام ابن معینؒ کی مومل بن اسماعیلؒ کی حضرت سفیان ثوریؒ سے مروی روایت کی تضعیف

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے امام یحییٰ بن معینؒ سے مؤملؒ کی سفیان ثوریؒ سے مروی روایت کی جو تصحیح کی ہے وہ ایک دھوکا ہے کیونکہ خود زبیر علی زئی کو یہ معلوم تھا کہ اس کی پیش کردہ قول کی سند میں یعقوب بن اسحاقؒ مجہول راوی ہے۔ مگر پھر بھی مسلکی حمایت میں بھولے بھالے عوام الناس کو بہکانے کی خاطر یہ روایت پیش کی۔ مگر یہ بھول گئے کہ ابن معینؒ سے مومل بن اسماعیلؒ کی وہ روایت جو سفیان ثوریؒ سے روایت کرتا ہے، تضعیف ثابت ہے۔

محدث ابن عساکرؒ لکھتے ہیں:

أخبرنا أبو القاسم الواسطي، أنا أبو بكر الخطيب، أنا أحمد بن محمد بن إبراهيم، قال: سمعت أحمد بن محمد بن عبدوس، قال سمعت عثمان بن سعيد، قال قلت ليحيى بن معين: فالفريابي يعني في سفيان قال مثلهم يعني مثل المومل بن إسماعيل وعبيد الله بن موسى وقبيصة وعبد الرزاق . (تاریخ دمشق ج۵۶ص۳۲۹)

ترجمہ محدث عثمان بن سعید الدارمیؒ فرماتے ہیں: میں نے امام ابن معینؒ سے فریابیؒ کی سفیان ثوریؒ سے روایت کے بارے میں پوچھا؟ امام ابن معینؒ نے کہا: فریابیؒ کی سفیان ثوریؒ سے روایت اسی طرح ہے جس طرح مومل بن اسماعیلؒ، عبیداللہ بن موسیٰؒ قبیصہؒ اور عبدالرزاقؒ کی روایت سفیان ثوریؒ سے۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی مختصر تحقیق ملاحظہ کریں:

۱ أبو القاسم هبة الله بن عبد الله بن أحمد الواسطيؒ

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

الإِمَامُ الثِّقَةُ المُحَدِّثُ۔ (سیر اعلام النبلاء:۴۸۰۰)

امام السمعانیؒ فرماتے ہیں۔

شيخ ثقة صالح مكثر۔ (سیر اعلام النبلاء:۴۸۰۰)

۲. احمد بن محمد بن مُحَمَّد بن مُحَمَّد بن إِبْرَاهِيم بن حمدون نيسابوريؒ

علامہ ناصر الدین الدمشقیؒ فرماتے ہیں: ثِقَةٌ.

(توضيح المشتبه في ضبط أسماء الرواة وأنسابهم وألقابهم وكناهم، ج۳ ص۱۷۹. المؤلف: محمد بن عبد الله (أبي بكر) بن محمد ابن أحمد بن مجاهد القيسي الدمشقي الشافعي، شمس الدين، الشهير بابن ناصر الدين (المتوفى ۸۴۲ھ). المحقق: محمد نعيم العرقسوسي. الناشر:

مؤسسة الرسالة، بيروت ۱۹۹۳ء)

محدث الصیرفیؒ فرماتے ہیں:

جليل ثقة من كبار الصالحين (منتخب من السياق لتاريخ نيسابور:۱۷۷)

۳ أَبُو الحَسَنِ أَحْمَدُ بنُ مُحَمَّدِ بنِ عَبدُوسِ بنِ سَلَمَةَ العَنَزِيُّ النَّيسَابُوْر

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں۔

الشَّيخُ المُسنِدُ الأَمِينُ۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ص ۹۲)

☆ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس قول کے راوی ثقہ ہیں۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ امام ابن معینؒ کے نزدیک مومل بن اسماعیلؒ کی روایت کی حیثیت بالکل فریابیؒ کی روایت سفیان ثوریؒ جیسے ہے یعنی مومل بن اسماعیلؒ اور فریابیؒ کی سفیان ثوریؒ سے روایت کی حالت ایک جیسی ہے۔اب یہ دیکھتے ہیں کہ ابن معینؒ کے نزدیک قبیصہؒ کی سفیان ثوریؒ سے روایت کی کیا حیثیت ہے۔

☆ خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

اخْبَـرَنَا الحسن بُن أبي بكر، أخبرنا أبو سهل أحمد بن محمد بن عبد اللّٰه القطّان، حَدَّثَنَا أَبُو بَكر أَحْمَد بُن أبي خيثمة قَالَ: سمعت يحيى بُن معين. قَالَ: وقبيصة ثقة في كل شيء إلا في سفيان، فإنه سمع وهو صغير (تاريخ بغداد وذيوله، ج ۱۲ص ۴۷۰)

ترجمہ ابن ابی خیثمہؒ نے کہا کہ میں نے امام ابن معینؒ سے سنا کہ انھوں نے کہا کہ قبیصہؒ ہر چیز میں ثقہ ہے سوائے سفیان ثوری سے روایت کرنے میں۔کیونکہ اس نے ان سے بچپن کی حالت میں سنا ہے۔

سند کی تحقیق

۱ الحسن بن ابی بکر

خطیب بغدادی لکھتے ہیں: وكان صدوقا صحيح الكتاب.

(تاریخ بغداد ۳۷۲۵)

۲ ابو سہل احمد بن محمد القطان

علامہ ذہبیؒ نے فرمایا: ثقۃٌ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۵۲۱)

۳ احمد بن ابی خیثمہ

علامہ ذہبیؒ نے فرمایا: الحافظ الحجة احد اعلام۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۵۲۱)

☆ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس قول کی سند صحیح ہے۔اور یہ معلوم ہوا کہ قبیصہؒ کی روایت سفیان ثوریؒ سے صحیح نہیں۔اور اس سے قبل قول میں یہ ثابت ہوا تھا کہ فریابیؒ کی روایت کی حیثیت وہی ہے جو مومل بن اسماعیلؒ، قبیصہؒ وغیرہ کی روایت سفیان ثوریؒ سے ہے۔اور اب اس قول میں یہ ثابت ہو گیا کہ قبیصہؒ کی روایت سفیان ثوریؒ سے ضعیف اور کمزور ہے۔لہٰذا لامحالہ مومل بن اسماعیلؒ کی روایت بھی سفیان ثوریؒ سے ضعیف ثابت ہوتی ہے۔اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ تحقیق امام ابن معینؒ کے نزدیک ہے لازمی نہیں کہ جمہور بھی اس سے متفق ہوں۔معلوم ہوا کہ ابن معینؒ کے نزدیک مومل کی سفیان ثوریؒ سے روایت ضعیف ہے۔اب دیکھتے ہیں کہ غیر مقلدین حضرات تحقیق کو قبول کرتے ہیں یا مسلکی تعصب کا ثبوت دیتے ہوئے اس کو نظر انداز کرتے ہیں۔

4.2.3.8:۔امام بخاریؒ کی مومل بن اسماعیلؒ پر جرح کی حقیقت

زبیر علی زئی غیر مقلد نے اپنی کتاب: نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم ص ۳۱ پر امام بخاریؒ کی جرح ''منکر الحدیث'' کو ہٹانے کیلئے ایک نئی منطق دکھانے کی ناکام کوشش کی جب کہ ان سے قبل یہ منطق علامہ احمد شاکرؒ اور ارشاد الحق الاثریؒ غیر مقلد نے بھی اپنائی۔اور یہ منطق کیا ہے؟ آپ خود ملاحظہ کریں۔

اعتراض زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں کہ حافظ مزیؒ، حافظ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے بغیر کسی سند کے امام بخاریؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے مومل مذکورہ کے بارے میں کہا: منکر

الحدیث۔ امام بخاریؒ کی یہ جرح ہمیں ان کی کسی کتاب میں نہیں ملی ۔ تاریخ الکبیر (ج ۸ ص ۴۹) میں امام بخاری مومل بن اسماعیلؒ کا ترجمہ لائے ہیں مگر اس پر جرح نقل نہیں کی۔ امام بخاریؒ نے مومل بن سعید الرحبیؒ کو ذکر کر کے منکر الحدیث کہا ہے۔

(التاریخ الکبیر ج ۸ ص ۴۹)

مومل بن سعیدؒ پر بخاریؒ کی جرح حافظ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے ذکر تک نہیں کی (لسان المیزان ج ۶ ص ۱۶۱)۔ بخاری نے مومل بن اسماعیلؒ کا ذکر ضعفاء میں نہیں کیا .... لہٰذا معلوم ہوا کہ حافظ مزیؒ کو اس کے انتساب میں وہم ہوا ہے۔ ذہبیؒ اور ابن حجرؒ نے اس وہم میں ان کی اتباع کی ہے۔ اس کی دیگر مثالیں بھی ہیں۔ مثلاً ملاحظہ کریں العلاء بن الحارثؒ۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۹۸ مع حاشیہ)

جواب حافظ مزیؒ، حافظ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے امام بخاریؒ سے ہزاروں اقوال بغیر سند نقل کیے ہیں ۔ لہٰذا یہ اعتراض تو بالکل ہی فضول ہے۔ دوسرا زبیر علی زئی غیر مقلد کا یہ لکھنا کہ ''ہمیں یہ جرح اُن کی کسی کتاب میں نہیں ملی'' بھی تحقیق کے میدان میں غلط ہے۔ کیونکہ امام بخاریؒ کی بہت سی کتابیں تو ابھی تک طبع بھی نہیں ہوئیں۔ دوسرا امام بخاریؒ کی طبع شدہ کتاب تاریخ الکبیر میں مومل بن اسماعیلؒ کا ترجمہ اور مومل بن سعیدؒ کا ترجمہ موجود ہے۔ مگر منکر الحدیث کا لفظ طبع شدہ کتاب تاریخ الکبیر میں مومل بن اسماعیلؒ کی بجائے مومل بن سعیدؒ کے ترجمہ میں موجود ہے۔ اَب یہاں کچھ نکات کافی اہم ہیں:

۱ حافظ مزیؒ، حافظ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے امام بخاریؒ سے مومل اسماعیلؒ کے بارے میں منکر الحدیث کا لفظ نقل کیا ہے۔

۲ حافظ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے امام بخاریؒ سے مومل بن سعیدؒ کے بارے میں منکر الحدیث کا لفظ نقل نہیں کیا۔

۳ طبع شدہ تاریخ الکبیر میں امام بخاریؒ سے مومل بن سعیدؒ کے بارے میں منکر الحدیث کے الفاظ موجود ہیں۔

اَب اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ منکر الحدیث کا لفظ مومل بن اسماعیلؒ کے بارے

میں امام بخاریؒ سے جمہور محدثین کرامؒ نے نقل کیے ہیں۔ لہٰذا یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ طبع شدہ تاریخ الکبیر میں یا کسی نسخہ میں کاتب کی غلطی ہے۔ جس کی وجہ سے منکر الحدیث کی جرح مومل بن اسماعیلؒ کی بجائے مومل بن سعیدؒ کے ساتھ منسلک ہوگئی۔

اَب چونکہ علماء کرام اور محدثین کرامؒ نے منکر الحدیث کی جرح امام بخاریؒ سے مومل بن اسماعیلؒ کے بارے میں نقل کی ہے۔ تو زبیر علی زئی اور ارشاد الحق اثری صاحب نے اس کو وہم قرار دے کر حافظ مزیؒ کی طرف اس وہم کا انتساب کر دیا۔ اور پھر علامہ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ کو اس وہم میں اتباع کرنے والا لکھ دیا۔ پھر وہم کے ثبوت میں العلاء بن الحارثؒ کا ذکر کر دیا۔ یعنی جس طرح علامہ ذہبیؒ کو العلاء بن الحارثؒ کے بارے میں وہم ہوا ہے۔ اسی طرح مومل بن اسماعیلؒ کے ترجمہ میں بھی وہم ہوا ہو گا۔

زبیر علی زئی سے عرض ہے کہ العلاء بن الحارثؒ کے ترجمہ میں صرف علامہ ذہبیؒ کو وہم ہوا ہے۔ مگر مومل بن اسماعیلؒ کے بارے میں امام بخاریؒ کی جرح کو صرف علامہ ذہبیؒ نے نہیں بلکہ مزیؒ نے تہذیب الکمال، حافظ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال اور حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں، علامہ عبدالغنی مقدسیؒ نے کتاب الکمال، ابن ترکمانیؒ نے جواھر النقی، علامہ مناویؒ نے فیض القدیر، حافظ زرکشی نے النکت علی ابن صلاح اور ابن کثیرؒ نے المجاہیل میں نقل کیا ہے۔

نکتہ یہ لازمی نہیں کہ اگر علامہ ذہبیؒ کو العلاء بن حارثؒ کے ترجمہ میں وہم ہوا ہے تو ان کو دوسرے راوی کے ترجمہ میں بھی وہم ہوا ہو۔ علامہ ذہبیؒ کے ساتھ العلاء بن حارثؒ کے ترجمہ میں جمہور نے ان کی مخالفت کی جب کہ مومل بن اسماعیلؒ کے ترجمہ میں جمہور اور دیگر محدثین کرامؒ نے موافقت کی ہے۔ لہٰذا علامہ ذہبیؒ کے قول کو نظر انداز کرنا آسان نہیں ہے۔

4.2.3.9:۔ تاریخ الکبیر میں الحاق

اعتراض زبیر علی زئی غالی غیر مقلد، ارشاد الحق اثری صاحب غیر مقلد اور احمد شاکر سلفی نے

مومل بن اسماعیلؒ پر سے امام بخاریؒ کی جرح منکر الحدیث کو ہٹانے کی غرض سے یہ فلسفہ پیش کیا کہ منکر الحدیث کی جرح تو امام بخاریؒ نے اپنی کتاب تاریخ الکبیر میں مومل بن سعیدؒ کے بارے میں کی ہے۔لہذا منکر الحدیث کی جرح کا انتساب مومل بن اسماعیلؒ کے طرف کرنا محدثین کرامؒ بشمول علامہ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ کا تسامح ہے۔

جواب اس جرح کو امام بخاری سے نقل کرنے میں صرف علامہ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ تنہا نہیں بلکہ محدثین کرامؒ کی ایک جماعت نے نقل کیے ہیں۔جس کی وجہ سے مذکورہ اعتراض کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

دوم آپ نے یہ کیسے یقین کرلیا کہ تاریخ الکبیر میں کسی قسم کی غلطی نہیں ہوسکتی؟۔کیا آپ عبدالرحمٰن معلّمی کو بھی غلطی سے مبرا مانتے ہیں کہ اس کتاب کی تحقیق میں ان سے کوئی خطا نہیں ہوسکتی؟ کیا تاریخ الکبیر میں منکر الحدیث کی جرح کسی کاتب یا ناسخ سے غلطی سے مومل بن اسماعیلؒ کی بجائے مومل بن سعیدؒ کے ساتھ الحاق نہیں ہوسکتی؟

سوم زبیر علی زئی غیر مقلد کا یہ کہنا کہ امام بخاریؒ نے مومل بن اسماعیلؒ کو اپنی کتاب الضعفاء میں نقل نہیں کیا۔یہ اعتراض بھی جہالت اور لاعلمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔اس بارے میں چند تحقیقی نکات پیش خدمت ہیں:

1 امام بخاریؒ کا کسی ضعیف راوی کو اپنی کتاب الضعفاء میں نقل نہ کرنا،اس کی ثقاہت کی دلیل تو نہیں بن جاتی۔

2 مزید یہ کہ غالی غیر مقلد زبیر علی زئی کا یہ استدلال (کہ اگر مومل بن اسماعیل کو امام بخاری نے اپنی کتاب تاریخ الکبیر میں منکر الحدیث لکھا ہوتا ،تو پھر اسے اپنی کتاب الضعفاء میں درج کرتے) بھی لغو ہے ۔اگر زبیر علی زئی کی منطق کو صحیح مان بھی لیا جائے تو پھر اس منطق کی رو سے امام بخاریؒ کو مومل بن سعید الرجبیؒ کو الضعفاء میں بھی نقل کرنا چاہیئے تھا کیونکہ ان کے بقول منکر الحدیث کی جرح تاریخ کبیر میں مومل بن سعیدؒ پر ہے۔مگر امام بخاریؒ نے مومل بن سعید الرجبیؒ کو اپنی کتاب الضعفاء میں درج ہی نہیں کیا۔لہذا غالی غیر مقلد کا اعتراض باطل اور لغو ثابت ہوا۔

3 اہم بات یہ ہے کہ کسی ایک محدث نے بھی مومل بن سعید الرجبیؒ کے بارے میں منکر

الحدیث کی جرح کا انتساب امام بخاریؒ کی طرف نہیں کیا۔ اگر امام بخاریؒ نے اپنی کتاب تاریخ الکبیر میں مومل بن سعیدؒ کے بارے میں منکر الحدیث کی جرح کی ہوتی، تو محدثین کرامؒ نے مومل بن سعید الرجبیؒ کے بارے میں منکر الحدیث کی جرح امام بخاریؒ سے نقل کیوں نہیں کی؟ اس تحقیق سے یہ بات مزید پختہ ہو جاتی ہے کہ تاریخ الکبیر کے قلمی نسخہ یا شائع شدہ نسخے میں الحاق ہے۔

4 مزید یہ کہ امام بخاری کی تاریخ الکبیر کو چند راویوں نے مروی کیا۔ ہوسکتا ہے اختلاف نسخہ کی وجہ سے منکر الحدیث کی جرح کا انتساب الحاقی طور پر مومل بن سعید کے ساتھ منسلک ہوا۔ امام بخاریؒ سے تاریخ الکبیر روایت کرنے والے محدثین میں ابو احمد محمد بن سلیمان بن فارسؒ، ابو الحسن محمد بن سہیل الفسویؒ، حافظ فضل بن عباس صائغؒ (ان سے مروی کتاب کا نسخہ علامہ ابو زرعہ الرزای کے پاس تھا)، ابو اسحاق محمد بن اسحاق ثقفیؒ، ابو محمد عبد الرحمٰن بن فضل بن عبد اللہ بن محمد فسویؒ شامل ہیں۔ شواہد یہ بات ثابت کر رہے ہیں کہ منکر الحدیث کی جرح کا مطبوعہ یا کسی قلمی نسخہ میں مومل بن سعید کے ترجمہ میں تذکرہ الحاقی ہے۔ مطبوعہ تاریخ الکبیر کے بارے میں تحریفات اور الحاقات کا خدشہ عرب محقق دکتور بشار عواد نے حاشیہ تہذیب الکمال ج ۵ ص ۵۳۴ اور دیگر مقامات پر ظاہر کیا ہے۔

4.2.3.10:۔ الضعفاء الکبیر اور امام بخاریؒ

غیر مقلدین حضرات جن میں چند عرب محققین بھی شامل ہیں لکھتے ہیں: ”امام بخاری کی منکر الحدیث کی جرح نہ تو ان کی کتاب الکبیر میں ہے، نہ تاریخ الاوسط میں، اور نہ ہی الضعفاء میں“۔

ان لوگوں کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ امام بخاریؒ کی ضعیف راویوں کے بارے میں ایک بڑی کتاب الضعفاء الکبیر بھی تھی۔

حافظ ابن ناصر الدین نے تحفۃ الاخباری (ص ۱۸۲)، حافظ سخاویؒ نے الاعلان بالتوبیخ (ص ۱۰۹)، حافظ مزیؒ نے تہذیب الکمال (ج ۱ ص ۱۵۱)، اور امام ذہبیؒ نے السیر

(ج۴ص۱۵۵) میں امام بخاریؒ کی ''کتاب الضعفاء الکبیر'' کا ذکر کیا ہے۔ بلکہ امام ذہبیؒ نے تو ''السیر'' میں متعدد نصوص نقل کی ہیں۔اور یہ نصوص امام بخاریؒ کی کتاب ''الضعفاء صغیر'' میں نہیں ہیں۔علامہ ذہبیؒ ''السیر'' (ج۱۲ص۴۷۰) پر لکھتے ہیں: ''امام بخاریؒ نے ''الضعفاء'' میں سات سو(۷۰۰) سے چند کم راویوں کا تذکرہ کیا ہے۔جب کہ مطبوعہ ''الضعفاء'' میں تقریبا۴۱۸ راوی ہیں۔جس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ امام بخاریؒ کی کتاب ''الضعفاء الکبیر'' بھی تھی۔حافظ ابن حجرؒ نے لسان المیز ان میں تقریباً آٹھ(۸) مقامات پر امام بخاریؒ کی کتاب ''الضعفاء الکبیر'' کا تذکرہ کیا ہے۔علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں سات(۷) مقامات پر ''الضعفاء الکبیر'' کا تذکرہ کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کی ''الضعفاء'' پر ایک بڑی کتاب بھی تھی جو فی الحال طبع نہیں ہوسکی۔لہٰذا فوراً یہ کہہ دینا کہ امام بخاریؒ نے اپنی کسی کتاب میں مومل بن اسماعیلؒ کے بارے میں منکرالحدیث نہیں لکھا،ایک دھوکا اور علمی فریب ہے۔

4.2.3.11:۔مومل بن اسماعیلؒ کی توثیق کا تحقیقی جائزہ

غالی غیر مقلد نے مومل بن اسماعیلؒ کی توثیق ثابت کرنے کے لیے چند محدثین کرام کے اقوال لکھے ہیں۔

زبیر علی زئی غالی غیر مقلد اپنی کتاب کے صفحہ ۳۲ پر مزید لکھتے ہیں:''مومل کی سفیان ثوریؒ سے روایت کو ابن خزیمہؒ، دارقطنیؒ، حاکمؒ، ذہبیؒ، ترمذیؒ اور ابن کثیرؒ نے صحیح وقوی قرار دیا ہے''۔صفحہ ۲۱ تا ۳۰ پر ان محدثین کرام کے تفصیلی حوالہ جات پیش کئے ہیں۔ لہٰذا زبیر علی زئی کے پیش کردہ حوالہ جات کی تحقیق پیش خدمت ہے۔

۱ ابن خزیمہؒ کے قول کی تحقیق

امام ابن خزیمہؒ نے اپنی پوری کتاب میں کسی جگہ مومل بن اسماعیلؒ کی توثیق نہیں کی۔ لہٰذا ابن خزیمہ کو معدلین میں شمار کرنا غلط ہے۔

۲ امام دارقطنیؒ کے قول کی تحقیق

امام دارقطنیؒ نے مومل کی حدیث اپنی کتاب سنن الدارقطنی (ج ۲ص ۱۸۴) میں ذکر کی ہے۔مگر امام دارقطنیؒ سے مومل بن اسماعیلؒ پر مفسر جرح موجود ہے۔امام دارقطنیؒ، مومل بن اسماعیلؒ کے بارے میں لکھتے ہیں: صدوق كثيرا لخطاء.

(سوالات حاکم لدارقطنی رقم:۴۹۲)

لہٰذا امام دارقطنی سے توثیق ثابت کرنا غلط ہے۔

۳ امام حاکمؒ کے قول کا جواب

امام حاکمؒ کا قول پیش کرنا تو زبیر علی زئی غیر مقلد کا اپنا تضاد ہی ثابت کرتا ہے کیونکہ زبیر علی زئی غیر مقلد امام حاکمؒ کو متساہل مانتے ہیں۔لہٰذا امام حاکمؒ کا حوالہ دینا فضول ہے۔

۴ امام ذہبیؒ کے قول کا جواب

زبیر علی زئی غیر مقلد نے صفحہ ۲۴ پر حافظ ذہبیؒ کا قول نقل کیا ہے: كان من الثقات البصريين (العبر ۱/۴ ۲۷)۔مگر علامہ ذہبی اپنی کتاب الکاشف میں لکھتے ہیں:

مؤمل بن إسماعيل البصرى العمرى مولاهم نزل مكة عن عكرمة بن عمار وشعبة وسفيان وعنه أحمد ومؤمل بن إهاب قال أبو حاتم صدوق شديد فى السنة كثير الخطأ وقيل دفن كتبه وحدث حفظا فغلط مات ۲۰۶ھ ۔

(الكاشف فى معرفة من له رواية فى الكتب الستة، ج ۲ص ۳۰۹ رقم ۵۷۴۷.

المؤلف: شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبى (المتوفى ۷۴۸ھ).المحقق: محمد عوامة أحمد محمد نمر الخطيب. الناشر: دار القبلة للثقافة الإسلامية، مؤسسة علوم القرآن، جدة. الطبعة:الأولى، ۱۴۱۳ھ)

بلکہ علامہ ذہبیؒ نے مومل بن اسماعیلؒ کو ضعفاء رقم ۶۵۴۸ میں بھی لکھا ہے۔امام ذہبیؒ

کے نزدیک بھی اس کا حافظہ سے بیان کرنا غلط ہے۔

۵ امام ترمذیؒ کے قول کا جواب

زبیر علی زئی غیر مقلد نے صفحہ ۲۱ پر امام ترمذیؒ کو خود متساہل قرار دیا ہے۔ لہٰذا اس حوالہ کو پیش کرنا خود ان کا تضاد ثابت کرتا ہے۔

4.2.3.12:۔مومل بن اسماعیلؒ کے بارے میں تحقیقی فیصلہ

زبیر علی زئی غیر مقلد سے گزارش ہے کہ مومل بن اسماعیلؒ کے بارے میں چند محدثین کرامؒ کے تعدیلی اقوال نقل کرنا اصول علم رجال کے خلاف ہے۔ مگر عوام الناس کے لئے ضروری ہے کہ مندرجہ ذیل اس بحث کو ضرور ملحوظ خاطر رکھیں:

۱ کچھ محدثین کرامؒ نے مومل بن اسماعیلؒ کی توثیق کی۔

۲ جمہور محدثین کرامؒ نے مومل بن اسماعیلؒ کی تضعیف کی اور کثیر الخطاء کہا ہے۔

ان اقوال میں اگر تطبیق کرنا چاہیں تو صاف ظاہر ہے کہ مومل بن اسماعیلؒ کی توثیق صرف اِس کی عدالت کے بارے میں تھی۔ علامہ ذہبیؒ اور ابو حاتمؒ وغیرہ نے مومل بن اسماعیلؒ کی عدالت کے بارے میں صدوق لکھا ہے یعنی مومل بن اسماعیلؒ سچا تھا۔ مگر جمہور محدثین کرامؒ نے اس کو کثیر الخطاء کہا ہے اور اس کی تضعیف کی ہے۔ محدثین کرام کی مومل بن اسماعیلؒ کی تضعیف اور کثیر الخطاء کی جرح اس کے حافظے پر ہے۔ یعنی مومل بن اسماعیل کا حافظہ صحیح نہیں تھا۔ کسی بھی راوی میں دو شرائط کا ہونا ضروری ہے جس کی وجہ سے اُس راوی کو ثقہ کہہ سکتے ہیں:

اول: عدالت دوم: ضبط وحفظ

مومل بن اسماعیلؒ صدوق تو ہے مگر حافظہ صحیح نہیں ہے۔ لہٰذا مومل بن اسماعیلؒ کا روایت میں ضعیف ہونا ثابت ہوتا ہے۔ دوسرا امام ابو حاتم کے قول (الجرح و تعدیل رقم: ۲۲۳۷) سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ مومل بن اسماعیلؒ کی کتاب میں کافی خطا

ہے۔لہٰذا ایسے راوی کی روایت بغیر متابعت کے قابل قبول نہیں ہوتی ہے۔

عرب عالم عبداللہ الرحیلی کی تحقیق

عرب عالم عبداللہ بن ضیف الرحیلی لکھتا ہے:

الحاصل: أنه سي الحفظ ، و مقصود الا ئمة بتوثيقه أنه عدل ، أمافي حفظه فهو ضعيف، والله اعلم.

(حاشيه من تكلم فيه وهو موثوق أو صالح الحديث، ص۵۱۲،رقم:۳۵۱.

المؤلف: شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي (المتوفی ۷۴۸ھ). المحقق:عبد الله بن ضيف الله الرحيلي.

الطبعة: الأولى،۱۴۲۶ھ)

لہٰذا زبیر علی زئی غیر مقلد کا مومل بن اسماعیلؒ کی حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ محدثین کے اقوال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ **علی صدرہ** کے الفاظ کی زیادتی مومل بن اسماعیل کی خطا ہے۔

زبیر علی زئی کا اپنا بنایا ہوا اُصول

مناسب ہوگا کہ اسی اُصول کو زبیر علی زئی غیر مقلد کی اپنی تصنیف سے بھی ثابت کیا جائے۔زبیر علی زئی اپنی کتاب:نور العینین (ص۶۲) میں نمبر 9 کے تحت لکھتے ہیں:

ایک دفعہ کہا: **ثقة**، دوسری دفعہ کہا:**ثقة، سئُ الحفظ یا سئُ الحفظ.**

نتیجہ (عدالت کے لحاظ سے) ثقہ، اور (حافظہ کے لحاظ سے) سئ الحفظ ہے۔

(نور العینین ص۶۲)

نکتہ زبیر علی زئی کی اس بات سے یہ تو عیاں ہوا کہ مومل بن اسماعیلؒ حافظہ کے لحاظ سے سئ الحفظ ہے۔مگر عدالت کے لحاظ سے ثقہ ہے۔

☆ زبیر علی زئی مزید آگے نمبر 10 کے تحت لکھتے ہیں:

''جو کثیر الغلط، کثیر الاوہام، کثیر الخطاء اور سئ الحفظ وغیرہ (راوی) ہو، اس کی منفرد

حدیث ضعیف ہوتی ہے۔ (نورالعینین ص ۶۳)

اہم نوٹ یہ بات پیش نظر رہے کہ تمام الفاظ جو اوپر زبیر علی زئی نے لکھے ہیں۔ یہی تمام الفاظ مومل بن اسماعیلؒ کے بارے میں محدثین کرامؒ نے نقل کیے ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ مومل بن اسماعیلؒ اس میں منفرد ہے۔ اور ایسا راوی جس کے بارے میں سیٔ الحفظ، کثیر الخطا، یا کثیر الغلط کے الفاظ جرح موجود ہوں، تو ایسے راوی کی منفرد روایت ضعیف ہوتی ہیں۔

زبیر علی زئی کا تضاد

زبیر علی زئی غیر مقلد نے اپنی کتاب میں ہاتھ باندھنے کا مقام (ص ۳۴) میں لکھا ہے: ''اگر کوئی کہے کہ مومل اس روایت میں تنہا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ:

۱ سفیان ثوری سے روایت میں ثقہ ہے۔ لہٰذا اس کی حدیث حسن ہے۔

۲ اس کی یہ روایت کسی ثقہ راوی کے خلاف نہیں ہے۔

۳ بہت سی احادیث اس کی شاہد ہیں۔

جواب مومل بن اسماعیلؒ کے بارے میں کثیر الغلط اور سیٔ الحفظ کے الفاظ موجود ہیں۔ ایسے راوی کی منفرد روایت ضعیف ہوتی ہے جس کا اقرار زبیر علی زئی غیر مقلد نے نور العینین (ص ۶۳) میں خود کیا ہے۔ لہٰذا یہ لکھنا کہ اس کی یہ روایت کسی ثقہ راوی کے خلاف نہیں ہے، اُصول کے خلاف اور غلط ہے۔ کیونکہ کثیر الغلط، سیٔ الحفظ والے راوی کی منفرد روایت ضعیف ہوتی ہے، چاہے وہ کسی ثقہ راوی کے خلاف کرے یا نہ کرے اور یہ اصول زبیر علی زئی کا اپنا اختیار کردہ ہے۔ دوسرا جن حدیثوں کو وہ مومل بن اسماعیلؒ کی حدیث کا شاہد بتارہے ہیں، وہ ثابت ہی نہیں ہیں۔ لہٰذا شاہد حدیثوں پر (جو کہ ضعیف بھی ہیں) اعتبار کرنا غلط ہے۔

حافظ ابن قیمؒ کی روایت پر مفسر جرح

اس مقام پر مناسب ہے کہ ہم علامہ ابن قیمؒ کی اس حدیث کے بارے میں مفسر جرح و

علت بیان کریں۔ زبیر علی زئی نے علامہ ابن قیمؒ کی شان میں اپنی کتاب نورالعینین (ص ۸۵) میں زمین اور آسمان کے قلابے ملا دیئے ہیں۔

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى عَلٰى صَدْرِهٖ. وَلَمْ يَقُلْ: عَلٰى صَدْرِهٖ غَيْرُ مُؤَمَّلِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ.

(إعلام الموقعين عن رب العالمين، ج۲ص۲۸۹. المؤلف: محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى ۷۵۱ھ). تحقيق: محمد عبد السلام إبراهيم. الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت. الطبعة: الأولى، ۱۴۱۱ھ)

ترجمہ حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پس آپ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر سینے پر رکھا۔ (علامہ ابن قیم فرماتے ہیں) عَلٰی صَدْرِهٖ ''سینے پر رکھا'' کے الفاظ مومل بن اسماعیلؒ کے علاوہ کسی نے نہیں کہے۔

☆ حافظ ابن قیمؒ کے اس قول سے واضح ہوگیا کہ علی صدرہ کے الفاظ صرف مومل بن اسماعیلؒ کے علاوہ کسی اور نے روایت نہیں کیے۔ جب رفع یدین پر حافظ ابن قیمؒ کی عبارت سے استدلال کرتے ہیں، تو ہاتھ باندھنے کے مسئلہ پر کیوں نہیں؟!!

امام بیہقیؒ کی روایت پر جرح

امام بیہقیؒ نے اس روایت کے بارے میں اپنی تحقیق یوں پیش کی ہے۔

رواه الجماعة عن الثوری لم یذکر واحد منهم علی صدره غیر مومل بن اسماعیل۔ (الخلافیات بیہقی مخطوطہ ص ۳۷)

ترجمہ ایک جماعت نے امام سفیان ثوریؒ سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔ لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی ''علی صدرہ'' کے الفاظ مومل بن اسماعیلؒ کے علاوہ ذکر نہیں

کیے۔
معلوم ہوا کہ مومل بن اسماعیلؒ کے علاوہ کسی نے بھی یہ الفاظ نقل نہیں کیے۔ لہٰذا امام بیہقیؒ کے نزدیک بھی یہ حدیث قابل احتجاج نہیں ہے۔

4.2.3.13:۔ عَلٰی صَدْرِہٖ کی زیادت کا تحقیقی جائزہ

سیدنا وائل بن حجرؓ کی یہ حدیث دوسری کتب حدیث میں بھی ثقات سے مروی ہو کر آئی ہے، لیکن ان میں سے کوئی بھی ''عَلٰی صَدْرِہٖ'' کی زیادت نقل نہیں کرتا ہے۔ لہٰذا یہ زیادت منکر ہے۔

1 حضرت وائل بن حجرؓ سے اس حدیث کو متعدد راویوں نے نقل کیا ہے:

ا کلیب بن شھاب الکوفیؒ نے وائل بن حجرؓ سے صرف ''عَلٰی صَدْرِہٖ'' کے الفاظ نقل کیے ہیں (ابن خزیمہ، رقم:۴۷۹)

۲ علقمہ بن وائلؒ نے وائل بن حجرؓ سے ''عَلٰی صَدْرِہٖ'' کے الفاظ نقل نہیں کیے۔
(ابن ابی شیبہ:۳۹۳۸؛ ابوداؤد:۷۲۳؛ ابن خزیمہ:۹۰۵)

☆ وکیع، عن موسیٰ بن عمیرٍ، عن علقمہ بن وائل بن حُجرٍ، عن أبیہ (ابن ابی شیبہ رقم ۳۹۵۹)۔ اس میں ''تحت السرۃ'' کے الفاظ ہے۔

۳ عبدالجبار بن وائلؒ نے بھی حضرت وائل بن حجرؓ سے ''عَلٰی صَدْرِہٖ'' کے الفاظ نقل نہیں کیے۔ (الطبرانی الکبیر ۲۲/۵۱ رقم)

۴ کچھ اہل بیت نے بھی حضرت وائل بن حجرؓ سے ''عَلٰی صَدْرِہٖ'' کے الفاظ نہیں روایت کیے۔ (مسند احمد ۶/۳۱۶؛ الطبرانی الکبیر جلد ۲۲ رقم ۷۶)

2 عاصم بن کلیبؒ سے علی صدرہ کے الفاظ صرف امام سفیان ثوری نے نقل کیے ہیں۔

ا زائدہ عن عاصم بن کلیب عن أبیہ عن وائل بن حجر (نسائی رقم ۸۸۹؛ مسند احمد رقم ۱۹۰۷۵؛ مسند دارمی: ۱۳۶۴؛ ابوداؤد: ۷۲۷؛ ابن الجارود: ۲۰۸؛ ابن خزیمہ: ۴۸۰؛ ابن حبان ج ۵ ص ۱۷۰؛ طبرانی کبیر ج ۲۲ ص ۸۲؛ بیہقی ج ۲ ص ۲۸)۔
اس میں ''علیٰ صدرہ'' نہیں ہے۔

٢ بشر بن المفضل عن عاصم بن كليب عن أبيه عن وائل بن حجر (ابوداؤد رقم ۷۲٦؛ ابن ماجہ: ۸۱۰)۔ اس میں ''علیٰ صدرہٖ'' نہیں ہے۔

٣ عبد اللّٰه بن ادريس وبشر بن المفضل عن عاصم بن كليب عن أبيه عن وائل بن حجر (ابن ماجہ ص ٥٩؛ رقم ۸٦۷)۔ اس میں ''علیٰ صدرہٖ'' نہیں ہے۔

٤ عبدالواحد عن عاصم بن كليب عن أبيه عن وائل بن حجر (مسند احمد رقم ۱۹۰۵۵؛ بیہقی ج ۲ ص ۷۲)۔ اس میں ''علیٰ صدرہٖ'' نہیں ہے۔

٥ زهير بن معاويه عن عاصم بن كليب عن أبيه عن وائل بن حجر (مسند احمد رقم ۱۹۰۸۱؛ طبرانی کبیر ج ۲۲ رقم ۸۴)۔ اس میں ''علیٰ صدرہٖ'' نہیں ہے۔

٦ شعبه بن الحجاج عن عاصم بن كليب عن أبيه عن وائل بن حجر (مسند احمد رقم ۱۹۰۸۳، ۱۹۰۸۴)۔ اس میں ''علیٰ صدرہٖ'' نہیں ہے۔

٧ سلام بن سليم عن عاصم بن كليب عن أبيه عن وائل بن حجر (ابوداؤد طیالسی)۔ اس میں ''علیٰ صدرہٖ'' نہیں ہے۔

(مسند أبي داود الطيالسي، ج ۲ ص ۳۵۸ رقم ۱۱۱۳. المؤلف: أبو داود سليمان بن داود بن الجارود الطيالسي البصري (المتوفی ۲۰۴ھ). المحقق: الدكتور محمد بن عبد المحسن التركي. الناشر: دار هجر، مصر. الطبعة: الأولى، ۱۴۱۹ھ)

٨ خالد بن عبد اللّٰه عن عاصم بن كليب عن أبيه عن وائل بن حجر (سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۱۳۱ طبع ملتان)۔ اس میں ''علیٰ صدرہٖ'' نہیں ہے۔

٩ ابن ادريس عن عاصم بن كليب عن أبيه عن وائل بن حجر (ابن ابی شیبہ رقم ۳۹۵٦؛ ابن ماجہ: ۸۱۰؛ ابن خزیمہ: ۴۷۷؛ ابن حبان ج ۵ ص ۲۷۱)۔ اس میں ''علیٰ صَدْرِہٖ'' نہیں ہے۔

١٠ ابن ادريس عن عاصم بن كليب عن أبيه عن وائل بن حجر (صحیح ابن خزیمہ رقم ۴۷۷)۔ اس میں ''علیٰ صَدْرِہٖ'' نہیں ہے۔

١١ ابن فُضَيلٍ عن عاصم بن كليب عن أبيه عن وائل بن حجر (صحیح ابن خزیمہ رقم ۴۷۸)۔اس میں ''علیٰ صَدْرِہٖ''نہیں ہے۔

١٢ ابو اسحاقؒ نے بھی یہ الفاظ روایت نہیں کیے۔(الطبرانی الکبیر جلد ۲۲، رقم: ۹۱)

١٣ ابو عوانہؒ نے بھی یہ الفاظ روایت نہیں کیے ہیں۔(الطبرانی الکبیر جلد ۲۲ رقم ۹۰)

١٤ قیس بن ربیعؒ نے بھی یہ الفاظ روایت نہیں کیے ہیں۔ (الطبرانی الکبیر جلد ۲۲ رقم ۷۹)

١٥ ابو الاحوصؒ نے بھی یہ الفاظ نقل نہیں کیے۔

(مسند الطیالسی رقم: ۱۰۲۰؛ الطبرانی الکبیر جلد ۲۲ رقم ۸۰)

اس روایت کی اوپر ذکر کردہ سندوں میں سرے سے ''علیٰ صدرہٖ'' کا لفظ ہی نہیں ہے۔اس کا ذکر صرف سفیانؒ کے طریق سے ہے۔اور ان سے بھی مؤمل بن اسماعیلؒ منفرد ہے۔

3 سفیان ثوریؒ سے علی صدرہ کے الفاظ صرف مومل بن اسماعیلؒ نے نقل کیے ہیں جبکہ:

١ عبد اللّٰه بن الوليد عن سفيان عن عاصم بن كليب عن أبيه عن وائل بن حجر (مسند احمد رقم ۱۹۰۷۶ طبع بیت الافکار الدولیہ)۔اس میں ''علیٰ صدرہٖ''نہیں ہے۔

عبد اللہ بن ولیدؒ نے علی صدرہ کے الفاظ نہیں نقل کیے ہیں۔

٢ محمد بن یوسف الفریابیؒ نے بھی یہ الفاظ نہیں نقل کیے ہیں۔

(الطبرانی الکبیر جلد ۲۲، رقم ۷۸)

4 اس کے علاوہ مومل بن اسماعیلؒ اس حدیث میں اضطراب کا شکار ہے۔کبھی مومل بن اسماعیل علی صدرہ کے الفاظ نقل کرتا ہے(دیکھئے ابن خزیمہ رقم: ۴۷۹)

کبھی مومل بن اسماعیلؒ اس حدیث میں عند صدرہٖ کے الفاظ نقل کرتا ہے۔

(طبقات المحدثین باصبہان ج ۲ ص ۲۶۸)

کبھی اس زیادت کا ذکر نہیں کرتا ہے(شرح معانی آلا ثار ج ۱ ص ۱۹۶)

☆ اس مندرجہ بالا تفصیل سے یہ بات مکمل طور پر آشکار اور واضح ہوتی ہے کہ علی صدرہ کے الفاظ نقل کرنے میں مومل بن اسماعیلؒ سے خطا اور غلطی ہوئی ہے جب کہ

محدثین کرامؒ نے یہ واضح طور پر لکھا ہے کہ مومل بن اسماعیلؒ کثیر الخطاء ہے۔ لہٰذا یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث میں **علی صدرہ** کے الفاظ شاذ، مردود اور اصول حدیث اور خصوصاً علامہ بیہقیؒ اور علامہ ابن قیمؒ کے اقوال کی روشنی کے مطابق صحیح نہیں ہیں۔ لہٰذا یہ روایت احناف کے خلاف پیش کر کے حنفیوں کی نمازوں کو خلاف سنت کہنا ایک علمی بددیانتی اور دھوکا ہے اور اس پر مزید بددیانتی یہ کہ خود اس روایت کو ضعیف بھی مانتے ہیں۔ اُف یہ مسلکی تعصب!!

5 امام سفیان ثوریؒ خود مجتہد ہیں، لیکن ان کا عمل اس حدیث پر نہیں ہے، بلکہ ان کا عمل اوپر ذکر کردہ ابن ابی شیبہ کی روایت کے مطابق ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں:

''امام ابوحنیفہؒ، سفیان ثوریؒ، اسحاق بن راہویہؒ اور ہمارے اصحاب میں سے ابواسحاق مروزیؒ فرماتے ہیں کہ دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جائیں''۔

(نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۳)

امام ابن قدامہ مقدسی حنبلیؒ فرماتے ہیں:

رُوِیَ ذٰلک عن علی، وأبی هریرة، وأبی مجلز، والنخعی، و الثوری، واسحٰق. لِمَا رُوی عن علیؓ، أنه قال: من السنة وضع الیمین علی الشمالِ تحت السرة. رواه الامام أحمد، وأبو داؤد. وهٰذا ینصرف الی سنة النبی ﷺ. (المغنی ج ۱ ص ۴۷۲)۔

ترجمہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابومجلزؒ، حضرت ابراہیم نخعیؒ، حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت اسحٰق بن راہویہؒ سے مروی ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا سنت میں سے ہے۔ اس حدیث کو امام احمد بن حنبلؒ اور امام ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے۔ اور سنت سے مراد حضور ﷺ کی سنت ہے۔

6 حضرت سفیان ثوریؒ سے اس لفظ کو صرف مؤمل بن اسماعیلؒ روایت کرتے ہیں۔ امام بخاریؒ اس کو منکر الحدیث کہتے ہیں (تہذیب)۔ اور خود امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ہر وہ راوی جس کو میں منکر الحدیث کہوں، اس سے روایت جائز نہیں (میزان

الاعتدال ج۱ص ۵)۔ابن سعدؒ کہتے ہیں: ثقہ، کثیر الغلط ۔ابن قانعؒ کہتے ہیں: صالح مگر خطا کار۔دار قطنیؒ بھی ثقہ، کثیر الخطاء کہتے ہیں (تہذیب)۔امام ابو حاتمؒ بھی اسے کثیر الخطاء کہتے ہیں۔اور امام ابو زرعہؒ کہتے ہیں: اس کی حدیث میں بہت سی غلطیاں ہیں (میزان الاعتدال)۔امام ابن حجرؒ نے تو فیصلہ ہی فرمادیا: مؤمل بن اسماعیلؒ کی جو حدیث ثوریؒ سے ہو اس میں ضعف ہوتا ہے۔

(فتح الباری باب: من أوْلَم علٰی بعض نسائه أكثر من الخ ج۹ص ۲۰۶)

7 علامہ محمد یوسف بنوریؒ نے بطور تنبیہ افادہ کیا کہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری (ج۶ص ۲۰۹) میں لکھا کہ اسی طرح مؤمل بن اسماعیلؒ اپنی روایت حدیث ''عن الثوریؒ'' میں ضعیف ہیں۔پھر یہاں بھی وہی مؤملؒ، حضرت ثوریؒ سے صحیح ابن خزیمہ میں روایت کر رہے ہیں۔تو حافظؒ نے ان پر ضعف کا حکم نہیں لگایا، اور خاموشی سے گزر گئے۔اور یہ ان کا طریقہ ہے کہ جہاں کسی راوی سے اپنے مفیدِ مطلب روایت ملے، سکوت کرتے ہیں، اور جہاں اسی راوی سے ان کے مسلک کے خلاف روایت آئے تو اس کو ضعیف ثابت کرتے ہیں۔اسی روایت ابن خزیمہ میں مؤمل کے علاوہ عاصم بن کلیبؒ بھی ہیں، جن کی یہاں ان لوگوں نے توثیق کردی ہے، مگر حدیث ترک رفع یدین میں ان ہی عاصمؒ کی تضعیف کردی ہے (ذکر ذلک ابن القیم فی اعلامہ)۔ پوری بحث و تفصیل معارف السنن (ج۲ص ۴۳۵ تا ۴۴۵) میں لائق مطالعہ ہے۔

(انوار الباری شرح صحیح البخاری ج۱۶ص ۳۳۸، ۳۳۹ طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

8 صلوٰۃ الرسول جس میں ابن خزیمہ کی یہ روایت پیش کی گئی ہے۔اس کے بارے میں اس کتاب کا شارح مولانا عبدالرؤف غیر مقلد لکھتے ہیں:

''یہ سند ضعیف ہے کیونکہ مؤمل بن اسماعیلؒ سئی الحفظ ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے تقریب (ج۲ص ۲۹۰) میں کہا ہے کہ یہ بہت غلطیاں کرتا تھا۔امام بخاریؒ نے اسے منکر الحدیث کہا ہے۔علامہ ذہبیؒ نے کہا ہے کہ حافظ، عالم ہے مگر غلطیاں کرتا ہے (میزان الاعتدال ج۴ص ۲۲۸)۔

بیہقی (ج۲ص ۲۰)، بزار (۲۶۸)، طبرانی (ج۲۲ص ۵۰) اور ابن عدی (ج۶

ص ۲۱۶۶) میں اس کی وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری سند بھی ہے مگر یہ سند بھی ضعیف ہے'' (القول المقبول فی شرح وتعلیق صلوٰۃ الرسول ص ۳۴۰)۔

9 غیر مقلدین کے محققین اس حدیث کو نماز نبوی قدیم میں تو لائے تھے مگر طبع جدید میں شاید اس حدیث کے ضعف کی وجہ سے اس کو نکال دیا ہے۔ اس حدیث کے راوی مؤمل بن اسماعیل رحمہ اللہ کو مشہور غیر مقلدین علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ (اصل صفۃ صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۱۵) اور علامہ مبارک پوری رحمہ اللہ دونوں نے ضعیف قرار دیا ہے (ابکار المنن)۔
علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث ابن خزیمہ کی تعلیق میں فرماتے ہیں:

قال الألباني: إسناده ضعيف لأن مؤملا وهو ابن اسماعيل سيء الحفظ.

تنبیہ احناف حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی جو حدیث نسائی، ابوداؤد، ترمذی سے ترک رفع یدین پر پیش کرتے ہیں، اس کی سند میں بھی **سفیان عن عاصم بن کلیب** ہے۔ آج کل کے غیر مقلدین اس حدیث کے انکار کے لیے یہ بہانہ بناتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ مدلس ہیں اور ''عـــن'' سے روایت کرتا ہے، اس لیے حدیث ضعیف ہے۔ تو انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ اس سند میں بھی سفیان رحمہ اللہ ''عـــن'' سے روایت کررہا ہے۔ تو اس کو غیر مقلدین کیسے صحیح کہہ سکتے ہیں۔ ہاں! ایک فرق ذہن نشین رہے کہ ترکِ رفع یدین کی حدیث پر اہل کوفہ کا متواتر عمل ہے۔ مگر یہاں اہل کوفہ کا متواتر عمل اس حدیث کے خلاف ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر ہے۔

☆ اسی طرح ترکِ رفع یدین کی حدیث کا انکار اس بہانے سے بھی کرتے ہیں کہ اس سند میں ''**عاصم بن کلیب** رحمہ اللہ'' منفرد ہے۔ اور ''**عاصم بن کلیب** رحمہ اللہ'' جب منفرد ہو تو حجت نہیں ہوتا۔ تو غیر مقلدین کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ابن خزیمہ کی اس حدیث میں بھی ''**عاصم بن کلیب** رحمہ اللہ'' منفرد ہے۔ ہاں! یہ فرق یہاں بھی ملحوظ رہے کہ ترک رفع یدین کی حدیث پر عمل متواتر ہے، خصوصاً اہلِ کوفہ میں۔ اور ''**علی صدرہ**'' کے خلاف پوری اُمت کا اجماعی عمل متواتر ہے۔

4.2.4: دلیل 4: حدیثِ مرسل حضرت طاؤسؒ

حدثنا أبو توبة: ثنا الهيثم يعني ابن حميد عن ثور عن سليمان بن موسىٰ عن طاوس قال: كان رسول الله ﷺ يضع يده اليمنىٰ على يده اليسرىٰ ثم يشد بهما علىٰ صدره وهو في الصلاة.

ترجمہ طاؤس تابعی سے (مرسل) روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز میں سینے پر ہاتھ رکھتے تھے۔ (سنن ابی داؤد مع بذل المجہود ۴۸۲/۴ ح ۷۵۹)

(نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص ۳۳)

جواب

1 زبیر علی زئی غیر مقلد خود اس حدیث کو قبیصہ بن ھلب والی حدیث کے شواھد میں نمبر 2 کے تحت اپنی کتاب: نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام (ص ۳۳) میں لائے ہیں۔ اس حدیث کو شاہد میں ذکر کرنا خود اس بات کی وضاحت ہے کہ یہ حدیث زبیر علی زئی غیر مقلد کے نزدیک ضعیف ہے۔ اگر صحیح ہوتی تو اسے مستقل دلیل کے طور پر پیش کرتے۔ اس کے ضعف کا اقرار خود زبیر علی زئی غیر مقلد کرتے ہیں۔ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

تنبیہ: ہمارے نزدیک یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے

(نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص ۳۷)

لہٰذا اس حدیث کو ضعیف مان کر پھر تحقیق میں پیش کرنا غلط ہے۔

2 زبیر علی زئی غیر مقلد کا اس روایت کو مرسل تسلیم کرنے کا مطلب یہ بتانا ہے کہ یہ حدیث صرف مرسل کے طور پر ضعیف ہے۔ لہٰذا انھوں نے اس حدیث کو مرسل مان کر دو الزامی جواب دیئے ہیں:

۱ فریق مخالف کے نزدیک مرسل حجت ہے۔

۲ یہ روایت حسن روایت کے شواھد میں ہے۔

مگر زبیر علی زئی کے ان جوابات کے بارے میں عرض یہ ہے کہ یہ زبیر علی زئی کا دھوکا

اور فریب ہے۔ کیونکہ یہ حدیث صرف مرسل کی وجہ سے ہی ضعیف نہیں بلکہ اس حدیث کا ایک راوی سلیمان بن موسیٰ الدمشقیؒ ضعیف ہے۔ لہٰذا سلیمان بن موسیٰ پر علماء کرام ومحدثین کرام کی جرح اپنے مقام پر ملاحظہ کریں۔

زبیر علی زئی کا یہ کہنا کہ مرسل روایات فریق مخالف یعنی احناف کے نزدیک حجت ہیں۔ یہ اعتراض بھی زبردستی کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ ہم احناف اپنے اصولوں سے باخبر ہیں۔ لہٰذا کسی غیر مقلد کو ہوشیاری دکھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ معلوم نہیں زبیر علی زئی غیر مقلد اپنے اکابرین کے اصولوں سے بے خبر کیوں ہیں؟

3 زبیر علیزئی غیر مقلد کا یہ لکھنا کہ اس حدیث کو حسن روایت کے شواھد میں پیش کیا ہے۔ یہ بات بھی درست نہیں کیونکہ حضرت ہلب الطائیؓ والی حدیث کا متن محفوظ نہیں ہے۔ لہٰذا جب اصل حدیث کا متن ہی ثابت نہیں اور نہ ہی غیر مقلدین کا اس پر عمل ہے، تو شواھد لانے کا کیا مطلب؟ حضرت ہلب الطائی رضی اللہ عنہ کی حدیث پر جرح دلیل نمبر 2 کے تحت ملاحظہ کیجئے۔ اگر حضرت ہلب الطائی رضی اللہ عنہ کی روایت کی سند کو بالفرض صحیح بھی مان لیا جائے تو پھر بھی اس سے غیر مقلدین حضرات کا موقف ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اختلافی مسئلہ نماز میں ہاتھ باندھنے کا ہے نہ کہ نماز سے فرصت یا دیگر مقام میں ہاتھ باندھنے کا؟ لہٰذا جب تک روایت میں نماز کا تذکرہ اور سینے پر ہاتھ باندھنے کے الفاظ نہ ہوں، اس سے استدلال کیا ہی نہیں جا سکتا۔

4 زبیر علی زئی غیر مقلد نے اس کے ترجمہ میں گڑبڑ کی ہے۔ زبیر علی زئی غیر مقلد سے درخواست ہے کہ انھوں نے ''یَضَعُ یَدَہُ الْیُمْنٰی عَلٰی یَدِہِ الْیُسْرٰی'' کا ترجمہ کیوں نہیں کیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان الفاظ کا ترجمہ زبیر علی زئی کے موقف کو زبردست ٹھیس پہنچاتا ہے۔ لہٰذا جب حدیث کے متن پر غیر مقلدین کا اپنا عمل نہیں تو پھر اس کو دلیل بنانا کیسے جائز ہے؟ اللہ تعالیٰ مسلکی تعصب سے بچائے!!

اس حدیث کا متن اور اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسٰى، عَنْ طَاوُسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنٰى

عَلٰی یَدَہُ الْیُسْرٰی. ثُمَّ یَشُدُّ بِھِمَا عَلٰی صَدْرِہٖ وَھُوَ فِی الصَّلَاۃِ.
(مراسیل ابی داؤد رقم ۳۳؛سنن ابی داؤد رقم ۷۵۹)

ترجمہ حضرت طاؤسؒ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے تھے۔

پھر ایک نسخہ میں اس کے الفاظ یوں ہیں:

ثُمَّ یَشُدُّ بِھِمَا عَلٰی صَدْرِہٖ وَھُوَ فِی الصَّلَاۃِ.

ترجمہ پھر ان کو اپنے سینے پر مضبوط کرتے۔

دوسرا نسخہ میں الفاظ یوں ہیں:

ثُمَّ یُشَبِّکُ بَیْنَھُمَا عَلٰی صَدْرِہٖ وَھُوَ فِی الصَّلَاۃِ.

ترجمہ پھر ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر سینے پر رکھتے۔

5 اگر کوئی ابوداؤدؒ کے سکوت سے دلیل پکڑے، تو یہ درست نہیں ہوگا۔ حضرت امام ابوداؤدؒ خود فرماتے ہیں:

مَا لم أذکر فِیہِ شَیْئًا فَھُوَ صَالح. وَبَعضھَا أصح من بعض.

(رسالة أبی داود إلی أھل مکة وغیرھم فی وصف سننه، ص۲۶. المؤلف: أبـو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدی السِّجِستانی (المتوفی ۲۷۵ھ). المحقق: محمد الصباغ. الناشر: دار العربية، بيروت)

ترجمہ اور جس حدیث کے بارے میں میں کچھ بھی بیان نہ کروں۔ تو وہ صالح ہوگی۔ اور ان میں سے بعض دوسری سے صحیح ہوں گی۔

علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں:

والصالح دون الحسن. قال أبو داود: وما کان فی کتابی السنن من حدیث فیه وھن شدید، فقد بیّنته، وما لم أذکر فیه شیئًا فھو صالح. وبعضھا أصح من بعض اھـ. قال الحافظ ابن حجر: لفظ صالح فی کلامه أعمّ من أن یکون للاحتجاج أو للاعتبار.

(إرْشَادُ السَّارِي لِشرح صَحِيح البخَاري، ص٨. المؤلف: أحمد بن محمد بن أبي بكر بن عبد الملك القسطلاني القتيبي المصري، أبو العباس، شهاب الدين (المتوفى ۹۲۳ھ). الناشر: المطبعة الكبرى الأميرية، مصر. الطبعة: السابعة، ۱۳۲۳ھ)

ترجمہ صالح کا درجہ حسن سے کم ہوگا۔ حضرت امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں:

میری کتاب سنن ابی داؤد میں وہ حدیث جس میں شدید قسم کا وہن یعنی ضعف ہوگا اس کو میں نے بیان کردیا ہے۔ اور جس حدیث کے بارے میں میں کچھ بھی بیان نہ کروں۔ تو وہ صالح ہوگی۔ اور ان میں سے بعض دوسری سے صحیح ہوں گی۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

امام ابوداؤدؒ کے کلام میں صالح کے لفظ میں عموم ہے۔ وہ صالح احتجاج کے لیے ہے، یا صالح اعتبار کے لیے ہے۔

تنبیہ صالح برائے احتجاج تو یقیناً نہیں۔ اور یہاں کس کے لیے اس کی تائید یا اعتبار ہوگا۔ جب غیر مقلدین کے پاس کوئی دلیل ہی نہیں ہے؟!!

اس حدیث پر اُمت میں سے کسی کا بھی عمل نہیں ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں ہاتھ میں ڈال کر کوئی نماز میں ہاتھ باندھتا ہو۔

6 اس حدیث کی سند میں سلیمان بن موسیٰ الاشدقؒ ہے جو سخت متکلم فیہ ہے۔

4.2.4.1: سلیمان بن موسیٰؒ کے بارے تعدیلی اقوال کا جائزہ

زبیر علی زئی غیر مقلد نے سلیمانؒ بن موسیٰ کے بارے میں محدثینِ کرام سے مختلف تعدیلی اقوال بھی پیش کیے ہیں۔ مناسب ہوگا کہ ان تعدیلی اقوال کا جائزہ تحقیق کی روشنی میں پیش کیا جائے۔

ا امام سعید بن عبدالعزیزؒ نے کہا: كان اعلم اهل الشام بعد مكحول.

(الجرح وتعدیل ۱۴۱/۴)

جواب امام سعید بن عبدالعزیزؒ نے موسیٰ بن اسماعیلؒ کی تعریف کی ہے۔ مگر ثقاہت کے بارے میں کوئی لفظ نقل نہیں کیے۔ زبیر علی زئی غیر مقلد شاید اپنا اصول بھول گئے جو انھوں نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے بارے میں لکھا ہے۔ زبیر علی زئی غیر مقلد اپنے ماہنامہ الحدیث شمارہ نمبر۶۴ صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں: ''حافظ ذہبیؒ وغیرہ سے امام ابوحنیفہؒ کی تعریف وثناء ثابت ہے۔ تنبیہ: حدیث میں ثقہ ہونا یا نہ ہونا، حافظے کا قوی ہونا یا نہ ہونا یہ علیحدہ مسئلہ ہے''۔ افسوس ہے کہ امام المحدثین حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے بارے میں تو بغض رکھا جائے مگر اپنے مسلک کو ثابت کرنے کے لئے اصولوں کو پامال کیا جائے؟!! میری زبیر علی زئی غیر مقلد سے گذارش ہے کہ امام سعیدؒ سے کوئی صیغۂ ثقاہت ثابت کریں۔ لہٰذا امام سعیدؒ سے تعدیل والا حوالہ زبیر علی زئی غیر مقلد کے اپنے اصولوں کے مطابق غلط ثابت ہوتا ہے۔

۲ امام دحیمؒ نے کہا: ''أوثق أصحاب مكحول سليمان بن موسىٰ''۔

(الجرح وتعدیل ۱۴۱/۴)

جواب اس حوالہ میں امام دحیمؒ اصحاب مکحولؒ میں سلیمانؒ بن موسیٰ کو مضبوط کہہ رہے ہیں۔ کیا زبیر علی زئی غیر مقلد کو یہ اصول بھول گیا کہ محدثین کرام سے جب خاص سوال پوچھا جائے تو اُس سے عمومی جواب نہیں سمجھا جا سکتا ہے۔ لہٰذا سلیمانؒ بن موسیٰ، حضرت مکحولؒ کے اصحاب میں مضبوط ہوں گے، نہ کہ دیگر محدثین سے روایت کرنے میں۔ لہٰذا اس حوالہ کو پیش کرنا مردود ہے۔

۳ امام ابن معینؒ نے کہا: ''ثقہ'' (تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ۲۶، ۳۰۶)

جواب زبیر علی زئی غیر مقلد نے اس حوالہ میں بددیانتی کی ہے۔ ان کو چاہیے تھا کہ امام یحییٰ بن معینؒ کا پورا قول نقل کرتے۔ حضرت امام ابن معین لکھتے ہیں:

قلت: فَمَا حَال سُلَيْمَان بن مُوسَى فِي الزُّهْرِيّ. فَقَالَ: ثِقَة.

قلت لَهُ: مَا حَال سُلَيْمَان بن مُوسَى فِي الزُّهْرِيّ فَقَالَ ثِقَة.

(تاريخ ابن معين (رواية عثمان الدارمي)، ص۴۶، رقم ۲۶؛ ص۱۱۷ رقم ۳۶۰.

المؤلف: أبو زكريا يحيى بن معين بن عون بن زياد بن بسطام بن عبد الرحمن المرى بالولاء، البغدادى (المتوفى ۲۳۳ھ). المحقق: د. أحمد محمد نور سيف. الناشر: دار المأمون للتراث، دمشق)

امام عثمان الدارمیؒ اپنے اُستاد امام ابن معینؒ سے سلیمانؒ بن موسیٰ کی الزھری سے روایات کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ اور امام یحییٰؒ نے سلیمانؒ بن موسیٰ کو الزھری سے روایت کرنے میں ثقہ لکھا ہے۔ لہٰذا اس حوالہ سے یہ سمجھنا کہ اس سے مطلقاً سلیمانؒ بن موسیٰ کی توثیق ثابت ہوتی ہے، بالکل غلط ہے۔

۴ امام عطاء بن ابی رباح نے کہا: أثني عليه. (المعرفة والتاریخ ۲/۴۰۵)

جواب اس حوالہ میں بھی تعریف ثابت ہوتی ہے، نہ کہ ثقاہت۔ لہٰذا اس حوالہ کو پیش کرنا زبیر علی زئی غیر مقلد کے خود اپنے اصولوں کے خلاف ہے۔

۵ امام الزھری نے کہا: أثني عليه. (مسند احمد ۶/۴۷)

جواب اس حوالہ میں بھی تعریف ہے، نہ کہ توثیق۔ کیا بات ہے مسلکی تعصب کی، جو حوالہ توثیق نہیں بنتا اسے توثیق بنا دیا!!

۶ امام ابن المدینیؒ نے کہا: من كبار أصحاب مكحول. وكان خولط قبل موته بيسير۔

جواب زبیر علی زئی خود ہی لکھتے ہیں: یہ قول با سند صحیح نہیں ملا (نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص ۳۶)۔ لہٰذا اس کو پیش کرنا غلط ہے۔

۷ امام ذہبیؒ نے کہا: الامام الكبير، مفتي الدمشق (سیر اعلام النبلاء ۵/۴۳۳)

جواب اس قول میں بھی زبیر علی زئی کے اپنے اُصولوں کے مطابق ثقاہت کا کوئی صیغہ نہیں۔ لہٰذا اس کو پیش کرنا غلط ہے۔ اگر غیر مقلدین حضرات یہ اعلان کر دیں کہ امام کبیر سے توثیق ثابت ہوتی ہے۔ تو پھر اس حوالہ پر نظر ثانی کی جا سکتی ہے۔

۸ حافظ ابن حجرؒ نے کہا: صدوق فقيه حديثه بعض لين و خولط قبل موته۔ (تقریب التہذیب: ۲۶۱۶)

جواب اس قول میں تو حافظ ابن حجرؒ نے "بعض لین" یعنی اس کی حدیث میں نرمی کے

الفاظ سے جرح کی ہے۔لہٰذا اس قول کو بھی پیش کرنا غلط اور مردود ہے۔

9 امام ہشام بن عمارؒ نے کہا: أرفع اصحاب مکحول سلیمان بن موسیٰ۔
(کتاب المعرفۃ والتاریخ ۲/۳۹۶)

جواب اس قول میں بھی سلیمانؒ بن موسیٰ کو اصحاب مکحولؒ کی حیثیت کو ظاہر کیا ہے۔اس قول میں ثقاہت کا کوئی لفظ نہیں۔لہٰذا اس قول کو پیش کرنا درست نہیں ہے۔مزید یہ کہ ایک نسبتی قول کو مطلقاً اور عموماً کیسے بنا دیا گیا؟!!اگر یہ علمی بد یانتی نہیں تو اور کیا ہے؟

4.2.4.2: سلیمان بن موسیٰ الدمشقیؒ پر جرح

محدثین کرامؒ کی سلیمان بن موسیٰ الدمشقیؒ پر جرح ملاحظہ کریں:

1	امام بخاریؒ	عندہ مناکیر	ضعفاء بخاری:۱۴۶
2	امام بخاریؒ	منکر الحدیث	تاریخ الکبیر ۴/۱۸۸۸
3	ابواحمد الحاکمؒ	فی حدیث البعض المناکیر	کتاب الکنیٰ قلمی، رقم:۱۸۰
4	ابوحاتمؒ	محلہ الصدق وفی حدیثہ بعض الاضطراب	الجرح وتعدیل:۶۱۵
5	امام نسائیؒ	لیس بالقوی فی الحدیث	ضعفاء والمتروکین:۲۵۲
6	ابن المدینیؒ	مطعون علیہ	ضعفاء الکبیر ۲/۱۴۲
7	امام ساجیؒ	عندہ مناکیر	الاکمال:۲۲۲۸
8	ابوزرعہ الرازیؒ	ذکرہ فی ضعفاء	اسامی ضعفاء:۲/۶۲۲
9	امام عقیلیؒ	ذکرہ فی ضعفاء	ضعفاء عقیلی:۶۳۲
10	امام ترمذیؒ	قول البخاری: عندہ مناکیر	العلل الکبیر ص ۴۷
11	امام ترمذیؒ	منکر الحدیث	ترتیب علل الترمذی ق ۲۰
12	امام ابوالعربؒ	وفیہ نظر	الاکمال:۲۲۲۸
13	امام ابن جارودؒ	ذکرہ فی ضعفاء	الاکمال:۲۲۲۸
14	امام الزہریؒ	وعندہ احادیث عجائب	تاریخ دمشق ۲۲/۳۶۷
15	حافظ ابن حجرؒ	صدق فقیہ فی حدیث بعض لین	تقریب التہذیب:۲۶۱۶

16	ابن حبانؒ	كلها أخبار مدلسة	مشاهير علماء: ۱۴۱۵
17	امام حسینیؒ	مائل به تضعيف	من له روایۃ: ۲۱۳۳
18	امام نسائیؒ	في حديثه شيٌ	التهذيب الكمال ۹۷/۱۲
19	امام برذعیؒ	ذكره في كتاب الضعفاء	سوالات البرذعی
20	ابن جوزیؒ	ذكره في ضعفاء	ضعفا والمتروکین: ۱۵۴۹
21	ابن عبدالبرؒ	سئ الحفظ	الاستذکار ۲۰۴/۱۵
22	علامہ ذہبیؒ	ضعيف	المغنی والضعفاء رقم: ۲۶۳۰
23	ابن جریحؒ	عنده احاديث عجائب	تاریخ دمشق ۳۶۷/۲۲

تنبیہ اس مندرجہ بالا تفصیل سے ثابت ہوا کہ زبیر علی زئی غیر مقلد کا سلیمانؒ بن موسیٰ کو ثقہ ثابت کرنا غلط اور مردود ثابت ہوتا ہے۔ اور دلائل کی روشنی میں سلیمانؒ بن موسیٰ کا ضعیف ہونا ہی ثابت ہوتا ہے اور اس روایت سے غیر مقلدین حضرات اور زبیر علی زئی غیر مقلد کا استدلال درست نہیں ہے۔ اور مزید یہ کہ خود غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے اس کا مرسل ہونا تسلیم کیا ہے۔ اور غیر مقلدین حضرات کے نزدیک حدیثِ مرسل ضعیف ہوتی ہے۔

4.3:۔غیر مقلدین کی طرف سے پیش کردہ دیگر دلائل کا تحقیقی جائزہ

4.3.1:۔دلیل 5:۔احادیثِ حضرت سہل بن سعدؓ اور حضرت وائل بن حجرؓ

1 عن سهل بن سعد قال: ''كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرَىٰ فِي الصَّلَاةِ''. قال ابو حازم: لَاأَعْلَمُهُ اِلَّا

يَنْمِيْ ذٰلِكَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ.

(صحیح بخاری رقم ۷۴۰؛موطا امام محمد ج اص ۳۱۸ رقم ۲۹۰ طبع مکتبۃ البشریٰ، کراچی)

ترجمہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ لوگوں (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں وہ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ''ذراع'' (یعنی ہتھیلی کی پشت، جوڑ اور کلائی) پر رکھیں۔

حضرت ابو حازمؒ فرماتے ہیں کہ مجھے صرف اور صرف یہی معلوم ہے کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے اس کو نبی اکرم ﷺ تک پہنچایا ہے۔

تنبیہ یہ حدیث تو احناف کی دلیل ہے۔ غیر مقلدین اس میں تحریف کر کے اس کو اپنی دلیل بنا لیتے ہیں، جو بہت بڑا گناہ ہے۔

غیر مقلدین کی نماز کی مشہور کتاب: ''صلوٰۃ الرسول'' میں بخاری کی اوپر مذکور حدیث نقل کی ہے۔ حکیم صادق سیالکوٹی نے اس کا ترجمہ کیا ہے:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں (رسول اللہ ﷺ کی طرف سے) کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں کلائی پر رکھیں۔

☆ اس حدیث پر غلام مصطفےٰ ظہیر امن پوری غیر مقلد نے تعلیق لکھی ہے۔ وہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: اس حدیث پر عمل ہو، تو ہاتھ زیر ناف آ ہی نہیں سکتے ہیں۔ تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ (تعلیق تسہیل الوصول الی تخریج وتعلیق صلوٰۃ الرسول ص ۱۵۵)

جواب یہ سراسر غلط بیانی ہے جیسا کہ اس کتاب کے باب نمبر 1 میں حدیث نمبر 1 کے تحت یہ بیان کیا گیا ہے کہ حدیث مبارکہ میں ہاتھ ذراع پر رکھنے کا حکم ہے، نہ کہ کہنی پر۔ جب ہاتھ ذراع پر رکھیں گے تو ہاتھ بغیر کسی مشکل کے زیر ناف آجائیں گے۔ البتہ سینہ پر باندھنے سے مشکل میں پڑ جائیں گے۔

2 حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی ہے:

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، قَالَ: ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ، عَنْ زَائِدَةَ بْنِ قُدَامَةَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي أَنَّ وَائِلَ بْنَ حُجْرٍ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: لَأَنْظُرَنَّ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يُصَلِّي. قَالَ: فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ قَامَ فَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى حَاذَتَا بِأُذُنَيْهِ ثُمَّ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ. الحديث.

(المنتقى من السنن المسندة، ص۶۲ رقم ۲۰۸. المؤلف: أبو محمد عبد الله بن علي بن الجارود النيسابوري المجاور بمكة (المتوفى ۳۰۷ھ). المحقق: عبد الله عمر البارودي. الناشر: مؤسسة الكتاب الثقافية، بيروت. الطبعة: الأولى، ۱۴۰۸ھ)

ترجمہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کہا کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کی طرف ضرور دیکھوں گا کہ آپ ﷺ نماز کس طرح پڑھتے ہیں؟ لہٰذا میں نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا کہ آپ ﷺ نے قیام فرمایا، پھر تکبیر کہی، اور اپنے ہاتھوں کو اُٹھایا یہاں تک کہ ان کو اپنے کانوں کے برابر کیا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت اور گُٹ اور کلائی پر رکھا۔

☆ غلام مصطفٰے ظہیر امن پوری غیر مقلد نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:

وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ.

ترجمہ نبی کریم ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ مبارک اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت، کلائی اور ساعد (کلائی سے لے کر کہنی تک) پر رکھا۔

پھر لکھتے ہیں: یہ حدیث پہلی حدیث کی مؤید ہے۔ جب دایاں ہاتھ بائیں بازو کی کہنی پر رکھا جائے تو ہاتھ خود بخود سینے پر آ جاتے ہیں۔

(تعلیق تسہیل الوصول الی تخریج وتعلیق صلوٰۃ الرسول ص ۱۵۵)

جواب اس حدیث کے ترجمہ میں امن پوری صاحب نے بددیانتی سے کام لیا ہے۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ یہ ہیں:

وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ.

۱ ''ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى'': جس کا معنی یہ ہے: بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت۔
بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر جب ہاتھ رکھیں گے تو انگلیاں کلائی پر ہوں گی۔

۲ الرُّسُغ۔اس کا ترجمہ امن پوری نے ''کلائی'' کیا ہے، جو غلط ہے۔

☆ عربی اردو کی لغت کی مشہور کتاب: ''المنجد'' میں ہے: ''الرُّسُغ'': گٹا، پہنچا۔
(المنجد ص۳۸۳)

☆ یہی معنی مصباح اللغات (ص۲۹۲ طبع خزینۂ علم وادب، لاہور) میں بھی ہے۔

☆ لسان العرب میں ہے:

الرُّسُغ: مَفْصِلُ مَا بَيْنَ الْكَفِّ والذِّراع.

(لسان العرب، ج۸ ص۹۳. المؤلف: محمد بن مكرم بن علي، أبو الفضل، جمال الدين ابن منظور الأنصاري الرويفعي الإفريقي (المتوفى ۷۱۱ھ). الناشر: دار صادر، بيروت. الطبعة: الثالثة ۱۴۱۴ھ)

ترجمہ ہتھیلی اور کلائی کا درمیانی جوڑ، یعنی گٹ۔

☆ مولوی صادق سیالکوٹی کی اسی کتاب کی تخریج مولانا عبدالرؤف بن عبدالحنان سندھو نے بھی کی ہے۔انھوں نے اس حدیث کا ترجمہ یوں کیا ہے:

حضرت وائل بن حجرؓ نے جس طریقہ وکیفیت سے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔وہ طریقہ وکیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت اور کلائی پر رکھا۔

(صلوٰۃ الرسول مع تخریج عبدالرؤف ص۲۲۹)

اس کتاب میں بھی ''الرُّسُغ'' کا ترجمہ ہی نہیں کیا گیا۔اس لیے کہ ہماری اکثریت کا طریقہ اس کے خلاف ہے، وہ ناراض نہ ہو جائیں۔اس لیے ترجمہ کی جگہ کو ہی چھوڑ دیا گیا جیسا کہ اوپر نقل کیا گیا ہے۔

☆ خواجہ قاسم غیر مقلد نے اپنی کتاب: ''قد قامت الصلوٰۃ'' میں اس کا ترجمہ ''پہنچے'' کیا ہے، جو درست ہے:

حضرت وائل بن حجرؓ نبی ﷺ کی نماز کا نقشہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ثُمَّ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ.

ترجمہ پھر آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ہتھیلی کی پشت، پہنچے اور کلائی پر رکھا۔

(قد قامت الصلوٰۃ ص۲۰۴)

☆ غیر مقلدین کی نماز کی مشہور کتاب: ''نمازِ نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں'' میں اس کا ترجمہ ''جوڑ'' کیا ہے، جو درست ہے۔

سیدنا وائل بن حجرؓ رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی (کی پشت)، اس کے جوڑ اور کلائی پر رکھا۔ (نمازِ نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں، ص۱۸۴)

☆ پس ثابت ہوا کہ امن پوری کا ''الرسغ'' کا ترجمہ کلائی کرنا غلط ہے۔ اس سے مراد کلائی اور ہتھیلی کے درمیان والا جوڑ ہے۔

پس جب بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر دائیں ہاتھ کا کچھ حصہ رکھیں گے تو کچھ حصہ ہتھیلی اور کلائی کے درمیانی جوڑ پر بھی آجائے گا اور کچھ حصہ کلائی پر بھی آئے گا یعنی انگلیاں کلائی پر آجائیں گی۔

اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ صحیح طریقہ سے جب ہاتھ کو اس طرح رکھیں گے کہ ہتھیلی کی پشت پر بھی آئے اور جوڑ پر بھی اور کلائی پر بھی۔ تو اس طرح ہاتھ رکھنے کے بعد ہاتھ آسانی سے زیرناف ہی آتے ہیں نہ کہ سینہ پر۔

☆ امن پوری صاحب نے شاید دونوں لفظوں کا ترجمہ کلائی اس لیے کیا کہ ان کی اکثریت کلائی پر کلائی رکھتی ہے جو کہ خلافِ سنت ہے۔ اور اس کے بعد اس کا یہ لکھنا:

''جب دایاں ہاتھ بائیں بازو کی کہنی پر رکھا جائے تو ہاتھ خود بخود سینے پر آجاتے ہیں''۔ (تعلیق تسہیل الوصول الی تخریج وتعلیق صلوٰۃ الرسول ص۱۵۵)

بالکل ہی غلط ہے۔

حدیث مبارکہ میں کہنی کا ذکر ہی نہیں بلکہ یہ تو معنی میں تحریف کرتے ہوئے غیر مقلدین کو خوش کرنا ہے۔ حدیث مبارکہ میں تو کلائی کا ذکر ہے، اور وہ بھی مقید کہ کلائی کا وہ حصہ جس پر ہاتھ ہو تو گٹ پر بھی ہو اور بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر بھی۔

☆ لہٰذا جب حدیثِ مبارکہ میں بیان کردہ الفاظ کے مطابق رکھے جائیں گے تو ہاتھ خود بخود سینے پر نہیں بلکہ زیرناف ہی آتے ہیں۔ لہٰذا یہ روایات احناف کی تائید کرتی ہیں

نہ کہ غیر مقلدین کی۔

نوٹ اس کی کچھ مزید تفصیل باب نمبر 1 اور باب نمبر 4 میں زبیر علی زئی کی دلیل 1 کے تحت بیان کردی گئی ہے۔ یہاں غیر مقلدین غلط ترجمہ اور تحریف کر کے اپنا مسلک ثابت کرتے ہیں جو بہت بڑا گناہ ہے۔

4.3.2:۔ دلیل 6:۔ حدیثِ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ

حکیم صادق سیالکوٹی لکھتے ہیں:

طبرانی کی حدیث میں حضرت وائلؓ سے یہ الفاظ مروی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر سینے پر رکھا''۔

اس کی تخریج وتحقیق کرتے ہوئے حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے (تسہیل الوصول ص ۱۵۳)

جواب حافظ زبیر علی زئی کا اس کو صحیح کہنا غلط اور ہٹ دھرمی ہے۔ یہ حدیث ضعیف اور ناقابل احتجاج ہے۔ طبرانی میں اس کی سند یوں ہے:

حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُوسٰی، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ حُجْرِ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ الْحَضْرَمِيُّ، حَدَّثَنِي عَمِّي سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُمِّهِ أُمِّ يَحْيٰى، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ الخ.

(المعجم الكبير، ج۲۲ص۵۰رقم ۱۱۸. المؤلف: سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى ۳۶۰ھ). المحقق: حمدي بن عبد المجيد السلفي. دار النشر: مكتبة ابن تيمية، القاهرة. الطبعة: الثانية)

جواب اس حدیث کی سند میں تین راوی ضعیف ہیں:

1 محمد بن حجر بن عبدالجبارؒ: علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

محمد بن حجر بن عبد الجبار بن وائل بن حجر.

له مناكير. وقال البخاري: فيه بعض النظر.

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج۳ص۵۱۱،رقم۷۳۶۱.المؤلف: شمس الدین أبو عبد اللّٰہ محمد بن أحمد بن عثمان بن قَایماز الذہبی (المتوفی۷۴۸ھ).تحقیق: علی محمد البجاوی.الناشر:دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، بیروت، لبنان. الطبعۃ:الأولی،۱۳۸۲ھ)

ترجمہ ان کی احادیث منکر ہیں۔حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں:ان میں نظر ہے(یعنی وہ ضعیف ہیں)۔

2 سعید بن عبد الجبار بن وائل.

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:قال النسائی: لیس بالقوی.

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج۲ص۱۴۷،رقم۳۲۲۵.المؤلف: شمس الدین أبو عبد اللّٰہ محمد بن أحمد بن عثمان بن قَایماز الذہبی (المتوفی۷۴۸ھ).تحقیق: علی محمد البجاوی.الناشر:دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، بیروت، لبنان. الطبعۃ:الأولی،۱۳۸۲ھ)

ترجمہ حضرت امام نسائیؒ فرماتے ہیں:وہ قوی نہیں ہیں۔

3 اُمّ یحییٰؒ

علامہ ماردینیؒ فرماتے ہیں:لم أعرف حالها ولا اسمها (الجوہر النقی ج۲ص۳۰)

ترجمہ میں اس کے حال کو نہیں جانتا اور نہ ہی اس کے نام کو جانتا ہوں۔

4 زبیر علی زئی غیر مقلد بھی اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں:

أَخْبَرَنَا أَبُو سَعْدٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصُّوفِیُّ، أنبأ أَبُو أَحْمَدَ بْنُ عَدِیٍّ الْحَافِظُ، ثنا ابْنُ صَاعِدٍ، ثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ حُجْرٍ الْحَضْرَمِیُّ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: حَضَرْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَوْ حِينَ نَهَضَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ الْمِحْرَابَ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ بِالتَّكْبِيرِ، ثُمَّ وَضَعَ يَمِينَهُ عَلٰى يُسْرَاهُ عَلَى صَدْرِهِ".

(سنن کبریٰ بیہقی، رقم۲۳۳۵)(نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں؟ص۲۴)

مشہور غیر مقلد حافظ زبیر علی زئی اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: ''یہ روایت سخت ضعیف ہے: محمد بن حجر کی روایتیں منکر ہیں۔ام عبد الجبارؒ کی توثیق معلوم نہیں۔ اور سعید بن عبد الجبارؒ بھی مجروح ہے (ملاحظہ ہو: الجوہر النقی ج ۲ص ۳۰ اور میزان الاعتدال ۳/۵۱۱،۲/۱۴۷) (نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام اور حکم ص ۳۸)

4.3.3: دلیل 7: حدیثِ حضرت علی رضی اللہ عنہ

وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي التَّارِيخِ فِي تَرْجَمَةِ عُقْبَةَ بْنِ ظَبْيَانَ، عَنْ مُوسَى بْنِ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ سَمِعَ عَاصِمًا الْجَحْدَرِيَّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ ظَبْيَانَ، عَنْ عَلِيٍّ: ''فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ'' (الکوثر: ۲): وَضَعَ يَدَهِ الْيُمْنٰى عَلٰى وَسَطِ سَاعِدِهٖ عَلٰى صَدْرِهٖ''.

(سنن کبریٰ رقم ۲۳۳۲) (نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں ص ۵۶۔ثناء اللہ ضیاء غیر مقلد)

ترجمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ارشاد باری تعالیٰ: ''فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ'' سے مراد دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھ کر سینہ پر رکھنا ہے۔

جواب یہ روایت ضعیف ہے۔اس سند کے پہلے راوی سلیمان بن موسیٰ الدمشقیؒ پر جرح پہلے 4.2.4.2 کے تحت بیان کردی گئی ہے۔وہ ایک متکلم فیہ راوی ہیں۔

۲ زبیر علی زئی صاحب اپنی کتاب: نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام (ص ۷۵) میں بھی اس کو ضعیف تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' عاصم الجحدری اور عقبہ بن صہبان کے درمیان العجاج الجحدری کا واسطہ ہے۔ (تاریخ الکبیر ج ۶ص ۴۳۷)۔العجاج مجہول الحال ہے''۔

۳ امام محدث ترکمانی حنفیؒ فرماتے ہیں:

ثم ذكر البيهقي عن علي ''انه قال في هذه الآية: فصل لربك وانحر قال: وضع يده اليمنى على وسط يده اليسرى ثم وضعهما على صدره''. قلت: تقدم هذا الاثر في باب الذي قبل هذا الباب وفي سنده ومتنه اضطراب. (الجوہر النقی ج ۲ص ۳۰)

محدث امام ترکمانیؒ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند اور متن میں اضطراب ہے۔

۴ عرب محقق شعیب الارنووطؒ لکھتے ہیں:

وعن علی موقوفاً عند الطبری فی "التفسیر" (ج ۳۰ ص ۳۲۵)، البیھقی (ج ۲ ص ۲۰، ۳۰). وھو ضعیف لاضطراب سندہ ومتنہ کما قال ابن الترکمانی

ترجمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے یہ روایت موقوف ہے جیسا کہ تفسیر طبری ج ۳۰ ص ۳۲۵، اور سنن الکبری بیہقی جلد ۲ ص ۲۰، ۳۰ میں ہے۔ اور اس روایت کی سند اور متن ضعیف اور مضطرب ہے جیسا کہ امام ابن الترکمانیؒ کہا ہے۔

(حاشیہ مسند امام احمد بن حنبل ج ۳۶ ص ۲۹۹)

4.3.4: دلیل 8: حدیثِ حضرت علی رضی اللہ عنہ

أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَارِثِ الْفَقِيهُ، أنبأ أَبُو مُحَمَّدِ بْنُ حَيَّانَ أَبُو الشَّيْخِ، ثنا أَبُو الْحَرِيشِ الْكِلَابِيُّ، ثنا شَيْبَانُ، ثنا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، ثنا عَاصِمٌ الْجَحْدَرِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ صُهْبَانَ كَذَا قَالَ: إِنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فِي هَذِهِ الْآيَةِ "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ" (الكوثر: ۲). قَالَ: "وَضْعُ يَدِهِ الْيُمْنٰى عَلٰى وَسَطِ يَدِهِ الْيُسْرٰى، ثُمَّ وَضَعَهَا عَلٰى صَدْرِهٖ".

(سنن کبریٰ رقم ۲۳۳۷) (نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں ص ۵۹)

جواب اس کی سند میں أَبُو الْحَرِيشِ الْكِلَابِي مجہول ہے۔ جو بھی اس کی صحت کا مدعی ہے تو اس کو بیان کرنا ہوگی۔

۲ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

وَقِيلَ: الْمُرَادُ بِقَوْلِهٖ: "وَانْحَرْ" وَضْعُ الْيَدِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى تَحْتَ النَّحْرِ. يُرْوٰى هٰذَا عَنْ عَلِيٍّ، وَلَا يَصِحُّ.

(تفسیر القرآن العظیم، ج ۸ ص ۵۰۳. المؤلف: أبو الفداء إسماعيل بن عمر

بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي (المتوفی ۷۷۴ھ). المحقق:سامي بن محمد سلامة. الناشر:دار طيبة للنشر والتوزيع. الطبعة:الثانية، ۱۴۲۰ھ)

ترجمہ اس آیت کے لفظ:''وَانْحَرْ'' کے معنی میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد دائیں ہاتھ کو بائیں پر سینہ کے نیچے رکھنا ہے۔اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے اور یہ معنی صحیح نہیں ہے۔

۳ علامہ ساعاتیؒ مسند احمد تبویب میں لکھتے ہیں:

نسبة هٰذا التفسير الٰى على وابن عباس لا تصح كما قال ابن كثير والصحيح نحر البدن. (الفتح الربانی ج۳ ص۱۷۴)

ترجمہ اس تفسیر کی نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف صحیح نہیں ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے۔اس کی صحیح تفسیر اونٹ کی قربانی کرنا ہے۔

۴ پچھلی روایت میں اس کا ضعف ملاحظہ فرمائیں۔

۵ یہ روایات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صحیح روایات اور عمل کے خلاف ہیں (دیکھئے باب 2 اور 5)

4.3.5:۔دلیل 9:۔حدیثِ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

أَخْبَرَنَا أَبُو زَكَرِيَّا بْنُ أَبِى إِسْحَاقَ، أنبأ الْحَسَنُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ الْبُخَارِيِّ، أنبأ يَحْيَى بْنُ أَبِى طَالِبٍ، أنبأ زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، ثنا رَوْحُ بْنُ الْمُسَيَّبِ قَالَ: حَدَّثَنِى عَمْرُو بْنُ مَالِكٍ النُّكْرِىُّ، عَنْ أَبِى الْجَوْزَاءِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِى قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ''فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ'' (الكوثر:۲)، قَالَ:''وَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ فِى الصَّلَاةِ عِنْدَ النَّحْرِ''. (سنن کبریٰ رقم ۲۳۳۹) (نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں ص۶۲)

جواب اس کی سند میں یحیٰ بن ابی طالبؒ ہے۔حافظ ابن حجرؒ لسان المیزان (ج۶ ص۲۶۳) میں لکھتے ہیں:

قَالَ موسى بن هارون:أشهد أنه يكذب وخط أبو داؤد على حديثه.

ترجمہ حضرت موسیٰ بن ہارونؒ فرماتے ہیں: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جھوٹ بولتا ہے۔امام

ابوداوُدؒ نے اس کی حدیثوں پر لکیر پھیر دی تھی۔

دوسرا راوی روح بن المسیّبؒ ہے۔ میزان الاعتدال (ج ا ص ۳۴۲) میں ہے:

قَالَ ابن حبان: يروى الموضوعات . لا تحل الرواية عنه. وقال أبو حاتم: لس بالقوى. وقال ابن عدى: أحاديثه غير محفوظة.

ترجمہ امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں: یہ موضوع یعنی من گھڑت روایات بیان کرتا ہے۔ اس سے روایت لینا جائز نہیں ہے۔ امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں: یہ قوی نہیں ہے۔ امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں: اس کی احادیث محفوظ نہیں ہیں۔

تیسرا راوی عمر بن مالک النکریؒ ہے۔ علامہ ماردینیؒ، الجوہر النقی (ج ۲ ص ۳۰) میں لکھتے ہیں:

قَالَ ابن عدى: منكر الحديث عن الثقات. يسرق الحديث. وضعّفه أبو يعلى الموصلى.

ترجمہ امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں: یہ ثقات راویوں سے منکر حدیثیں بیان کرتا ہے۔ حدیث کو چوری کرتا ہے۔ امام ابویعلی موصلیؒ نے اس کی تضعیف کی ہے۔

4.4:۔ سینے پر ہاتھ باندھنے کے بارے میں غیر مقلدین کے جھوٹ اور غلط بیانیاں

1 ''سینے پر ہاتھ باندھنے'' کی احادیث بخاری و مسلم اور ان کی شروح میں بکثرت ہیں''

(فتاویٰ ثنائیہ ج ا ص ۴۴۳؛ فتاویٰ علماء حدیث ج ۳ ص ۹۱)

اس عبارت میں دو جھوٹ بولے گئے ہیں۔ نہ تو صحیح بخاری شریف میں ایسی کوئی حدیث ہے، اور نہ ہی صحیح مسلم شریف میں، جس میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہو۔ یہ دونوں باتیں سفید جھوٹ ہیں۔ اگر کسی غیر مقلد میں ہمت ہے تو بخاری اور مسلم میں دکھائے۔

2 ''نبی اکرم ﷺ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھا کرتے تھے......... صحیح بخاری میں بھی ایک حدیث ایسی آئی ہے''۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ا ص ۴۵۷)

مولانا ثناء اللہ کا یہ بھی جھوٹ ہے۔

3 مسند احمد (ج ۵ ص ۲۲۶) میں یضع ھٰذہ علی صدرہ تھا۔فتاویٰ ثنائیہ میں یضع یدہ علی صدرہ کردیا۔(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۵۸، ۴۴۵)

یہ روایت اسی باب میں دلیل نمبر 2 میں بیان کر کے اس کا جواب دے دیا گیا ہے۔

☆ قابل تعجب بات یہ بھی ہے کہ انہی الفاظ کے ترجمہ کے ساتھ یہ حدیث غیر مقلدین کی نماز کی مشہور و معروف کتاب: ''نمازِ نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں'' میں بھی موجود ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

سیدنا ہلب طائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سینے پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا (مسند احمد بحوالہ نماز نبوی ص ۱۴۸)۔

یہ حدیث کے الفاظ میں صریح تحریف ہے۔

4 ابن خزیمہ کی ایک حدیث اس سند سے تھی:

نـا أَبُـو مُـوسٰی، نا مُؤَمَّلٌ، نا سُفْیَانُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ کُلَیْبٍ، عَنْ أَبِیهِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ (ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۴۳)

مگر اس ضعیف سند کو اتار کر مولوی عبدالرحمٰن مبارک پوری شارح ترمذی، مولوی ثناء اللہ امرتسری اور علی محمد سعیدی نے مسلم کی یہ سند لگادی:

عن محمد بن یحییٰ، عن عفان، عن همام، عن محمد بن حجادة، عن عبد الجبار بن وائل عن علقمة بن وائل و مولٰی لهم عن أبیه (مسلم)

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۲۴؛ فتاویٰ علماء حدیث ج ۳ ص ۹۱)

5 مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں کہ ابن خزیمہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۵۷)۔حالانکہ یہ جھوٹ ہے۔

6 فتاویٰ علماء حدیث میں ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے بلوغ المرام میں اس کو صحیح کہا ہے۔

(فتاویٰ علماء حدیث ج ۳ ص ۹۵)۔حالانکہ یہ جھوٹ ہے۔

7 گوجرانوالہ کے ابو خالد نور حسین گرجاکھی نے اپنے رسالہ: ''اثبات رفع یدین'' (ص ۲۲) میں حضرت وائل بن حجرؓ کی شہادت کے تحت: صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۳، ابن

ماجہ ص ۶۲، دارمی ص ۱۰۷، دار قطنی ص ۱۱۸، ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۳، جزء بخاری ص ۱۴، مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۷، جزء سبکی ص ۱۳، مشکوٰۃ، نو (۹) کتابوں کے حوالہ سے سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث لکھی ہے۔

حالانکہ اس حدیث میں ''علی صدرہ'' کا لفظ کسی ایک کتاب میں بھی نہیں ہے۔

8 ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق محدثین ضعیف ہے۔

(ہدایہ ج ۱ ص ۳۵۰؛ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳)

9 سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق محدثین صحیح ہے۔

(ہدایہ ج ۱ ص ۳۵۰؛ شرح وقایہ ص ۹۳؛ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳)

10 ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث مرفوع نہیں۔ وہ قولِ علیؓ ہے اور ضعیف ہے۔

☆ یہ تینوں باتیں محض جھوٹ ہیں۔ ہدایہ اور شرح وقایہ کے متن کی اصل عبارت پیش کریں جس کا یہ ترجمہ ہے۔

11 مولوی محمد یوسف جے پوری حقیقۃ الفقہ (ص ۱۹۳) میں لکھتے ہیں: حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں مجددی حنفیؒ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث بسببِ قوی ہونے کے ترجیح دیتے تھے اور خود سینے پر ہاتھ باندھا کرتے تھے (ہدایہ ج ۱ ص ۳۵۱)۔

☆ آپ حیران ہوں گے کہ صاحبِ ہدایہ کا وصال ۵۹۳ھ میں ہو چکا تھا۔ جب کہ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں مجددی حنفی شہیدؒ ۱۱۱۱ھ میں پیدا ہوئے۔ تو بارھویں صدی کے بزرگ کی نماز کا طریقہ چھٹی صدی ہجری کی کتاب میں کیسے آ گیا؟!! یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی منچلا کہہ دے کہ میاں نذیر حسین دہلویؒ میدانِ بدر میں حضور ﷺ کے ساتھ جہاد کرتے تھے!!

12 مولوی محمد حنیف جھنگوی غیر مقلد لکھتا ہے: ''حنفیوں کی نماز نہیں ہوتی کیونکہ یہ آلۂ تناسل پر ہاتھ باندھتے ہیں''۔ (قولِ حق ص ۶۲)

(نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت، ص ۱۹، ۲۰ مؤلف: مولانا محمد فیاض خان سواتی مدظلہ العالی۔ ناشر: ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم، فاروق گنج، گوجرانوالہ ۲۰۰۳ء)

باب 5

بعض احادیث کی تحقیق

5.1: حدیثِ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی تحقیق

حدثنا وكيع، عن موسىٰ بن عميرٍ، عن علقمه بن وائل بن حُجرٍ، عن أبيه قال: رأيت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع يمينه على شماله تحت السرة.

(مصنف ابن ابی شیبہ طبع کراچی :۱/۳۹۰ طبع اول؛ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، رقم ۳۹۵۹ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی ۱۴۲۸ھ، طبع ثانی؛ شیخ محمد عوّامہ فرماتے ہیں: هٰذا اسناد صحیح، ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۲۰؛ علامہ نیمویؒ فرماتے ہیں: اسناده صحیح، آثار السنن ص ۱۱۱ طبع مکتبۃ البشریٰ کراچی)

ترجمہ حضرت علقمہ بن وائلؒ اپنے والد یعنی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے والد نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نماز میں آپ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے ہوئے ہیں۔

☆ یہ حدیث سند کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے۔ اس سند کے سارے راوی کوفی ہیں اور کوفہ میں عملی تواتر بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ہے۔

☆ حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوریؒ فرماتے ہیں:

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا: ''مصنف ابن ابی شیبہ میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایات ہیں۔ چونکہ بعض قلمی نسخوں میں 'تَحتَ السُّرَّةِ'' کا لفظ

نہیں ہے۔ اس لیے بعض علماء حنفیہ بھی متردد ہو گئے تھے، مگر صحیح نسخوں میں ضرور موجود تھے۔ اس لیے علامہ قاسم بن قطلو بغاؒ حنفی وغیرہ نے اس کا ذکر کیا تھا"۔

راقم الحروف (احمد رضا بجنوریؒ) عرض کرتا ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ کے مطبوعہ نسخوں میں تین روایتوں میں یہ لفظ موجود ہے۔ ملاحظہ ہو: ج ا ص ۳۹۰، ۳۹۱۔

(انوار الباری ج ۱۶ ص ۳۳۹ طبع ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

☆ اس حدیث کی سند پر غیر مقلدین حضرات کا کوئی اعتراض آج تک منظر عام پر نہیں آیا۔ مگر اس حدیث کی تحقیق میں جناب ارشاد الحق اثری صاحب کا مصنف ابن ابی شیبہ کے قلمی نسخوں پر اعتراض اور محدث مدینہ المنورہ شیخ محمد عوامہ پر برہمی کا اظہار ہے۔ پہلے حضرت شیخ محمد عوّامہ مدظلہ العالی اور دوسرے محققین کی تحقیق بیان کی جائے گی۔ پھر ارشاد الحق اثری کے اعتراضات کا ترتیب وار جائزہ لیا جائے گا۔

5.1.1: حدیثِ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ میں "تحت السرۃ" کے الفاظ کی تحقیق

5.1.1.1: شیخ محمد عوّامہ مدظلہ العالی کی تحقیق

شیخ محمد عوَّامہ مدظلہ العالی اس حدیث کی تحقیق میں فرماتے ہیں:

١ وهٰذا اسناد صحيح. والصواب سماع علقمة من أبيه، كما تراه في التعليق على ترجمة علقمة في "التقريب" (٤٦٨٤)، و"الكاشف" (٣٨٧٦).

٢ ومما يذكر في أدلة المسألة: ماتقدم نقله قبل قليل آخر تخريج (٣٩٥٨) عن ابن حزم من حديث أنس أنه زاد: "تَحتَ السُّرَّةِ".

٣ "تحت السرّة" ثابتة في ت، ع، كما يرى القارئ الكريم صورتهما في مقدمة هٰذا المجلد. ونسخةُ ت كان انتهاء نَسخ هٰذا المجلد منها

سنة ۱۱۴۷ھ. وعليها خط الامام العينى فى مواضع، كما ذكرته فى المقدمة صفحة ۳۰. فلا يبعد أن الامام القاسم بن قُطْلُوبُغاقد وقف عليها ونقل منها هٰذا الحديث فى كتابه "التعريف والأخبار بتخريج أحاديث الاختيار". وكانت وفاته سنة ۸۷۹ھ۔ وكلامه فى الورقة ۲۷/ب من النسخة التى بخطه. وهى محفوظة فى مكتبة فيض اللّٰه باصطنبول برقم ۲۹۲. وقال بعد ما نقله سنداً ومتناً: "وهٰذا اسناد جيد" بل ان سياق كلامه واضح فى تقديمه هٰذه الروايةَ على رواية (۴۷۹) التى فيها زيادة "على صدره"، واعلاله لها برواية ابن أبى شيبة.

۴ وهٰذه الزيادة فى نسخة العلامة محمد عابد السندى من "التعريف والاخبار" ۲۳/ب، وهى فى طوب قبو سراى، وفى نسخة من "المصنف"، وهى التى أرمزلها بحرف (ع)، ولذلك قال فى حاشية العظيمة "طوالع الانوار على الدر المختار" ۱: ۶۲۰/آ من النسخة الأزهرية: "ومما لا يُمارى فى الاحتجاج به: ما أخرجه ابن أبى شيبة فى "مصنفه": حدثنا وكيع، عن موسىٰ بن عميرٍ، عن علقمه بن وائل بن حُجْرٍ، عن أبيه قال: رايت النبى ﷺ وضع يمينه على شماله تحت السرة. ورجاله كلهم ثقات أثبات.

۵ فلا حاجة الى هٰذا الصخب والازراء والاتهام ممن لا يعرف قدر العلماء، ولا يرضىٰ عمن ليس من أهل مذهبه وخَصلته!! حتى فى بعض الصحف اليومية! كما تجده فى "زوابع فى وجه السنة قديماً وحديثاً" ص۲۵۱، جريدة المدينة المنورة ۱۰/۵/۱۴۱۰ھ العدد ۸۴۵ ۲، وغيرها.

۶ ومن نقل الحديث عن احدى النسخ الأربع خ، ظ، ن، ش التى ليس فيها هٰذه الجملة: معذور فى عدم اثبات هٰذه الزيادة، لكنه ليس معذوراً فى نفى ورودها. ومن نقله عن احدى النسختين اللتين فيهما

هٰذه الزيادة: هو معذور فى اثباتها، بل واجب عليه ذٰلك. ولا يجوز له حذفها. فعلى مَ التنابز والتنابذ؟!.

۷ فان قيل: يحتمل أن تكون جملة "تحت السرة" هٰذه ليست من تمام حديث وائل. انما هى من تمام أثر ابراهيم النخعى التالى: "حدثنا وكيعٌ، عن ربيعٍ، عن أبى معشرٍ، عن ابراهيم قال: يضعُ يمينه على شماله فى الصلاة تحت السرة". ويؤيِّد قيله هٰذا بأن أثر ابراهيم النخعى ساقط من نسخة ت، فربما كانت هٰذه الجملة بقيت من أثر النخعى واتصلت بحديث وائل؟!.

والجواب: أن هٰذا تظنُّن وتشكك. يفرح به أعداء اللّٰه والاسلام. لو فُتح لما بقى لنا ثقة بشئ من مصادر ديننا! ومع ذٰلك فما ذا نفعل بثبوت ذٰلك كله فى نسخة الشيخ محمد عابد السندى، التى فيها الحديث والأثر. وفى آخر كل منهما: تحت السرة؟! ومع من زاد علم واثبات وحجة. فماذا مع النافى؟!.

۸ فهاتان نسختان ثبت فيهما "تحت السرة"، يضاف اليها ثلاثٌ أُخر: نسخة العلامة قاسم، وقد تكون هي هي نسخة ت، ونسخة العلامة عبد القادر بن أبى بكر الصديقى مفتى مكة المكرمة. ونسخة العلامة محمد أكرم السندى، نقل ذلك عنها العلامة محمد هاشم التتوى السندى فى رسالته "ترصيع الدرة على درهم الصرة" ص ۸۴.

۹ وابراء للذمة أقول: ان الطبعة الهندية ذات الخمس عشر مجلداً لمصنف ابن أبى شيبة لم يكن فيها أولَ ما طُبعت زيادة "تحت السرة". ولما قامت ادارة القرآن والعلوم الاسلامية فى كراتشى سنة ۱۴۰۶ھ بتصويره. أراد مؤسسها فضيلة الشيخ نور أحمد رحمه اللّٰه سدَّ ثغرة النقص التى فيها، وتنقيح الكتاب من أخطائه المطبعية الكثيرة والكبيرة. فسدَّ الثغرة بطباعة القسم الأول من المجلد الرابع

١٠ وأما أخطاؤه: فأخبرني من لسانه الى أُذنيّ، وأنا أماشيه في الحرم النبوى الشريف. أنه قد عهد الى بعض أهل العلم عنده في كراتشي بتصحيحها، ففعلوا. وبلغت الأخطاء معهم نحو ثمانية آلاف غلطة مطبعية!! ففقدت الدار الثقة بهٰذه الطبعة تماماً.

١١ وقد أخبر الشيخ في حينها۔ ثم أُطلع ۔ على المساجلة العلمية التي دارت بين الشيخ محمد حياة السندي، والشيخ محمد هاشم السندي رحمهما الله، في مسئلة موضع وضع اليدين في الصلاة. ونتج عنها كتابة خمس رسائل بينهما۔ طبعتها الدار بعدُ ۔ ومنها رسالة الشيخ هاشم "ترصيع الدرة". وفيها نقل الشيخ هاشم زيادة "تحت السرة" عن ثلاث نسخ خطية وقف عليها بنفسه، وهي النسخ التي قدمت ذكرها.

١٢ فحصلت القناعة التامة عند صاحب الدار الشيخ نور أحمد بصحة اضافة "تحت السرة" على النص المطبوع بالهند، بناء على فقد الصحة بتلك الطبعة، وبناء على حصول الثقة بما في النسخ الخطية الثلاثة. لا أنه تجرأ على الكذب على رسول الله ﷺ، ولا من باب التلاعب بالنصوص نصرةً للمذهب. ولا، ولا، مما قيل ويقال. والله سبحانه هو الحسيب، وهو الرقيب العليم بالنيات.

(حاشیہ حدیث ہٰذا، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲ رقم ۳۹۵۹ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی ۱۴۲۸ھ، طبع ثانی)

ترجمہ

(۱) اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ حضرت علقمہ بن وائلؒ کا سماع اپنے باپ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ جیسا کہ آپ "تقریب" (۴۶۸۴) میں حضرت علقمہؒ کے ترجمہ کی تعلیق اور "الکاشف" (۳۸۷۶) میں دیکھ سکتے ہیں۔

۲ اس مسئلہ کے دلائل میں سے یہ بھی ہے: اس حدیث سے پہلے ایک حدیث کو چھوڑ کر

حدیث نمبر ۳۹۵۷ کی تخریج میں علامہ ابن حزم ظاہریؒ کی بیان کردہ حدیثِ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہے جس میں یہ الفاظ: "تحت السرة" بھی ہیں۔

نوٹ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

عن انس قال ثلاث من اخلاق النبوة تعجيل الافطار وتاخير السحور ووضع اليد اليمنى على اليسرى فى الصلوة تحت السرة .

(المحلى بالآثار ج۲ص۳۲. المؤلف: أبو محمد على بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسى القرطبى الظاهرى (المتوفى ۴۵۶ھ). الناشر: دار الفكر بيروت)

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں: "روزہ جلدی افطار کرنا، سحری تاخیر سے کرنا اور دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر نماز میں ناف کے نیچے رکھنا انبیاء علیہم السلام کے اخلاق میں سے ہے۔

۳ "تحت السرة" کے الفاظ کی زیادت نسخۂ "ت" (نسخة الشيخ محمد مرتضى الزبيدىؒ) اور "ع" (نسخة الشيخ محمد عابد السندي) میں موجود ہے، جیسا کہ قارئینِ کرام ان دونوں نسخوں کی فوٹو اسٹیٹ اسی جلد نمبر ۳ کے مقدمہ میں دیکھ سکتے ہیں۔ نسخۂ "ت" (نسخة الشيخ محمد مرتضى الزبيدىؒ) کی کتابت ۱۱۴۱ھ میں اختتام کو پہنچی۔ اور اس نسخہ پر علامہ بدرالدین عینیؒ کی تحریر بھی کئی مواضع میں موجود ہے، جیسا کہ میں نے مقدمہ میں صفحہ ۳۰ پر اس کا ذکر کیا ہے۔ لہٰذا یہ بعید نہیں ہے کہ امام قاسم بن قُطلُو بُغا بھی اس سے واقف تھے اور اسی نسخہ سے انھوں نے اس حدیث کو اپنی کتاب: "التعريف والأخبار بتخريج أحاديث الاختيار" میں نقل کیا ہے۔ ان کی وفات ۸۷۹ھ میں ہوئی ہے۔ علامہ ابن قطلو بغاؒ کا کلام ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخہ کے ورق ۲۷/ب میں موجود ہے۔ یہ نسخہ مکتبہ فیض اللہ اصطنبول رقم ۲۹۲ میں موجود ہے۔ علامہ قاسم بن قطلو بغاؒ اس حدیث کو سند اور متن کے لحاظ سے تحریر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "یہ سند جید ہے"۔ بلکہ ان کے کلام کا سیاق اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ انھوں نے اس سے پہلے ابن خزیمہ (رقم ۴۷۹) کی روایت کو ذکر کیا ہے جس میں "علیٰ صدرہٖ" کے الفاظ ہیں۔

علامہؒ نے اس روایت کو اسی مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت سے معلول بتلایا ہے۔

۴ یہ زیادت علامہ محمد عابد سندھیؒ کے نسخہ ''التعریف والأخبار''۲۴۳/ب میں بھی موجود ہے۔ یہ نسخہ ''طوب قبوسرای'' میں موجود ہے۔ علامہ محمد عابد سندھیؒ کا مصنف ابن ابی شیبہ کا بھی نسخہ ہے، جس کی رمز ''ع'' میں نے مقرر کی ہے۔ اسی لیے انھوں نے اپنی کتاب ''طوالع الانوار علی الدر المختار'' کے ''ج۱ص۶۲۰/آ'' جو ''النسخة الأزهرية'' میں فرمایا ہے:

اس حدیث سے احتجاج اور دلیل پکڑنے میں کسی کو بھی شک وشبہ نہیں ہونا چاہیے، جس کو ابن ابی شیبہ نے ''مصنف'' میں تخریج کیا ہے:

حدثنا وکیع، عن موسیٰ بن عمیرٍ، عن علقمه بن وائل بن حُجرٍ، عن أبیه قال: رأیت النبی ﷺ وضع یمینه علی شماله تحت السرة.

ترجمہ حضرت علقمہ بن وائلؒ اپنے والد یعنی حضرت وائل بن حجرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے والد نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ نماز میں آپ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے ہوئے ہیں۔

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ اور ثبت ہیں۔

۵ لہٰذا ان لوگوں کے شور وشغب اور تہمت بازی کی طرف ہرگز کان نہیں دھرنے چاہیے جو علماء کرام کی قدر وقیمت کو نہیں پہچانتے، اور نہ اس پر راضی ہوتے ہیں جو ان کا مسلک اور ان کی خصلت وعادات میں سے نہیں ہے!! یہاں تک بعض لوگ اخباروں میں بھی اس کو شائع کر رہے ہیں، جیسا کہ تو اس بات کو ''زوابع فی وجه السنة قدیماً وحدیثاً'' ص۲۵۱، اور جریدة المدینة المنورة ۱۰/۵/۱۴۱۰ھ العدد ۲۸۴۵، وغیرہ میں دیکھ سکتا ہے۔

۶ جس شخص نے اس حدیث کو ان چار نسخوں ''خ، ظ، ن، ش'' سے نقل کیا ہے، جن میں یہ حدیث نہیں ہے، وہ اس زیادت کے ان نسخوں میں عدم اثبات کی وجہ سے معذور کہے جا سکتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ اس حدیث کے وجود کی نفی کرنے میں معذور نہیں ہیں۔ اور جن لوگوں نے اس حدیث کو ان دونوں نسخوں سے نقل کیا ہے جن میں

یہ حدیث موجود ہے، تو وہ اس ثبوت کے ماننے میں معذور ہیں بلکہ ان کے لیے یہ بات واجب ہے۔ اور اس کا حذف کرنا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا ان کو کسی کے لعن طعن اور دشنام طرازی کی کیا پرواہ؟!!

۷ پھر اگر کوئی یہ اعتراض کرے: یہ بھی ممکن ہے کہ جملہ "تحت السرة" حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا حصہ ہی نہ ہو بلکہ یہ جملہ حضرت ابراہیم نخعیؒ جو اس حدیث کے بعد ہے، اس کا حصہ ہو:

حدثنا وكيعٌ، عن ربيعٍ، عن أبي معشرٍ، عن ابراهيم قال: يضعُ يمينه على شماله في الصلاة تحت السرة.

ترجمہ مشہور فقیہ ومحدث حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں: "نمازی اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے"۔

اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ یہ حضرت ابراہیم نخعیؒ کا اثر نسخہ "ت" (نسخة الشيخ محمد مرتضى الزبيديؒ) سے ساقط بھی ہے۔ پس کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ کے اثر کا یہ جملہ باقی رہ گیا ہو اور حضرت وائلؓ کی حدیث سے متصل ہو گیا ہو؟!

جواب یہ سب خود ساختہ ظن ووہم اور شک وشبہات ہی ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ اور اسلام کے دشمنوں کو خوش کرنے والی بات ہے۔ اگر ایسے شکوک وشبہات کے دروازے کھول دیئے جائیں تو ہمارے دین اسلام کے مصادر میں سے کچھ بھی بچ نہ پائے گا! اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ پھر ہم اس کے ثبوت کے بارے میں کیا کریں کیونکہ یہ دونوں احادیث (حدیثِ حضرت وائلؓ اور اثرِ حضرت ابراہیم نخعیؒ) شیخ محمد عابد سندھیؒ کے نسخہ میں موجود ہیں اور ان دونوں احادیث کے آخر میں جملہ: "تحت السرة" موجود ہے؟!!!! اس کے ساتھ علم، اثبات اور حجت بھی ہے۔ تو پھر نافی کے ساتھ کیا ہے؟!

۸ لہٰذا ان دونوں میں تو "تحت السرة" کا جملہ ثابت ہے ہی۔ ان کے ساتھ تین اور نسخوں کو بھی شامل کرنا چاہیے:

١ پہلا نسخہ شیخ قاسم بن قطلو بغاؒ کا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ نسخہ وہی ہو جو نسخہ ''ت'' (نسخة الشيخ محمد مرتضى الزبيدیؒ) ہے۔

٢ شیخ عبدالقادر بن ابی بکر صدیقیؒ مفتی مکہ معظمہ کا نسخہ۔

٣ علامہ محمد اکرم سندھیؒ (نصر پوری) کا نسخہ۔

ان تینوں نسخوں سے حضرت مخدوم شیخ محمد ہاشم سندھی ٹھٹھویؒ نے اپنے رسالہ: ترصيع الدرة على درهم الصرة (ص ۸۴) میں نقل کیا ہے۔

٩ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لیے میں کہتا ہوں: مصنف ابن ابی شیبہ کی طبع ہند جو پہلی بار چھپا تھا، میں ''تحت السرة'' کا جملہ نہیں تھا۔ پھر جب ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، کراچی نے ۱۴۰۶ھ میں اس کی نقل لے کر چھاپنے کا ارادہ کیا، تو اس ادارہ کے بانی فضیلت الشیخ نور احمدؒ نے اس بات کا ارادہ کیا کہ اس کتاب کے طبع اول میں جو اغلاط ونقائص رہ گئے تھے، ان کی تلافی کردی جائے۔ اور اس کتاب میں جو طباعت کی بڑی بڑی غلطیاں اور نقائص رہ گئے تھے، ان کی تنقیح کردی جائے۔ لہٰذا اس کی پہلی طباعت کی نقائص کا سدِ باب چوتھی جلد سے شروع کردیا گیا۔

١٠ باقی رہیں اس کی اغلاط: تو حضرت شیخ نور احمدؒ کی زبان سے یہ جملے میں نے سنے ہیں جب کہ میں مسجدِ نبوی میں چل رہا تھا کہ اس (حضرت شیخ نور احمدؒ) نے کراچی کے بعض اہل علم کو اس کتاب کی تصحیح کی ذمہ داری سونپی تھی۔ تو ان اہل علم نے اس ذمہ داری کو خوب نبھایا۔ تو ان کی طباعت کی تصحیح کردہ اغلاط کی تعداد تقریباً آٹھ ہزار تک جا پہنچی۔

١١ اسی دوران حضرت شیخ نور احمدؒ نے مجھے حضرت شیخ محمد ہاشم سندھیؒ اور حضرت شیخ محمد حیات سندھیؒ کے درمیان ہونے والے علمی بحث ومباحثہ کا بھی ذکر کیا جو ان کے درمیان نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ کے بارے میں ہوا تھا۔ جس کے نتیجہ میں پانچ رسالے لکھے گئے جو بعد میں اسی ادارہ نے طبع بھی کیے ہیں۔ ان میں سے حضرت شیخ محمد ہاشم سندھیؒ کا رسالہ: ترصيع الدرة على درهم الصرة بھی ہے۔ اس رسالہ

میں حضرت شیخ محمد ہاشم سندھیؒ نے "تحت السرة" کے الفاظ بھی تین مخطوطوں سے نقل کیے ہیں جو انھوں نے بذات خود دیکھے تھے۔ اور ان تینوں نسخوں کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

۱۲ لہٰذا ادارۃ القرآن کے مالک شیخ نور احمدؒ کو "تحت السرة" کے الفاظ کی صحت کا اطمینان حاصل ہو گیا تھا جو اس کتاب کے طبع ہند میں رہ گئے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ طبع ان الفاظ کی ثقاہت سے خالی تھی۔ اس طبع میں تین مصدقہ اور ثقہ مخطوطوں کے حصول کی وجہ سے یہ الفاظ شامل کیے گئے ہیں۔ اس کی وجہ ہرگز یہ نہیں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے اوپر جھوٹ منسوب کرنے کی جرأت کی جائے یا اپنے مذہب کی نصرت و تائید کرنے کے لیے نصوص میں چھیڑ چھاڑ کی جائے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ نہ اس بارے میں مخالفین کی باتوں میں کوئی صداقت ہے۔ واللہ سبحانہ هو الحسيب، وهو الرقيب العليم بالنيات.

5.1.1.2: حضرت شیخ محمد ہاشم سندھیؒ کی تحقیق

مصنف ابن ابی شیبہ کے محقق اور احادیث کے مخرج جناب شیخ محمد عوامہ نے شیخ محمد عابد سندھیؒ اور شیخ محمد مرتضیٰ زبیدیؒ کے نسخوں کے متعلقہ صفحات کے عکس بھی مصنف ابن شیبہ کی تیسری جلد کے شروع میں شائع کیے ہیں، جن میں "تحت السرة" کے الفاظ کی زیادت موجود ہے اور ساتھ ہی انہوں نے محدث شیخ محمد ہاشم سندھیؒ کے تین نسخوں میں اس زیادت کے مشاہدے کا ذکر بھی کیا ہے۔

حضرت شیخ محمد ہاشم سندھیؒ نے ان الفاظ کے ثبوت پر مدلل کلام فرمایا ہے:

لفظة: "تحت السرة" وقد وجدت هي في ثلاث نسخ من مصنف أبي بكر بن أبي شيبة. منها النسخة التي نقلها الشيخ قاسم محدث ديار المصرية رحمه الله تعالىٰ. وفيه غنى من الكل. ومنها نسخة الشيخ محمد اكرم النصرپوری. رأيناها في بلاد السند. ومنها نسخة الشيخ عبد القادر مفتي مكة المعظمة. رأيناها في مكة.... قد ثبت وجود

لفظة "تحت السرة" ملحقة بحديث وائل في النسخ الثلاث المقتدم ذكرها.

(**ترصيع الدرة على درهم الصرة** ص۸۴،۸۵۔ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، ۱۴۱۴ھ)

ترجمہ "**تحت السرة**" کے لفظ کو میں نے مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ کے تین نسخوں میں مشاہدہ کیا ہے۔ ان میں وہ نسخہ بھی ہے جس سے شیخ قاسم بن قطلو بغاؒ نے نقل کیا ہے۔ جو مملکت مصر کے محدث تھے۔ صرف یہی نسخہ دیگر سب سے مستغنی کر دینے والا ہے۔ دوسرا نسخہ شیخ محمد اکرم نصر پوریؒ کا ہے۔ بلادِ سند میں اس نسخہ میں میں نے خود "تحت السرّۃ" کا لفظ مشاہدہ کیا ہے۔ تیسرا شیخ عبدالقادر مفتی مکہ معظّمہ کا نسخہ۔ اس میں بھی "تحت السرّۃ" کا لفظ میں نے خود مکہ مکرمہ میں دیکھا ہے۔

5.1.1.3:۔حضرت مولانا محمد ظہیر احسن شوق نیمویؒ (المتوفی ۱۳۲۲ھ) کی تحقیق

حضرت مولانا محمد ظہیر احسن شوق نیمویؒ (المتوفی ۱۳۲۲ھ) فرماتے ہیں:

اس (حدیث) کے کل راوی ثقہ ہیں اور سند بھی متصل ہے۔ اگر سماع **علقمة عن أبيه** میں کسی کو تامل ہو تو میرا رسالہ "حبل المتین" معائنہ کرے۔ میں نے اس میں علاوہ اور دلائل کے بسندِ صحیح یہ ثابت کر دیا ہے کہ حضرت علقمہؒ نے حَدَّثَنِیْ أَبِیْ کہا ہے۔

اس حدیث کی نسبت حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ نے، جو سخاویؒ وقسطلانیؒ کے استاد ہیں، تخریج احادیث اختیار شرح مختار میں لکھا ہے: هٰذَا سَنَدٌ جَيِّدٌ۔ اور علامہ عابد سندیؒ نے طوالع الانوار میں لکھا ہے: رِجَالُهُ ثِقَاتٌ۔ اور علامہ محمد ابوالطیب مدنیؒ نے شرح ترمذی میں لکھا ہے: هٰذَا حَدِيْثٌ قَوِيٌّ مِنْ حَيْثُ السَّنَدِ.

مگر علامہ حیات سندیؒ نے رسالہ فتح الغفور میں لکھا ہے کہ "میری نظر سے جو نسخہ

مصنف کا گزرا اس میں یہ لفظ: "تَحتَ السُّرَّةِ" تھا ہی نہیں۔ عجب نہیں کہ جس نسخہ میں زیادت ہے، سہوِ کاتب سے اثرِ نخعیؒ کا ٹکڑا جو اس کے بعد ہے، مندرج ہو گیا ہو"۔

اس کا جواب یہ ہے کہ متعدد نسخوں میں یہ زیادت پائی جاتی ہے۔ مختلف علماءؒ نے اس کو نقل کیا ہے۔ ملا حیات سندیؒ کے شاگرد ملا قائم سندیؒ نے فوز الکرام میں لکھا ہے: "فهٰذه الزيادة في أكثر النسخ صحيحةٌ". اور یہ بھی لکھا: "ورأيته بعيني في نسخة صحيحة عليها الأمارات المصححة"

مؤلف کہتا ہے کہ مدینہ طیبہ کے قبۂ محمودیہ میں جو مشہور کتب خانہ ہے، اس میں بھی مصنف ابن ابی شیبہ کا نسخہ ہے، اس میں بھی یہ لفظ موجود ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ زیادت اکثر نسخوں میں موجود ہے۔ رہا بعض نسخوں میں نہ ہونا، اس کا باعث یہ ہے کہ مصنف کے نسخے مختلف الترتیب پائے جاتے ہیں۔ کسی نسخہ میں تلامذہ نے اس لفظ کو روایت ہی نہیں کیا یا سہوِ کاتب سے یہ لفظ رہ گیا۔ دو ایک لفظ کا چھوٹ جانا کچھ مستبعد نہیں۔ بہر کیف یہ لفظ مصنف ابن ابی شیبہ کے اکثر نسخوں میں ضرور ہے۔

(اَلدُّرَّةُ الْغُرَّةُ فِیْ وَضْعِ الْیَدَیْنِ عَلَی الصَّدْرِ وَتَحْتِ السُّرَّةِ، ص۲۴،۲۵ مؤلف: مولانا محمد ظہیر احسن شوق نیمویؒ المتوفی ۱۳۲۲ھ)

☆ حضرت مولانا محمد ظہیر احسن شوق نیمویؒ (المتوفی ۱۳۲۲ھ) نے بعینہٖ یہی عبارت اپنی کتاب آثار السنن کے حاشیہ "التعلیق الحسن" میں بھی ذکر فرمائی ہے۔ اس تعلیق میں پہلے علامہ نیمویؒ نے "تحت السرة" کے جملہ کی زیادت کو غیر محفوظ کہا تھا لیکن بعد کو تعلیق التعلیق میں اس سے رجوع کر لیا تھا اور یہ فرمایا:

قلت: هٰذا على ما حققناه قريباً. وأما على ما ذهب اليه الحافظ ابن حجرؒ في شرح النخبة، فتقبل هٰذه الزيادة ويقع الترجيح بينها وبين معارضها؛ لأن هٰذه الرواية أرفع سنداً من رواية: "على الصدر" ونحوه التي أخرجها ابن خزيمة والبزار.

(آثار السنن ص ۱۱۱ طبع مکتبۃ البشریٰ، کراچی ۱۴۳۲ھ)

ترجمہ: میں کہتا ہوں: پہلے میری تحقیق یہی تھی۔ اور جو حافظ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب: "شرح

نخبۃ الفکر" میں فرمایا ہے، اس کے لحاظ سے اس زیادت کو قبول کیا جائے گا۔ اور ان دونوں نسخوں اور اس کے معارض حدیثوں میں ترجیح کو اختیار کیا جائے گا؛ کیونکہ یہ روایت سند کے لحاظ سے ارفع اور اعلیٰ ہے، اس روایت سے جس میں "علی الصدر" یا اس جیسے الفاظ ہیں جن کو ابن خزیمہ اور بزار نے روایت کیا ہے۔

☆ اسی تحقیق کو حضرت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی (المتوفی ۱۳۹۴ھ) نے اپنی کتاب التعلیق الصبیح میں درج کیا ہے۔

(التعلیق الصبیح علی مشکوۃ المصابیح ج۱ص۴۷۶۔ المؤلف: مولانا محمد ادریس کاندھلوی، (المتوفی ۱۳۹۴ھ)۔ طبع مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ)

5.1.1.4: ۔حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی تھانویؒ کی تحقیق

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی تھانویؒ فرماتے ہیں:

تجھ پر یہ بات مخفی نہیں رہنی چاہیے کہ بعض متاخرین نے مصنف ابن ابی شیبہ کی اس حضرت وائل بن حجرؓ کی روایت میں "تَحتَ السُّرَّةِ" کے ثبوت میں کلام کیا ہے۔ جیسا کہ (غیر المقلدین کی شرح) "عون المعبود" میں ہے کہ علامہ حیات سندھیؒ نے کہا ہے کہ "تَحتَ السُّرَّةِ" کے ثبوت میں نظر ہے، بلکہ یہ غلطی ہے جس کا سبب سہو ہے۔ کیونکہ میں نے مصنف ابن ابی شیبہ کا نسخہ صحیحہ دیکھا ہے، جس میں یہ حدیث اسی سند اور انہی الفاظ کے ساتھ موجود ہے مگر اس میں "تَحتَ السُّرَّةِ" کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔ اور اس کو بھی ذکر کیا کہ اس میں اس حدیث کے بعد امام ابراہیم نخعیؒ کا اثر بھی موجود ہے۔ اس اثر کے الفاظ بھی اس حدیث کے الفاظ کے قریب ہی ہیں۔ اور اس اثر کے آخر میں الفاظ: "تَحتَ السُّرَّةِ" بھی موجود ہیں۔ ممکن ہے کہ کاتب کی نظر چوک کر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوگئی ہو۔ اور اس موقوف حدیث کے الفاظ مرفوع حدیث میں درج ہو گئے ہوں۔

جواب میں کہتا ہوں: اگر یہ الفاظ صرف ایک ہی نسخہ میں موجود ہوتے تو یہ بات امکان کی حد تک تسلیم کی جاسکتی تھی۔ لیکن جب میں نے ان الفاظ کو متعدد نسخوں میں لکھا ہوا پایا

ہے، تو پھر اس کے امکان کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا ہے کہ تمام نسخوں کے کاتبوں سے لکھتے وقت نظر چوک گئی ہو!! علامہ قائم سندھیؒ اپنی کتاب ''فوز الکرام'' میں فرماتے ہیں (جیسا کہ تعلیق الحسن ج ۱ ص ۷۰ میں ہے): یہ قول کہ یہ زیادت غلط ہے حالانکہ شیخ قاسم بن قطلو بغاؒ نے جزم و یقین کے ساتھ اس زیادت کو مصنف ابن ابی شیبہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ جب کہ میرا مشاہدہ بھی مصنف کے ایک نسخہ میں ہے۔ اس حدیث کا وجود اس نسخہ میں بھی ہے جو شیخ مفتی عبد القادرؒ کے مکتبہ ''خزانہ'' میں ہے، اس نسخہ میں یہ حدیث حضرت وائل بن حجر ﷺ اور ابراہیم نخعیؒ کا اثر دونوں ہیں۔ لہٰذا کاتب کی نظر کا چوک جانے والا قول کرنا انصاف کا نہیں ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس زیادت: ''تَحتَ السُّرَّةِ'' کو اپنی آنکھوں سے اس نسخہ صحیحہ میں دیکھا ہے جس میں تصحیح کرنے والوں کی علامات بھی تھیں۔ اور فرماتے ہیں: یہ زیادت: ''تَحتَ السُّرَّةِ'' کی مصنف کے اکثر صحیح نسخوں میں موجود ہے''۔

(اعلاء السنن ج ۲ ص ۱۹۹ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، ۱۴۲۷ھ)

5.1.1.5: حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کی تحقیق

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ ان نسخوں کا تعارف فرماتے ہیں:

(حضرت مخدوم شیخ محمد ہاشم سندھی ٹھٹھویؒ نے پہلے تین نسخوں کا ذکر فرمایا):

(۱) پہلا نسخہ شیخ قاسم بن قطلو بغاؒ کا ہے۔ انہوں نے خبر دی کہ میں نے خود نسخہ صحیحہ میں یہ لفظ دیکھا ہے۔ اور شیخ بالاتفاق عادل ہیں اور عادل کی خبر بالاتفاق واجب القبول ہے۔

(۲) شیخ محمد اکرم نصر پوریؒ کا نسخہ۔ شیخ محمد ہاشمؒ نے فرمایا کہ اس نسخہ میں میں نے خود ''تحت السرّۃ'' کا لفظ مشاہدہ کیا ہے۔

(۳) شیخ عبد القادرؒ مفتی مکہ معظّمہ کا نسخہ۔ اس میں بھی ''تحت السرّۃ'' کا لفظ میں نے دیکھا ہے۔

حضرت مخدوم شیخ محمد ہاشم سندھی ٹھٹھویؒ نے فرمایا: ایک نسخہ کا ثبوت خبرِ عادل سے ہے اور دو (۲) کا ثبوت میرے مشاہدہ سے ہے۔

(۴) شیخ محمد حیات سندھیؒ کے شاگردِ خاص ملا قائم سندھیؒ نے فوز الکرام میں لکھا ہے:
"فھٰذہ الزیادۃ فی أکثر نسخ الصحیحة. ورأیتُ بعینی فی نسخة صحیحة . علیھا الأمارات المصححة" (درالغرہ ص۲۴)۔

ترجمہ "تحت السرۃ کا لفظ اکثر صحیح نسخوں میں موجود ہے۔اور میں نے خود اپنی آنکھوں سے ایک صحیح نسخہ میں دیکھا ہے جس پر تصحیح کرنے والوں کے نشان بھی ہیں"۔

(۵) مدینہ منورہ میں قبہ محمودیہ میں جو مصنف ابن ابی شیبہ کا قلمی نسخہ ہے۔اس میں بھی "تحت السرۃ" کا لفظ موجود ہے (درالغرہ ص۲۴)۔

(۶) مولانا شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد صاحب عون المعبود کے پاس جو مصنف کا قلمی نسخہ تھا۔اس میں بھی تحت السرۃ کا لفظ ص ۲۶۶ پر موجود ہے۔اسی نسخہ کی نقل پیر جھنڈا کے پاس ہے۔اس میں بھی تحت السرۃ ہے۔اور اس نسخہ کی نقل مدینہ منورہ میں شیخ عابد سندھی کے کتب خانہ میں بھی موجود ہے۔اس میں بھی تحت السرۃ ہے۔ان کی فوٹوسٹیٹ مصنف مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان میں موجود ہے۔

الغرض ان نسخوں میں کوئی نسخہ مصر کا ہے،کوئی مکہ مکرمہ کا،کوئی مدینہ منورہ کا،کوئی سندھ کا،کوئی ہند کا۔سب نسخوں میں "تحت السرۃ" کا لفظ موجود ہے۔

(تجلیاتِ صفدر ج۴ ص ۶۳ تا ۶۴ طبع مکتبہ امدادیہ، ملتان)

5.1.1.6:۔غیر مقلدین کے علماء کرام کی تحقیقات

۱ مشہور غیر مقلد مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ فرماتے ہیں:

حَدِیثُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِیَ اللّٰہ عنه: روی بن أَبِی شَیْبَةَ فِی مُصَنَّفِهٖ: قَالَ: حَدَّثَنَا وَکِیعٌ عَنْ مُوسَی بْنِ عُمَیْرٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ أَبِیهِ قَالَ: رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَضَعُ یَمِینَهٗ عَلٰی شِمَالِهٖ تَحتَ السُّرَّةِ.

قَالَ الْحَافِظُ الْقَاسِمُ بْنُ قُطْلُوبُغَا فِی تَخْرِیجِ أَحَادِیثِ الاِخْتِیَارِ شَرحِ الْمُخْتَارِ: ھٰذَا سَنَدٌ جَیِّدٌ.

وَقَالَ الشَّيْخُ أَبُو الطَّيِّبِ الْمَدَنِيُّ فِي شَرْحِ التِّرْمِذِيِّ: هٰذَا حَدِيثٌ قَوِيٌّ مِنْ حَيْثُ السَّنَدِ.

وَقَالَ الشَّيْخُ عَابِدٌ السِّنْدِيُّ فِي طَوَالِعِ الْأَنْوَارِ: رِجَالُهُ ثِقَاتٌ.

قُلْتُ: إِسْنَادُ هٰذَا الْحَدِيثِ وَإِنْ كَانَ جَيِّدًا لٰكِنْ فِي ثُبُوتِ لَفْظِ تَحْتَ السُّرَّةِ فِي هٰذَا الحديث نظرا قويا.

(تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی، ج۲ص۷۵. المؤلف: أبو العلا محمد عبد الرحمن بن عبد الرحیم المبارکفوری (المتوفی ۱۳۵۳ھ).
الناشر: دار الکتب العلمیة، بیروت)

ترجمہ حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ نے تخریج احادیث اختیار شرح مختار میں لکھا ہے: هٰذَا سَنَدٌ جَيِّدٌ۔ اور علامہ عابد سندیؒ نے طوالع الانوار میں لکھا ہے: رِجَالُهُ ثِقَاتٌ ۔ اور علامہ محمد ابوالطیب مدنیؒ نے شرح ترمذی میں لکھا ہے: هٰذَا حَدِيثٌ قَوِيٌّ مِنْ حَيْثُ السَّنَدِ.

میں (مبارک پوری) کہتا ہوں: اس حدیث کی سند اگرچہ جید ہے، لیکن ''تحت السرۃ'' کے لفظ میں نظر ہے۔

تنبیہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ فرماتے ہیں:

جب سند جید ہے تو ''فیہ نظر'' کہنے اور نہ ماننے کا کیا جواز ہے؟!!

(خزائن السنن ص ۳۳۶ ناشر مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ ۲۰۰۹ء)

۲ غیر مقلدین کے محدث علامہ وحید الزمانؒ نے بھی مؤطا امام مالکؒ کے ترجمہ میں اس کو ابن ابی شیبہ کی روایت بتایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

اور ابن ابی شیبہؒ نے حضرت وائل بن حجرؓ سے مرفوعاً ''تَحْتَ السُّرَّةِ'' نقل کیا ہے۔ (مؤطا امام مالک مترجم از علامہ وحید الزمانؒ ص ۱۳۷ طبع اسلامی اکادمی، لاہور)

۳ غیر مقلد مولانا عبد الرؤف بن عبد الحنان سندھو نے بھی اپنی کتاب ''صلوۃ الرسول'' کی تخریج میں اس کا اعتراف کیا ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ روایت موجود ہے:

''مصنف ابن ابی شیبہ کے کسی نسخہ میں حدیثِ وائل بن حجرؓ کے ایک طریق میں

''تحتَ السُّرَّةِ'' کے الفاظ ہیں اور اس کی سند صحیح ہے۔ احناف میں سے بعض نے زیرِ ناف ہاتھ رکھنے پر اس سے دلیل لی ہے''۔

(صلوٰۃ الرسول مع تخریج و تعلیق ص ۲۳۰۔ از مولانا عبدالرؤف بن عبدالحنان سندھو)

5.2: کیا مصنف ابن ابی شیبہ میں تحریف ہوئی ہے؟!!

عرصہ دراز سے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ والی حدیث زیرِ بحث رہی ہے۔ طرفین کی جانب سے اس حدیث میں ''تحتَ السُّرَّةِ'' کے الفاظ پر اپنے تحفظات اور ثبوت کا اظہار کیا جاتا رہا ہے۔ اس حدیث میں ''تحتَ السُّرَّةِ'' کے الفاظ کا ذکر محدث قاسم بن قطلو بغاؒ نے اپنی کتاب تخریج الاحادیث الاختیار (قلمی ص ۲۷/ب نسخہ مکتبہ فیض اللہ استنبول، ترکی برقم: ۲۹۲) میں کیا اور ایسے نسخہ پر انتباہ کیا ہے جس میں ''تحتَ السُّرَّةِ'' کے الفاظ موجود تھے۔ مگر کچھ عرصہ سے غیر مقلدین حضرات کا مطالبہ تھا کہ ایسا نسخہ بتائیں جس میں ''تحتَ السُّرَّةِ'' کے الفاظ موجود ہوں۔ کچھ عرصہ قبل ۱۴۲۸ھ بمطابق ۲۰۰۷ء میں مصنف ابن ابی شیبہ کا محقق نسخہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی سے شیخ محمد عوامہ مدظلہ العالی کی تحقیق سے شائع ہوا۔ جس میں شیخ محمد عوامہ مدظلہ نے مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۳ ص ۳۲۰) میں ایسے نسخہ پر مطلع کیا، جس میں ''تحتَ السُّرَّةِ'' کے الفاظ صریحاً ثابت تھے۔ مگر حقیقت ماننے کی بجائے غیر مقلدین حضرات نے اس حدیث اور مصنف ابن ابی شیبہ کے قلمی نسخوں پر اعتراضات کرنے شروع کر دیئے۔ اور انہی اعتراضات میں جناب ارشاد الحق اثری صاحب کا مضمون ''المصنف لابن ابی شیبہ میں تحریف: شیخ محمد عوامہ کی جسارت'' جو رسالہ الاعتصام، لاہور، جلد ۵۹، شمارہ ۱، جنوری ۲۰۰۷ء میں شائع ہوا۔

ارشاد الحق اثری صاحب نے اپنے مضمون میں حقیقت پسندی کی بجائے شیخ محمد عوامہ مدظلہ پر کافی برہمی کا اظہار کیا۔ میں نے ارشاد الحق اثری صاحب کا مضمون کافی غور سے پڑھا اور شیخ محمد عوامہ مدظلہ کی تحریر کا بھی نہایت گہرائی سے مطالعہ کیا مگر تقابلی جائزہ کے بعد جس نتیجہ پر پہنچا، یہ تحریر اس کا واضح ثبوت ہے۔ شیخ محمد عوامہ مدظلہ کی مفصل تحریر اسی باب کے 5.1.1.1 میں

بیان کردی گئی ہے، جو اس بارے میں کافی وشافی ہے۔ شیخ محمد عوامہ مدظلہ کی یہ تحریر مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۳ ص ۳۲۰ تا ۳۲۲، حاشیہ رقم الحدیث: ۳۹۵۹) میں مذکور ہے۔ شیخ عوامہ مدظلہ کی مفصل تحریر بمع ترجمہ بیان کردی گئی ہے۔ اس میں غیر مقلدین کے تمام اعتراضات اور شکوک وشبہات کا کافی وشافی جواب ہے، جو اہل علم کے لیے نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔

جناب ارشادالحق اثری غیر مقلد کے مضمون کا انحصار زیادہ تر علامہ حیات سندھیؒ کی کتاب ''فتح الغفور فی تحقیق وضع الیدین علی الصدور'' اور علامہ حیات سندھی کا رسالہ ''درة فی اظهار غش نقد الصرة'' پر ہی ہے۔ ان کتابوں میں کیے گئے سوالوں کا جواب علامہ محمد ہاشم سندھیؒ اور علامہ حیات سندھیؒ کے شاگرد علامہ قائم سندھیؒ اپنی کتاب ''فوز الکرام'' میں دے چکے ہیں۔ اس مضمون میں شیخ محمد عوامہ مدظلہ پر جو اعتراض وارد کیے گئے ہیں میری کوشش ہوگی کہ ان کا تفصیلی جائزہ تحقیق کی روشنی میں لیا جائے۔

شیخ محمد عوامہ مدظلہ نے مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۳ ص ۳۲۰ رقم: ۳۹۵۹) میں حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث میں ''تَحتَ السُّرَّةِ'' کے الفاظ علامہ عابد سندھیؒ اور علامہ مرتضی زبیدیؒ کے نسخوں سے نقل کیے ہیں۔ شیخ محمد عوامہ مدظلہ لکھتے ہیں۔ " تحت السرة زيادة ثابتة فی ت ، ع كمايرى القارى الكريم صورتهما فی مقدمة هذا المجلد" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۲۰، رقم: ۳۹۵۹)۔ شیخ محمد عوامہ مدظلہ "تحت السرة" کے ثابت ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں: فهاتان نسختان ثبت فيهما ''تَحتَ السُّرَّةِ''۔

شیخ محمد عوامہ نے ''تَحتَ السُّرَّةِ'' کے الفاظ ثابت ہونے پر مزید تین (۳) نسخوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ ان نسخوں کے نام یہ ہیں:

۱ نسخہ علامہ قاسم بن قطلو بغاؒ

۲ نسخہ علامہ عبدالقادرؒ

۳ نسخہ علامہ محمد اکرم سندھیؒ

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۲۱ تحقیق وتخریج شیخ محمد عوامہ مدظلہ)

مگر اس پر ارشاد الحق اثری صاحب نے متعدد اعتراضات کیے ہیں، ان کا تفصیلی جائزہ پیش خدمت ہے۔

5.2.1:۔اعتراض نمبر 1 اور اس کا جواب

ارشاد الحق اثری صاحب اپنے مضمون ص ۱۳ پر لکھتے ہیں:

''شیخ محمد عوامہ کے اشارہ کے مطابق ہم نے ان دونوں کا عکس بھی دیکھا اور ان دونوں نسخوں کا جو تعارف انھوں نے المصنف کے نسخوں کی تفصیل کے ضمن میں پیش کیا اسے بھی دیکھا لیکن انہی کی تفصیلات کے مطابق ''تَحتَ السُّرَّةِ'' کا یہاں اضافہ صحیح نہیں کیونکہ شیخ محمد عابد سندھیؒ مرحوم کے نسخہ کے متعلق خود شیخ محمد عوامہ نے وضاحت کردی ہے: ''**هي نسخة للاستئناس لا للاعتماد عليها**'' یعنی کہ ''یہ نسخہ مانوس ہونے کے لیے ہے۔ اس پر اعتماد کے طور پر نہیں''۔ لہٰذا جب اس نسخہ کی یہ غیر یقینی پوزیشن خود انھوں نے بیان کردی تو اس پر اعتماد محض مسلکی حمایت کا شاخسانہ نہیں تو اور کیا ہے؟''

جواب:۔ جناب ارشاد الحق اثری صاحب کا علامہ عابد سندھیؒ محدث **مدینة المنوره** کے نسخہ پر شیخ محمد عوامہ مدظلہ کے حوالے سے اعتراض غلط ہے۔ کیونکہ کسی بھی محقق کی تحقیق کا صحیح جائزہ اس کے منہج اور طریقہ کار سے ہی ہوتا ہے۔ ارشاد الحق صاحب کو شیخ محمد عوامہ مدظلہ کے طریقہ کار اور منہج کا ادراک نہیں ہے۔ لہٰذا ان کا شیخ محمد عوامہ مدظلہ پر اعتراض مناسب نہیں ہے۔

5.2.1.1:۔شیخ محمد عوامہ مدظلہ کا موقف

شیخ محمد عوامہ مدظلہ نے مصنف ابن ابی شیبہ کی تحقیق چودہ (۱۴) قلمی نسخوں سے کی ہے اور ان تمام قلمی نسخوں کے بارے میں شیخ محمد عوامہ مدظلہ کیا رائے رکھتے ہیں؟ اس رائے کو ارشاد الحق اثری صاحب نظر انداز کر رہے ہیں۔

شیخ محمد عوامہ ان تمام چودہ (۱۴) قلمی نسخوں کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''**بحيث ان مجموعها يورث طمأنينة تامة لصحة نصّ الكتاب وتمامه**

إن شاء اللّٰه تعالیٰ. أما کل نسخة منها علی انفراد فلا.“

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۷ تحقیق شیخ محمد عوامہ مدظلہ)

ترجمہ مصنف ابن ابی شیبہ کے مجموعہ سے اس کی صحت کے بارے میں اطمینان ہوتا ہے اور کوئی ایسا نسخہ نہیں جس پر انفرادی طور پر اعتماد کیا جا سکے۔

شیخ محمد عوامہ مدظلہ کی اس تحریر سے واضح ہو گیا کہ ان کا مذکورہ اعتراض صرف علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ پر ہی نہیں بلکہ باقی تمام قلمی نسخوں پر بھی ہے۔ لہٰذا ارشاد الحق اثری صاحب کا صرف علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ پر شیخ محمد عوامہ مدظلہ کے حوالے سے اعتراض اور اس پر اعتماد نہ کرنا دلائل کی روشنی میں غلط ہے۔ اگر انکار کرنا ہے تو تمام مجموعہ کو ناقابلِ اعتبار ٹھہرائیں۔

5.2.1.2:۔ شیخ محمد عوامہ مدظلہ کا منہج و طریقہ کار

شیخ محمد عوامہ مدظلہ کا چودہ (۱۴) قلمی نسخوں میں کسی ایک نسخہ پر کامل طور پر اعتماد کیوں نہیں ہے؟ اس کی وجہ بھی شیخ محمد عوامہ مدظلہ خود لکھتے ہیں:

”فقد تقدم وصفي للنسخ الخطية التي يسر اللّٰه تعالیٰ لي الوقوف عليها، وتقدم أني لم أقف علی نسخا - أو نسخة - يمكنني أن أجعلها أصلاً أصيلاً“. (مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۵۱ تحقیق شیخ محمد عوامہ)

ترجمہ میں نے قلمی نسخوں کے وصف بتائے، جن پر مطلع ہو سکا۔ مگر میں کسی ایک نسخہ (مصنف ابن ابی شیبہ) پر مطلع نہ ہو سکا جس پر نسخۂ اصل کا اطمینان ہو سکے۔

شیخ محمد عوامہ مدظلہ کی اس وضاحت سے یہ بات بالکل عیاں ہو گئی کہ ان کا علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ سمیت کسی نسخہ پر انفرادی طور پر اعتماد نہیں، کیونکہ ان نسخوں میں کوئی نسخہ اُم یا نسخہ اصل نہیں ہے۔ (نسخہ اصل یا نسخہ اُم اس نسخے کو کہتے ہیں جو صاحب مصنف یا صاحب کتاب کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہو یا اس کے سامنے قرأت کی گئی ہو)۔ ہر محقق کا اپنا تحقیقی انداز اور منہج ہوتا ہے۔ شیخ محمد عوامہ مدظلہ کی مصنف ابن ابی شیبہ کی تحقیق کے علاوہ دوسری کتب پر تحقیق مثلاً سنن ابی داوٗد، الکاشف امام ذہبی، تقریب التہذیب اور نصب الرایہ امام زیلعیؒ کے مطالعے سے واضح ہوتا

ہے کہ ان کی کوشش ہمیشہ نسخہ اصل پر تحقیق کی ہوتی ہے۔ اس طرح کے تحقیقی ذوق کے مطابق محقق کو مصنف ابن ابی شیبہ کا ایسا کوئی قلمی نسخہ دستیاب نہ ہوسکا جو صاحب کتاب کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہو۔ (یا کتاب اس کے سامنے قرات کی گئی ہو)۔ لہٰذا ان کا ان نسخوں پر اعتماد نہ ہونا، ان کے تحقیقی مزاج کا آئینہ دار ہے۔ ارشاد الحق اثری صاحب کو صرف علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ کو نا قابل اعتماد کہنا صحیح نہیں ہے۔ اگر اعتراض کرنا ہے تو مصنف ابن ابی شیبہ کے مکمل مجموعے پر کیجیے۔ کیونکہ ان تمام نسخوں میں وہی علت موجود ہے جس کو شیخ محمد عوامہ مدظلہ العالی نے بیان کیا ہے اور وہ شرائط موجود نہیں جو ارشاد الحق اثری صاحب بیان کر رہے ہیں۔

نکتہ تحقیق کے میدان میں کسی ایک شخص کی تحقیق کو کامل کہنا اور اس پر کلیتاً اعتبار بھی غلط ہے۔ تحقیق میں ہمیشہ جانبین کے دلائل اور ثبوت کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

5.2.1.3: محدث عابد سندھیؒ کے نسخے کی اہمیت

شیخ عابد سندھیؒ کے نسخے کی اہمیت کیا ہے؟ اس کا اندازہ دیگر محققین کی تحقیق سے بخوبی ہوتا ہے۔ شیخ عابد سندھیؒ کے نزدیک بھی اس نسخہ کی حیثیت مسلمہ ہے۔

شیخ محمد عابد سندھیؒ نے اس نسخہ سے اپنی دیگر کتابوں میں بھی استدلال کیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ علامہ عابد سندھیؒ کے نزدیک بھی اس نسخہ کی بڑی اہمیت تھی۔ علامہ عابد سندھیؒ اپنی معرکۃ الآراء کتاب "طوالع الانوار علی الدر المختار" میں اس حدیث کے بارے لکھتے ہیں۔

"حدثنا وكيع عن موسى بن عمير عن علقمة بن وائل عن ابيه قال: رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يضع يمينه على شماله في الصلاة تحت السرة ورجاله كلهم ثقات أثبات".

(طوالع الانوار ۱/۶۲۰، قلمی نسخہ الازہریہ)

جب صاحبِ نسخہ کو اس پر اعتماد ہے، تو اس پر کسی کا بھی اعتراض قابل سماعت نہیں ہوسکتا چاہے وہ کتنا ہی بڑا محقق کیوں نہ ہو۔ کیونکہ نسخہ کے بارے میں جتنا علم صاحبِ نسخہ کو ہوتا ہے،

دوسروں کو اتنا علم نہیں ہوتا۔ اصول ہے کہ جاننے والے کو نہ جاننے والے پر فوقیت ہوتی ہے۔

نوٹ:۔ علامہ عابد سندھیؒ نے مصنف ابن ابی شیبہ کی کتابت ۱۲۲۹ھ میں کروائی جب کہ انہوں نے اپنی دوسری کتاب طوالع الانوار کی تالیف ۱۲۴۳ھ میں شروع کی اور ۱۲۵۱ھ میں مکمل ہوئی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ طوالع الانوار محدث علامہ عابد سندھیؒ کی متاخر کتابوں سے ہے اور اس کی کتابت اور تالیف مصنف ابن ابی شیبہ کی کتابت کے بعد ہوئی ہے۔ شیخ محمد عابد سندھیؒ کا اپنی متاخر کتاب طوالع الانوار میں اس حدیث کو مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے نقل کرنا مصنف ابن ابی شیبہ کے اس نسخہ کی اہمیت مزید مسلّم کر دیتی ہے۔

نکتہ:۔ علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ پر اعتماد مفید ہے کیونکہ علامہ عابد سندھیؒ احادیث کے نسخوں کی کتابت انتہائی محدثانہ طریق پر کرواتے تھے۔ جس کا اندازہ ان کی صحاح ستہ کی کتابوں کا ایک جلد میں نقل کرنا اور ان نسخوں کا تقابل کرنا شامل ہے۔ علامہ عابد سندھیؒ نے اپنے لیے صحاح ستہ (جس میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد اور موطاء امام مالک) کو ایک جلد میں نقل کیا اور اس جلد کے کل ۵۷۵ لوحات ہیں۔ اس جلد میں انہوں نے جو تقابل کیا وہ حسبِ ذیل ہے۔
اس نسخہ کی کتابت ۱۱ رمضان ۱۲۲۱ھ کو مکمل ہوئی۔

۱۔ شیخ عابد سندھیؒ نے موطا امام مالک کا تقابل ۲۲ رمضان ۱۲۲۱ھ کو مکمل کیا۔
۲۔ صحیح مسلم کا آخری نصف ۲۴ شوال ۱۲۲۱ھ میں تقابل مکمل کیا۔
۳۔ صحیح نسائی کا تقابل ۱۰ ذوالقعدہ ۱۲۲۱ھ کو مکمل کیا۔
۴۔ جامع ترمذی کا تقابل ۱۵ ذوالحجہ ۱۲۲۱ھ کو مکمل کیا۔
۵۔ سنن ابی داؤد کا تقابل صفر ۱۲۲۲ھ کو مکمل کیا۔
۶۔ صحیح مسلم کا پہلا نصف ۱۲ ربیع الاول ۱۲۲۲ھ کو مکمل کیا۔
۷۔ صحیح بخاری کا تقابل ۴ ربیع الثانی ۱۲۲۲ھ کو مکمل کیا۔

اس طرح اس مجموعہ کا تقابل ۱۱ رمضان المبارک ۱۲۲۱ھ کو شروع ہوا اور ۴ ربیع الثانی ۱۲۲۲ھ کو مکمل ہوا۔ علامہ عابد سندھیؒ کے اس محدثانہ طریق اور نسخوں کے تقابل کا احتیاط یہ ثابت کرتا ہے کہ ان کے مصنف ابن ابی شیبہ کے نسخہ پر بھی مکمل طور پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ اس پر کسی

قسم کا اعتراض فضول اور باطل ہے۔

5.2.1.4: ۔رشداللہ شاہ راشدی صاحب کا نسخہ علامہ عابد سندھیؒ پر اعتماد

غیر مقلدین کے مسلّمہ اکابر علامہ سید رشد اللہ شاہ راشدی صاحب بھی علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ (مصنف ابن ابی شیبہ) کے قابل اعتماد ہونے کے قائل ہیں۔لہٰذا پیر محبّ اللہ شاہ راشدی کی لائبریری میں مصنف ابن ابی شیبہ کا جو نسخہ اب بھی موجود ہے اور غیر مقلدین حضرات اپنی تحریروں اور مناظروں میں اس مخطوطے کو بڑی شان سے پیش کرتے ہیں۔علامہ رشداللہ شاہ راشدی صاحب اس مصنف ابن ابی شیبہ کے نسخہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”وعليه نسختي للمصنف المنقولة من نسخة المصنف للشيخ محمد عابد سندهي الموجود في مكتبة المحموديه الواقعة في المدينة المنوره“(درج الدرر في الايدى على الصدر،ص۶۲قلمی)

ترجمہ یہ نسخہ شیخ محمد عابد سندھی کے نسخہ سے نقل کیا گیا۔ان کا نسخہ اس وقت بھی مکتبہ محمودیہ مدینہ منورۃ میں موجود ہے۔

جب مکتبہ راشدیہ میں موجود قلمی نسخہ کو صاحبِ نسخہ رشد اللہ شاہ راشدیؒ صاحب نے علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ سے نقل کیا اور اس پر کلیتاً اعتماد کیا۔تو پھر موجودہ غیر مقلدین حضرات خصوصاً ارشاد الحق اثری صاحب کا علامہ عابد سندھیؒ کے نسخے پر اعتماد کیوں نہیں؟!! غیر مقلدین حضرات کے مسلمہ اکابر علامہ رشد اللہ شاہ راشدی صاحب محدث علامہ عابد سندھیؒ کے دور کے قریب کی شخصیت ہیں اور ان کو علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ کی اہمیت کے بارے میں آج کل کے محققین سے زیادہ علم ہوگا۔معلوم ہوا کہ علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ پر اعتماد ان کے اکابر کو بھی ہے۔ لہٰذا اس کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ہے۔اگر انکار کرنا ہے تو پھر مکتبہ راشدیہ سندھ کے مخطوطہ کا انکار کیجئے (کیونکہ یہ نسخہ علامہ عابد سندھیؒ کے نسخے سے نقل کیا ہوا ہے۔جب اصل صحیح نہیں تو نقل کیسے صحیح ہوسکتی ہے؟)۔حالانکہ اب تک ارشاد الحق اثری صاحب اور دیگر غیر مقلدین حضرات

اس نسخہ کا دفاع کرتے ہیں۔لہٰذا اثری صاحب کا اعتراض غلط ہے۔

5.2.1.5:۔عرب محققین کا اعتراض اوراس کا جواب

علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ پر عرب محققین حمد بن عبداللہ الجمعۃ اور محمد بن ابراہیم اللحیدان نے اس نسخہ کے بارے میں لکھا ہے:"وھی نسخة کاملة ولا بأس بها" یعنی یہ نسخہ کامل ہےاوراس میں کوئی حرج نہیں ہے(مصنف ابن ابی شیبہ، تحقیق حمد بن عبداللہ الجمعۃ ج ا ص ۳۶۸ مکتبہ الرشد طبع ۲۰۰۶ء)۔مگراس کے بعد لکھتے ہیں:لو لا ما فیها من التصحیفات و السقط الکثیر الذی یعادل عدۃ أسانید فی مکان الواحد. یعنی اگراس میں جو تصحیفات ہیں وہ نہ ہوتیں اور بعض اوقات سقط کثیر نہ ہوتا جو کئی سندوں کوایک مکان پر ملا دیتا ہے۔

جواب:۔ رہی بات عرب محققین حمد بن عبداللہ اور محمد بن ابراہیم کے اعتراض کی تو اس اعتراض کی بنیاد صرف اور صرف تعصب پر مبنی ہے۔کیونکہ عرب محققین حمد بن عبداللہ اور محمد بن ابراہیم نے ج ا ص ۳۶۸ کے حاشیہ میں علامہ عابد سندھیؒ کو نواب صدیق حسن خان غیر مقلد کے حوالے سے متعصب حنفی لکھا ہے، جوان محققین کی نیت کو واضح کر دیتا ہے اور اس تعصب کی وجہ سے ان کے اعتراض کو مشکوک کر دیتا ہے جس کے بعد ان کے اعتراض کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔جب مکتبہ محمودیہ کے عابد سندھیؒ کا نسخہ غیر مقلدین کے اکابر جناب رشد اللہ شاہ راشدی صاحب کو مسلم ہے، تو ارشاد الحق اثری صاحب اس کو ماننے سے انکار کیوں کرتے ہیں؟ اُمید ہے کہ اثری صاحب ان اکابرین اور محققین کی تحقیق سے انکار نہیں کریں گے اور اپنے قول سے رجوع کریں گے۔

5.2.2:۔اعتراض نمبر2اوراس کا جواب

اثری صاحب اپنے تنقیدی مضمون ص ۱۳ پر اعتراض کرتے ہیں۔"یہ نسخہ قابل اعتماد کیوں نہیں؟اس کا اشارہ بھی شیخ محمد عوامہ نے خود کر دیا کہ"لیست بخطه" یہ شیخ محمد عابد سندھی کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہیں بلکہ انھوں نے اسے محسن بن محسن الزراقی سے ۱۲۲۹ھ میں لکھوایا تھا۔شیخ

سندھیؒ نے اس کی ابتداء میں صرف اس کے ابواب کی فہرست لکھی ہے۔ اس نسخہ کا تقابل اصل نسخہ سے ہوا؟ اور جس اصل سے شیخ سندھیؒ کے لیے نقل کیا اس کی استنادی پوزیشن کیا ہے؟ یہ تفصیل بھی شیخ محمد عوامہ نے نہیں لکھی''۔

جواب:۔ ارشاد الحق اثری صاحب جو اعتراض اس نسخہ پر کر رہے ہیں شاید انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ اعتراض کر کیا رہے ہیں؟ صرف مسلکی تفاوت میں اعتراض پر اعتراض کرنا کوئی تحقیقی کام نہیں ہے۔ ارشاد الحق اثری صاحب نے علامہ عابد سندھیؒ کے قلمی نسخہ کا بغور مطالعہ نہیں فرمایا۔ علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ میں ہر حدیث اور اثر کے بعد ایک گول دائرہ ہے اور ہر گول دائرہ میں نقطہ لگا ہوا ہے۔ اس طریقہ کار سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ کا تقابل دوسرے اصل نسخہ سے ہوا ہے۔ جس سے اس نسخہ کی محدثانہ اہمیت کا اندازہ با آسانی لگایا جا سکتا ہے۔ تقابلی نسخے کی اہمیت کے بارے میں حافظ ابن کثیرؒ کی کتاب اختصار علوم احدیث (ص ۱۳۰) اور خطیب بغدادی کی کتاب الجامع فی الاخلاق وآداب السامع (ج ۱ ص ۲۷۳) کا مطالعہ مفید ہے۔

☆ کسی نسخے کا صاحب نسخہ کے ہاتھ سے نہ لکھا جانا کوئی قابل التفات اعتراض نہیں ہے۔

☆ رہا ارشاد الحق اثری صاحب کا یہ اعتراض کہ جس اصل سے شیخ سندھیؒ کے لیے نقل کیا اس کی استنادی پوزیشن کیا ہے؟ یہ اعتراض بھی مکمل نا آگاہی پر مشتمل ہے۔ ارشاد الحق اثری صاحب کو شاید یہ معلوم نہیں کہ مصنف ابن ابی شیبہ کے کسی بھی ایک نسخہ میں یہ شرائط موجود نہیں ہیں اور میسر نسخوں میں کسی نسخے کی استنادی پوزیشن معلوم نہیں ہے۔ اثری صاحب کو صرف علامہ عابد سندھیؒ کے نسخے پر اعتراض کیوں؟ کیا یہ مسلکی حمایت کا شاخسانہ نہیں؟ کیا یہ علمی بددیانتی نہیں کہ محقق کے مکمل اصولوں سے صرف نظر کیا جائے اور صرف اپنے مطلب کا اصول سامنے لایا جائے۔ شیخ محمد عوامہ مدظلہ سے کئی سو سال پہلے علماء احناف (محدث قاسم بن قطلو بغاؒ، علامہ ہاشم سندھیؒ، علامہ قائم سندھیؒ اور علامہ عابد سندھیؒ) نے ان نسخوں کی جانب توجہ مبذول کروائی ہے۔ لہٰذا احناف کا دعویٰ صرف شیخ محمد عوامہ مدظلہ کی تحقیق پر ہی مبنی نہیں بلکہ بہت سارے دیگر دلائل اور نسخوں کی بنیاد پر ہے۔

5.2.3:۔اعتراض نمبر 3 اور اس کا جواب

ارشادالحق اثری صاحب اپنے تنقیدی مضمون ص ۱۳ پر لکھتے ہیں۔

''رہا دوسرا نسخہ جو شیخ محمد مرتضیٰ الزبیدی حنفیؒ کا ہے۔اس نسخہ کے بارے میں بھی فرمایا گیا ہے کہ'' **والاعتماد علیھا مفید** ''اس پر اعتماد مفید ہے۔گویا اس پر بھی اعتماد یقینی نہیں۔اعتماد کی گنجائش ہے''۔

جواب:۔ ارشادالحق اثری صاحب کا یہ اعتراض بھی دلائل کی روشنی میں صحیح نہیں ہے۔ہم پہلے کافی تفصیل سے یہ بیان کر چکے ہیں کہ شیخ محمد عوامہ مدظلہ نے دو (۲) مقامات پر اس بات کی وضاحت کی ہے کہ انہیں انفرادی طور پر کسی نسخے پر اعتماد نہیں ہے۔کیونکہ ان نسخوں میں کوئی نسخہ اصل نہیں ہے۔جب ایک محقق نے کتاب کی تحقیق کی ابتداء میں یہ وضاحت کر دی ہے کہ اسے کسی بھی نسخہ پر اعتماد نہیں ہے۔پھر اس کی بے عمل تحریر پر پورے مضمون کا دارومدار رکھنا علمی میدان میں کوئی وزن نہیں رکھتا ہے۔ارشادالحق اثری صاحب نے اپنے مضمون کا دارومدار شیخ محمد عوامہ مدظلہ کی تحریر کی جزئیات پر رکھا ہے۔یہاں پر یہ بیان کرنا مناسب ہوگا کہ علامہ مرتضیٰ زبیدیؒ کا نسخہ میسر قلمی نسخوں میں قدیم نسخہ شمار ہوتا ہے۔جس کی تفصیل آگے 5.2.5 میں بیان کر دی گئی ہے۔علامہ مرتضیٰ زبیدیؒ کا نسخہ اصل نسخہ سے تقابل شدہ نسخہ ہے اور اگر کسی مقام پر کوئی غلطی تھی تو اس کی اصلاح حاشیہ میں بھی کر دی گئی تھی۔

(دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۶۲ تحقیق حمد بن عبداللہ)

علامہ مرتضیٰ زبیدیؒ کے قلمی نسخہ میں بھی'' تَحتَ السُّرَةِ '' کے الفاظ موجود ہیں۔

جس سے دعویٰ کو مزید تقویت اور مضبوطی حاصل ہوتی ہے۔

5.2.4:۔اعتراض نمبر 4 اور اس کا جواب

ارشادالحق اثری صاحب اپنے مضمون ص ۱۶ پر لکھتے ہیں۔

''مگر اس نسخہ (شیخ مرتضٰی زبیدیؒ) میں بھی وہی نقص ہے جس کی طرف علامہ محمد حیات سندھیؒ نے فتح الغفور میں اشارہ کیا ہے...... کاتب کی صرف نظر سے اثر نخعیؒ میں ''تَحْتَ السُّرَّةِ'' کے الفاظ مرفوع روایت کے ساتھ لکھ دیے گئے ہیں اور درمیان میں اثر کے الفاظ مع سند ساقط ہو گئے ہیں''۔

جواب:۔ ارشاد الحق اثری صاحب کا یہ اعتراض بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ اعتراض صرف احتمال پر مبنی ہے۔

علامہ حیات سندھیؒ کے شاگردِ عزیز اور تلمیذِ علامہ قائم سندھیؒ اپنی کتاب فوز الکرام میں لکھتے ہیں۔ ''أو سهو من الكاتب'' (فوز الكرام قلمي، ص ۴۶).

علامہ قائم سندھی اثر نخعیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ کاتب کی غلطی ہے۔ مگر وہ اس کے قائل نہیں کہ تحت السرۃ کے لفظ مرفوع روایت کے ساتھ لکھ دیئے گئے ہیں۔ علامہ قائم سندھیؒ نے فوز الکرام (قلمی ص ۴۶) پر یہ وضاحت کی ہے کہ مرفوع روایت کے ساتھ ''تَحْتَ السُّرَّةِ'' کے الفاظ ثابت ہیں۔ مگر اثر نخعیؒ مع ''تَحْتَ السُّرَّةِ'' کے الفاظ شاید کاتب کی غلطی سے رہ گئے۔ لہٰذا انہوں نے علامہ حیات سندھیؒ کے اس احتمال (کہ ''تَحْتَ السُّرَّةِ'' کے الفاظ اثر نخعیؒ سے ہٹ کر مرفوع حدیث کے ساتھ لکھ دیے گئے) کی نفی اور رد کیا ہے۔

جب علامہ حیات سندھیؒ کے شاگرد علامہ قائم سندھیؒ نے اس اعتراض کا جواب کئی سو سال پہلے دے دیا تھا تو ارشاد الحق اثری صاحب کا اس اعتراض کو دوبارہ نقل کرنا صحیح نہیں ہے۔ علامہ قائم سندھیؒ کے اس جواب کا دارومدار دلائل پر مبنی ہے۔ کیونکہ علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ میں مرفوع اور اثر نخعیؒ دونوں کے ساتھ ''تَحْتَ السُّرَّةِ'' کے الفاظ موجود ہیں۔ جس سے علامہ قائم سندھیؒ کے جواب کو تقویت حاصل ہوتی ہے (کہ اثر نخعی مع ''تَحْتَ السُّرَّةِ'' کے لفظ کے ساتھ شاید کاتب کی غلطی سے رہ گیا ہے)۔ لہٰذا صرف اثر نخعیؒ کے ساقط ہونے سے پورے کا پورا نسخہ ناقابل اعتبار کیسے ہو سکتا ہے؟!!

5.2.5:۔اعتراض نمبر 5اور اس کا جواب

اثری صاحب اپنے مضمون ص ۱۷ پر لکھتے ہیں۔

''ہم حیران ہیں کہ جس نسخہ کو شیخ محمد عوامہ نے خود ناقابل اعتماد قرار دیا اس پر اعتماد کیسا؟ اور اس کے مقابلے میں جن چار نسخوں میں زیادت نہیں ان پر عدم اعتماد کیوں کر۔؟ حالانکہ ان نسخوں میں ایک نسخہ وہ ہے جس کے بارے میں خود شیخ محمد عوامہ مدظلہ نے فرمایا ہے۔**ھی أقدم نسخة وقفت علیھا**۔کہ یہ نسخہ بھی اصل سے مقابلہ شدہ ہے جس کی علامت انہوں نے ''خ'' دی ہے۔اس سب سے صحیح اور قدیم نسخہ پر اعتماد کیوں نہیں؟ تین مزید نسخوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ان چار نسخوں پر اعتماد نہ ہو جسے خود **لا للاعتماد علیھا** کہہ کر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔اس پر اعتماد کو پھر مذہبی طبیعت کا شاخسانہ نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے؟''

جواب:۔اثری صاحب ایک بات کو بنیاد بنا کر پورا مضمون تشکیل دے رہے ہیں جو میرے مطابق صحیح نہیں ہے۔متعدد بار اثری صاحب نے اس بات کا اعادہ کیا ہے کہ شیخ محمد عوامہ مدظلہ کو ان نسخوں (علامہ عابد سندھیؒ اور شیخ مرتضی زبیدیؒ) پر اعتماد نہیں، جب کہ یہ بات واضح ہے کہ شیخ محمد عوامہ مدظلہ نے مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۳ ص ۳۲۰) میں ان دنوں نسخوں پر اعتماد کر کے ہی ''تَحتَ السُّرَّةِ'' کے الفاظ کو ثابت مان کر لکھا ہے۔مگر ارشاد الحق اثری صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ مقدمہ میں شیخ محمد عوامہ مدظلہ نے اس بات کی وضاحت اور تشریح کر دی ہے کہ ان کو کسی بھی ایک انفرادی نسخہ پر اعتماد نہیں ہے (تفصیل کے لیے دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷،۵۱)

ارشاد الحق اثری صاحب کا یہ لکھنا کہ ''جس کی علامت انھوں نے ''خ'' دی ہے اس سب سے صحیح اور قدیم نسخہ پر اعتماد کیوں نہیں؟'' دلائل کی روشنی میں غلط ہے۔اول تو شیخ محمد عوامہ مدظلہ نے اس نسخہ ''خ'' کو صحیح نہیں لکھا کیونکہ شیخ محمد عوامہ مدظلہ کو کسی ایک انفرادی نسخہ پر اعتماد نہیں ہے۔دوسرا یہ نسخہ ''خ'' قدیم نسخہ بھی نہیں ہے۔ارشاد الحق اثری اس امر سے بھی غافل رہے ہیں۔اس مقام پر مناسب ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ کے مخطوطوں کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تاکہ معلوم ہو سکے کہ قدیم ترین نسخہ کونسا ہے؟

1 نسخۃ الشیخ محمد عابد سندھیؒ الحنفی (المتولد ۱۱۹۰ھ، المتوفی ۱۲۵۷ھ) (ع)

لائبریری: مکتبہ محمودیہ مدینۃ المنورہ۔ اب یہ نسخہ ترکی میں ہے۔ تاریخ نسخ: ۱۰، شعبان ۱۲۲۹ھ

2 نسخۃ الشیخ محمد مرتضٰی زبیدی الحنفیؒ (المتولد ۱۱۴۵ھ، المتوفی ۱۲۰۵ھ) (ت)

اس نسخہ کا مقابلہ اصل نسخہ سے ہوا ہے۔ اور حاشیہ پر غلطیوں کی تصحیح بھی ہے۔ وھی نسخہ متقنۃ مقابلۃ علی أصلھا و مصححۃ الاخطاء فی ھوامشھا۔

لائبریری: مکتبہ دارالکتب الوطنیہ تیونس۔ تاریخ نسخ: صفر ۱۱۴۱ھ تا رمضان ۱۱۴۴ھ

3 نسخۃ پیر جھنڈا (ش)

فیھااغلاط و السقطات و التحریفات

اس نسخہ میں کافی غلطیاں اور تحریفات ہیں۔ لائبریری: پیر جھنڈا، سندھ۔ تاریخ نسخ: ۱۳۱۷ھ تا ۱۳۲۸ھ۔

4 نسخۃ مکتبہ مراد ملا (م)

لائبریری: مکتبہ مراد ملا، ترکی۔ تاریخ نسخ: ۱۰۹۴ھ

5 نسخۃ نور عثمانیہ (ن)

لائبریری: مکتبہ نور عثمانیہ، ترکی۔ تاریخ نسخ: ۱۰۸۸ھ

6 نسخۃ الظاھریہ (ظ)

یہ نسخہ اول و آخر سے ناقص ہے۔ لائبریری: مکتبہ ظاھریہ، دمشق۔ تاریخ نسخ ۷۲۰ھ

7 نسخۃ کوبریلی، خزانیہ (خ)

ولو اکتملت ھذا المخطوط، لائبریری: مکتبہ کوبریلی، ترکی۔ تاریخ نسخ ۹۴۸ھ

8 نسخۃ المکتبہ ظاہریہ (المختصر)

لائبریری: مکتبہ ظاہریہ، دمشق تاریخ نسخ: ۷۳۵ھ

مندرجہ بالا تفصیل سے واضح ہو گیا کہ نسخہ ''خ'' قدیم نسخوں میں نہیں۔ اس نسخہ کی تاریخ نسخ ۹۴۸ھ ہے۔ اس نسخہ کی تاریخ نسخ ۶۴۸ھ لکھنا غلطی ہے۔ (دیکھئے مکتبہ الرشد کا مطبوعہ نسخہ)

جبکہ نسخہ ''ت'' علامہ مرتضیٰ زبیدیؒ والا نسخہ ۱۲۰۴ھ کا نسخہ ہے جو قدیم نسخوں میں سے ایک نسخہ ہے اور اس نسخہ کا تقابل بھی اصل نسخہ سے ہوا ہے۔ جس سے اس نسخہ کی اہمیت بہت ہی زیادہ ہے۔ کیا ارشاد الحق اثری صاحب اس قدیم نسخہ ''ت'' (علامہ مرتضیٰ زبیدی والا نسخہ) کو ماننے کے لیے تیار ہیں؟ ان کے نزدیک کیا چیز ہے جو اس قدیم نسخہ کا اعتبار نہیں کرتے؟

نسخہ ''خ'' (نسخہ کو بریلی) ۱۲۴۸ھ کو لکھا گیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ نسخہ علامہ مرتضیٰ زبیدیؒ کے نسخے کے بعد لکھا گیا ہے اور اس کو قدیم نسخہ کہنا تحقیق کی روشنی میں صحیح نہیں ہے۔ جب کہ مزید ۳ نسخے جو اس نسخہ کی تائید کرتے ہیں (جن کا تذکرہ ارشاد الحق اثری صاحب نے کیا ہے)۔ ان میں نسخہ ''ن'' نور عثمانیہ ۱۰۸۸ھ میں لکھا گیا جو علامہ مرتضیٰ زبیدیؒ کے بعد کا لکھا ہوا نسخہ ہے۔

نسخہ ''ظ'' ظاہریہ ۱۲۰۷ھ میں لکھا گیا۔ مگر یہ نسخہ اول اور آخر سے ناقص ہے اور تقریباً علامہ مرتضیٰ زبیدیؒ کے دور کا نسخہ ہے۔ نسخہ ''ش'' پیر جھنڈا ۱۳۱۷ھ میں لکھا گیا۔ اس نسخے میں کافی غلطیاں اور تحریفات ہیں اور یہ نسخہ بقول صاحب نسخہ علامہ رشد اللہ شاہ راشدی صاحب علامہ عابد سندھیؒ کے نسخے سے نقل کیا گیا ہے۔

یہ تمام تین (۳) نسخے (جن کو اثری صاحب مانتے ہیں) یا تو ناقص ہیں یا علامہ مرتضیٰ زبیدیؒ کے بعد کے لکھے ہوئے ہیں۔ جب کہ ہم ان نسخوں کے انکار کے بھی قائل نہیں ہیں۔ میری تحقیق میں یہ سب اختلاف نسخ پر مبنی ہے۔ میرے خیال میں کسی نسخہ کا انکار صحیح نہیں کیونکہ ان سب نسخوں میں اختلاف صرف صاحب کتاب کے شاگرد اور پھر ان کے شاگردوں کے شاگرد کا اس کتاب کو روایت کرنا ہے۔ لہٰذا احناف پر تحریف کا الزام ایک قبیح فعل ہے۔

ان تمام نسخوں کی تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ علامہ مرتضیٰ زبیدیؒ کا نسخہ ان تمام نسخوں سے تقریباً قدیم نسخہ ہے اور اصل نسخہ سے تقابل شدہ ہے۔ لہٰذا اس پر عدم اطمینان غلط ہے۔

5.2.6:۔ اعتراض نمبر 6 اور اس کا جواب

اثری صاحب اپنے مضمون، ص ۷ پر لکھتے ہیں۔

''یہی نہیں بلکہ مزید تعجب ناک بات یہ ہے کہ ان دونسخوں (علامہ عابد سندھی اور علامہ زبیدی کے نسخوں) کے علاوہ تین اور نسخے بھی اس زیادت کے موید ہیں۔ حیرت ہے کہ علامہ قاسمؒ کے نسخے کو علامہ زبیدیؒ والا نسخہ قرار دینے کے باوجود اسے ایک اور نسخہ کیوں کر باور کر لیا جاتا ہے؟''

جواب:۔ شیخ محمد عوامہ نے مصنف ابن ابی شیبہ (ج۱ ص۳۲۱) میں حاشیہ پر علامہ عابد سندھیؒ اور علامہ مرتضیٰ زبیدیؒ کے نسخوں کی تائید تین اور نسخوں سے کی ہے۔ یہ تین نسخے یہ ہیں:

۱ نسخہ عبدالقادر بن ابی بکر الصدیقؒ، مفتی مکۃ المکرّمہ

۲ نسخہ علامہ محمد اکرم السندھیؒ

۳ نسخہ علامہ قاسم بن قطلو بغاؒ

ارشاد الحق اثری صاحب کا علامہ قاسم بن قطلو بغاؒ کے نسخے کو علامہ زبیدیؒ والا نسخہ قرار دینا غلط ہے۔ کیونکہ علامہ قائم سندھیؒ نے اپنی کتاب فوز الکرم (ص ۴۶ قلمی) میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ علامہ قاسم بن قطلو بغاؒ کے پاس دو (۲) نسخے تھے۔ ایک نسخے میں اثر نخعیؒ ساقط تھا جبکہ دوسرے نسخے میں مرفوع روایت اور اثر نخعیؒ دونوں موجود تھے بلکہ ان تین (۳) نسخوں کے علاوہ ایک اور نسخہ تھا جس کا ذکر علامہ قائم سندھیؒ شاگرد علامہ حیات سندھیؒ نے اپنی کتاب ''فوز الکرام'' میں کچھ یوں کیا ہے۔

رأيتها أنا بعيني في بلده تته من بلاد السند ذكر فيها حديث وائل بن حجر باربعة زيادة تحت السرة كمانقله قاسم و ذكر أَثر النخعي فيه بعده باربعة احاديث و ثبت هذا الزيادة في نسخه ثانيه في الحديث والاثر...... الخ (فوز الكرام ص۴۶ قلمی)

ترجمہ علامہ قائم سندھیؒ لکھتے ہیں کہ میں نے علاقہ ٹھٹھہ سندھ میں خود ایک ایسا نسخہ دیکھا جس میں حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث کے بعد تحت السرۃ کی زیادت موجود تھی جس طرح شیخ قاسمؒ نے کہا اور اس نسخہ میں ابراہیم نخعیؒ کے اثر کے بعد چار احادیث اور اثر ہیں اور یہ زیادت تحت السرۃ اس نسخے میں ثابت ہے۔

علامہ قائم سندھیؒ کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ ان تمام نسخوں کے علاوہ ایک اور نسخہ ٹھٹھہ سندھ میں موجود ہے جس کو علامہ قائم سندھیؒ نے خود دیکھا۔ اس نسخہ میں مرفوع حدیث کے بعد تحت السرۃ کے الفاظ ہونے میں کوئی شک وشبہ رہ نہیں جاتا۔ مندرجہ بالا تفصیل سے واضح ہوگیا کہ علامہ عابد سندھیؒ اور علامہ مرتضٰی زبیدیؒ کے علاوہ چار (۴) اور قلمی نسخے ہیں جس میں تحت السرۃ کے الفاظ مرفوع حدیث کے بعد موجود ہیں۔

۱ نسخہ علامہ قاسم بن قطلو بغاؒ

۲ نسخہ علامہ عبدالقادر بن ابی بکر الصدیقؒ (کما ذکرہ علامہ ہاشم سندھیؒ)

۳ نسخہ علامہ محمد اکرم سندھیؒ

۴ نسخہ ٹھٹھہ سندھ (کما ذکرہ علامہ قائم سندھی فی فوز الکرام، ص ۴۶ قلمی)

معلوم ہوا کہ کل چھ (٦) قلمی نسخے ہیں جس میں تحت السرۃ کی زیادت موجود ہے۔ لہٰذا ارشاد الحق اثری صاحب کا تحت السرۃ کے الفاظ مرفوع روایت میں موجود ہونے پر اعتراض باطل ہے۔ تحت السرۃ کے الفاظ کی زیادتی تو غیر مقلدین حضرات کے اکابر کو بھی قبول ہے۔

علامہ رشد اللہ شاہ راشدی صاحب لکھتے ہیں۔

فَاعْلَمْ أَنَّهُ مُسَلَّمٌ عِنْدَالطَّرَفَيْنِ أَنَّ فِيْ بَعْضِ نُسَخِ الْمُصَنَّفِ حَدِيْثُ وَائِلِ الْمَبْحُوْثِ فِيْهِ مَوْجُوْدٌ مَعَ زِيَادَةِ تَحْتَ السُّرَّةِ وَفِيْ بَعْضِهَا هٰذِهِ الزِّيَادَةُ غَيْرُ مَوْجُوْدَةٌ. (درج الدرر، ص ٦٢، قلمی)

ترجمہ طرفین کے نزدیک یہ بات مسلّم ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ کے کسی نسخے میں زیر بحث حدیث کے آخر میں ''تحت السرۃ'' کے الفاظ ہیں اور کسی نسخہ میں مذکورہ حدیث کے آخر میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

علامہ رشد اللہ شاہ راشدی صاحب کے نزدیک تحت السرۃ کے الفاظ کی زیادت بعض نسخوں میں ثابت ہے تو ارشاد الحق صاحب کا انکار کیوں؟ جبکہ کسی نسخے میں اثر نخعیؒ کا نہ ہونا صرف اور صرف کاتب کی غلطی ہے جب کہ اثر نخعیؒ کے ساقط ہونے سے پورے نسخے پر عدم اعتماد

باطل اور اصولوں سے انحراف ہے۔

5.2.7:۔ اعتراض نمبر 7 اور اس کا جواب

ارشاد الحق اثری صاحب اپنے تنقیدی مضمون ص ۲۰ پر لکھتے ہیں۔

"مکتبہ راشدیہ کا یہ نسخہ راقم نے ایک سے زائد مرتبہ دیکھا اور اس سے استفادہ کیا اور اسی متعلقہ روایت کے حوالے سے دیکھنے کا اتفاق ہوا جس میں مرفوع روایت کے ساتھ **تحت السرۃ** کے الفاظ قطعاً نہیں"۔

یہی بات اسی نسخہ کے حوالہ سے مولانا حافظ ثناء اللہ ضیاء صاحب نے اپنے رسالہ "نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں" کے ص ۱۷ پر حلفاً کہی کہ اس نسخے میں مرفوع روایت کے ساتھ تحت السرۃ کے الفاظ بالکل نہیں ہیں بلکہ انھوں نے حضرت سید محب اللہ شاہ راشدی صاحب کا وضاحتی بیان بھی ذکر کیا ہے کہ اس نسخہ میں یہ الفاظ نہیں ہیں جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بصارت عطا فرمائی ہے وہ آج بھی مکتبہ راشدیہ میں اس نسخہ کو دیکھ کر تشفی کر سکتا ہے۔ شیخ محمد عوامہ بتائیں کہ کیا یہ تحریف کی بدترین جسارت نہیں ہے؟ اور کیا یہ سارے کرتب مذہبی حمایت میں روا نہیں رکھے جا رہے؟"

جواب:۔ قابل غور بلکہ حل طلب مسئلہ یہ ہے کہ عرصہ دراز سے یہ بات موضوع بحث بنی ہوئی ہے اور غیر مقلدین حضرات کا کہنا تھا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں لفظ تحت السرۃ موجود نہیں اور ان الفاظ کا اضافہ تحریف کے ذریعے کیا گیا ہے۔ ہم یہ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ تحت السرۃ کا اضافہ احناف نے تحریف کے ذریعے نہیں بلکہ متعدد نسخوں کی بنا پر کیا ہے۔ کسی بھی اشاعتی ادارے کی غلط کاروائی سے علماء کرام دستبردار ہیں۔ اس مضمون کے لکھنے سے پہلے کئی کتابیں (جن میں زبیر علی زئی صاحب بھی شامل ہیں) زیر مطالعہ رہی ہیں۔ غیر مقلدین حضرات تحت السرۃ کے الفاظ کی زیادتی میں تحریف ثابت کرنے کے لیے مکتبہ راشدیہ سندھ میں موجود مصنف ابن ابی شیبہ کے قلمی نسخے کا حوالہ دیتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ اس نسخے میں مرفوع حدیث کے بعد تحت السرۃ کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔ لہٰذا غیر مقلدین حضرات کو اس نسخے پر کافی اعتماد ہے۔ اس نسخے میں بے شمار غلطیاں اور تحریفات ہیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ کا نسخہ جو مکتبہ راشدیہ سندھ میں ہے خود صاحب نسخہ پیر علامہ رشد اللہ شاہ راشدی صاحب لکھتے ہیں۔

"نسختی للمصنف المنقولة من نسخة المصنف للشیخ محمد عابد السندھی الموجود فی المکتبة المحمودیة الواقعة فی المدینة المنورہ"

ترجمہ یہ نسخہ شیخ محمد عابد سندھی کے نسخہ سے نقل کیا گیا ہے۔ان کا نسخہ اس وقت بھی مکتبہ محمودیہ، مدینہ منورہ میں موجود ہے۔

اس نسخے کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا آغاز شیخ فتح محمد نظامانی نے ۱۳۱۷ھ میں اپنے قلم سے السید ابوتراب رشد اللہ شاہ راشدی صاحب کے لیے کیا اور ۱۳۲۱ھ کو مکمل کیا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مکتبہ راشدیہ میں موجود مصنف ابن ابی شیبہ کا نسخہ علامہ سندھیؒ کے نسخے سے نقل کیا گیا ہے۔مکتبہ راشدیہ کے مصنف ابن ابی شیبہ کے قلمی نسخے میں حضرت وائل بن حجرؓ کی مرفوع حدیث کے بعد تحت السرۃ کے الفاظ کی زیادتی نہیں ہے۔ جب کہ علامہ عابد سندھیؒ کے اصل نسخے میں حضرت وائل بن حجرؓ کی مرفوع حدیث کے بعد تحت السرۃ کے الفاظ واضح طور پر موجود ہیں۔ حیرانگی کی بات ہے کہ علامہ عابد سندھیؒ کے قلمی نسخے میں تحت السرۃ کے الفاظ موجود ہیں۔مگر جب غیر مقلدین حضرات اور صاحبِ نسخہ پیر رشد اللہ شاہ راشدی نے اس نسخے کو نقل کروایا تو تحت السرۃ کے الفاظ نقل نہیں کیے۔

میں نے ان دونوں نسخوں کی حقیقت واضح کر دی ہے۔ باقی تحریف کس نے کی ہے؟ نتیجہ اخذ کرنا میں پڑھنے والوں پر چھوڑتا ہوں۔ کیونکہ میں السید ابوتراب رشد اللہ شاہ راشدی صاحب سے حسن ظن رکھتے ہوئے اس غلطی کو کاتب کے سہو پر محمول کرتا ہوں۔ کیونکہ حُسنِ ظن رکھنا ہی ہمارے سلف صالحینؒ کا طریقہ اور معمول رہا ہے۔اس گتھی کو سلجھانا تو غیر مقلدین حضرات کا کام ہے کہ نسخہ مکتبہ راشدیہ، سندھ کے نسخہ میں تحت السرۃ کے الفاظ کیوں نہیں ہیں؟

اب دیکھنا یہ ہے کہ حق کی طرف رجوع کون کون سے غیر مقلدین علماء کرتے ہیں۔ یا تو علامہ عابد سندھیؒ کے نسخے کی اہمیت مان کر تحت السرۃ کے الفاظ کے قائل ہوں اور یا پھر نسخہ مکتبہ راشدیہ، سندھ کا انکار کر دیں۔اُمید ہے کہ حق کی طرف رجوع ضرور ہوگا۔صرف مسلکی حمایت میں

ایک واضح دلیل کا انکار کرنا خود علماء غیر مقلدین حضرات کے اپنے اصولوں کے بھی خلاف ہے۔

اس گتھی کو بھی شیخ محمد عوامہ مدظلہ العالی نے ہی سلجھایا ہے کہ اس نسخہ کا اول حصہ علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ سے نقل ہی نہیں کیا گیا ہے بلکہ یہ تو مشہور غیر مقلد علامہ شمس الحق عظیم آبادیؒ کے نسخہ سے نقل کیا گیا ہے۔

شیخ محمد عوامہ مدظلہ نے نسخہ پیر جھنڈا کے بارے میں فرمایا ہے:

کتبه العبد الضعيف فتح محمد النظامانی من نسخة أرسلها المولی أبو الطيب محمد شمس الحق العظيم آبادی صاحب "غاية المقصود شرح أبی داؤد" وغيرها، فی تاريخ ٧ من شهر شعبان المعظم سنة ١٣١٧ھ، وقلمه ثخين. وينتهی خطه بانتهاء المجلد الثالث عند: باب فی الرجل يغسّل امرأته.

وفيه ظاهرة غريبة: فی المجلد الثالثة ص ٦٢٨ يبدأ كتاب الزكاة، وتبدأ معه بياضات كثيرة فی الأسانيد. وتنتهی بانتهاء المجلد ص ٣٨٧. وكان قبل هذا يظهر فی النسخة بياض للكلمة بعد الكلمة. هذه ملاحظة.

وملاحظة ثانية: أنه من حديث رقم (٩٧٨١) الی حديث رقم (١١٠٩٣). وهذا المقدار -وهو يعدل مئة صفحة من المخطوط -قد تكرر عقبه مباشرة بخط رجل آخر سمّی نفسه: عناية الله، وبقلم رفيع. واستمر الی آخر الكتاب. وجاء فيه ما نصه:

"كان الفراغ من مصنف أبی بكر عبد الله بن محمد بن أبی شيبة العبسی الكوفی.....، ووافق الفراغ من نسخه قُبيل وقت الظهر يوم الأحد فی تاسع شهر ربيع الأول سنة ١٣٢٨ھ من الهجرة النبوية علی صاحبها أكمل الصلوات وأكمل التحيات، وعلی آله وصحبه وسلم تسليماً كثيراً".

ومما يذكر: أن القسم الأول الذی هو بخط فتح محمد النظامانی

ليس ماخوذاً من نسخة الشيخ محمد عابد السندی. انما أُخِذَ -كما تقدم -من نسخة أرسل بها الشيخ العظيم آبادی، لينسخ عنها. ولهٰذا وقعت مغايرات بين هذه النسخة التي أرمز لها بحرف ''ش''، والنسخة التی قبلها وأرمز لها بحرف ''ع''. وليست المغايرات قاصرة على ما يمكن الحاقه باختلاف القراءة وتحريف النظر، بل تكون بين زيادة ونقص، كما نبهت اليه في أماكنه، منها تحت رقم (٨٨٠) سقط أثران معا.

أما القسم الذی أتمه عناية اللّٰه -وهو القسم الأعظم من ''المصنف'' - فهو مأخوذ من نسخة الشيخ محمد عابد، كما جاء فی تمام كلامه الذی تقدم أوله.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج اص ۳۰، ۳۱۔ تحقیق شیخ محمد عوامہ)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں تحت السرۃ کا لفظ ہے، وہ اس نسخہ میں ناقل نے علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ سے نقل ہی نہیں کیا ہے بلکہ وہ تو مشہور غیر مقلد علامہ شمس الحق عظیم آبادیؒ کے نسخہ سے نقل کیا ہے۔ لہٰذا غیر مقلدین کا اس نسخہ کی بنیاد پر تمام نسخوں کو کالعدم قرار دینا کتنا حیران کن اور مضحکہ خیز ہے!!

5.2.8:۔اعتراض نمبر 8 اور اس کا جواب

ارشاد الحق اثری صاحب اپنے مضمون ص ۲۵ پر لکھتے ہیں۔

''محشی (شیخ محمد عوامہ) کے تعصب کا اندازہ کیجئے کہ وہ شیخ محمد ہاشم کا ذکر خیر تو ''الشیخ محمد ہاشم السندیؒ'' کے الفاظ سے کرتا ہے مگر شیخ محمد حیاتؒ کے بارے میں صرف ''محمد حیاتؒ'' لکھتا ہے۔ اثری صاحب مزید لکھتے ہیں۔

''اس کے تعصب کی آگ اس پر سرد نہیں ہوئی بلکہ محمد حیاتؒ کے تعارف میں مزید لکھتا ہے: ''وہ محمد معین ٹھٹھوی شیعہ کا شاگرد تھا...... اس وضاحت سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ

''تحت السرۃ'' کا اضافہ کرنے والے کس قدر حق وانصاف کے پاسدار ہیں؟ جن کے تعصب کا یہ عالم ہو تو وہ اگر اسے صحیح قرار دیں تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں''۔

جواب:۔ اثری صاحب کا پورا مضمون تقریباً شیخ محمد عوامہ مدظلہ کے اردگرد ہی گھومتا ہے۔ مگر اثری صاحب کا شیخ محمد عوامہ سے بدظنی اچھی بات نہیں ہے کیونکہ شیخ محمد عوامہ مدظلہ نے شیخ محمد حیاتؒ اور شیخ محمد ہاشم سندھیؒ دونوں کو ''شیخ'' کے لقب کے ساتھ ''رحمہا اللہ'' بھی لکھا ہے۔

(دیکھئے: حاشیہ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۲۲ تحقیق شیخ عوامہ مدظلہ)

شیخ عوامہ مدظلہ کی یہ بات بالکل صحیح ہے کہ وہ علامہ معین ٹھٹھوی شیعہ کے شاگرد ہیں۔ یہ بات بھی عیاں ہے کہ علامہ معین السندھی ٹھٹھوی آخری عمر میں مائل بہ تشیع تھے۔ تفصیل کے لیے علامہ عبداللطیف سندھیؒ کی کتاب ذب ذبات الدراسات کا مطالعہ مفید رہے گا۔ جب کہ دوسری طرف علماء غیر مقلدین نے شیخ حیات سندھیؒ کو غیر مقلد لکھا ہے۔

۱۔ شیخ حیات سندھیؒ کو قاضی محمد اسلم غیر مقلد نے تحریک اہلحدیث ص ۱۵۷ پر پکا اہلحدیث لکھتے ہیں بلکہ شیخ محمد حیات سندھی کے استاد شیخ ابوالحسن سندھی المدنی کو بھی قاضی محمد اسلم غیر مقلد تحریک اہلحدیث ص ۱۵۵ پر حنفی نہیں مانتے بلکہ اہلحدیث شمار کرتے ہیں۔

۲۔ زبیر علی زئی صاحب کے رسالہ الحدیث شمارہ نمبر ۳۷ جون ۲۰۰۷ء ص ۶۴ پر ابو خالد شاکر کے مضمون کے حوالہ سے مولانا محمد حیات سندھیؒ کو اہل حدیث لکھا ہے۔

لہٰذا ارشاد الحق اثری صاحب کا شیخ محمد عوامہ مدظلہ کو متعصب لکھنا غلط ہے۔ حیرانگی کا مقام ہے کہ وہ علماء کرام جنہوں نے حنفیت کے لیے تحقیقی کام کیا انہیں متعصب کیوں کہا جاتا ہے؟ حالانکہ شیخ محمد عوامہؒ کی تحریر حقیقت پسندی پر مبنی ہے۔ اور اثری صاحب کا ان پر اعتراض صرف مسلکی حمایت کا شاخسانہ ہی لگتا ہے۔

5.3:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث پر محدثانہ بحث

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایات تحت السرۃ والی باب نمبر 2 میں حدیث نمبر 2 تا 8 بیان ہو چکی ہیں۔ یہاں صرف دو روایات دارقطنی سے بیان کی جاتی ہیں:

حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْبَزَّازُ، ثنا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ، نا أَبُو مُعَاوِيَةَ،

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ بْنِ زَكَرِيَّا الْمُحَارِبِيُّ، ثنا أَبُو كُرَيْبٍ، ثنا يَحْيَى بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ، ثنا زِيَادُ بْنُ زَيْدٍ السُّوَائِيُّ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: إِنَّ مِنَ السُّنَّةِ فِي الصَّلَاةِ وَضْعَ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ، ثنا أَبُو كُرَيْبٍ، ثنا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: إِنَّ مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ وَضْعَ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ.

(سنن الدارقطني، ج۲ص۳۴،۳۵رقم ۱۱۰۲،۱۱۰۳. المؤلف: أبو الحسن علي بن عمر بن أحمد بن مهدي بن مسعود بن النعمان بن دينار البغدادي الدارقطني (المتوفى ۳۸۵ھ). حققه وضبط نصه وعلق عليه: شعيب الارنؤوط، حسن عبد المنعم شلبي، عبد اللطيف حرز اللّٰه، أحمد برهوم. الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان. الطبعة: الأولى، ۱۴۲۴ھ)

ترجمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھے۔

1 حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں حافظ ابن قیم جوزیؒ (المتوفی ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

علی رضی اللّٰه عنه: "من السنة فی الصلاة وضع الأكف على الأكف تحت السرة". عمرو بن مالك عن أبي الجوزاء عن ابن عباس مثل تفسير علي إلا أنه غير صحيح، والصحيح حديث علي.

(بدائع الفوائد، ج۳ص۹۱. المؤلف: محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى ۷۵۱ھ). الناشر: دار الكتاب العربي، بيروت، لبنان)

ترجمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "من السنة في الصلاة وضع الأكف

علی الأکف تحت السرّۃ"۔ "نماز میں سنت ہتھیلی کا ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا ہے"۔ اور عمرو بن مالکؒ نے ابی الجوزاءؒ سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مثل روایت کیا ہے، مگر یہ روایت صحیح نہیں ہے اور صحیح تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

2 ان دونوں روایات (حدیثِ علی رضی اللہ عنہ، حدیثِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) کے ساتھ جب حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۳۹۵۹)، حضرت ابو مجلزؒ اور حضرت ابراہیم نخعیؒ کی روایات کو ملایا جائے۔ تو پھر تائیداً اور استشہاداً ان روایات کے قبول ہونے میں کوئی رُکاوٹ نہیں۔

3 جب کسی حدیث سے مجتہد استدلال کرے تو وہ حدیث اس کے نزدیک مقبول ہونے کی دلیل ہوتی ہے، بلکہ مجتہد کے اجتہاد سے حدیث کا ضعف دور ہو کر وہ حدیث حسن لغیرہٖ میں داخل ہو جاتی ہے، اگرچہ فی نفسہٖ ضعیف ہو۔ متعدد مجتہدین نے حدیثِ علی رضی اللہ عنہ اور حدیثِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے استدلال کیا ہے۔ یہ بات ممکن ہے کہ محدثینؒ ایک روایت کو ضعیف کہیں مگر وہ حدیث مجتہد کے نزدیک ضعیف نہ ہو۔

4 جب کسی حدیث کی عمل سے موافقت ہو جائے، یا اس کی کوئی دوسری روایت شاہد ہو، تو یہ بھی ضعیف حدیث کی صحت کا قرینہ بن جاتا ہے۔ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعینؒ اور بعد کے بہت سے اہلِ علم حضرات کا عمل بھی ہے جیسا کہ امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے (ترمذی ص ۱۲۹ رقم ۲۵۲ طبع دار المعرفہ، بیروت)۔

5 حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

قلت: ولم ینسبه أحد الی الکذب. وانما یضعف من قبل حفظه. فحاله کحال ابن أبی لیلیٰ، وابن لهیعة وغیرهما. فی تهذیب التهذیب (٦: ١٣٧): قال البزار: لیس حدیثه حدیث حافظ. اهـ. وقال العجلی: ضعیف جائز الحدیث، یکتب حدیثه. اهـ. فالحدیث حسن.

(اعلاء السنن ج ۲ ص ۱۹۳ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی ۱۴۲۷ھ)

ترجمہ میں کہتا ہوں: راوی حدیث حضرت عبد الرحمن بن اسحاقؒ کو کسی نے کذب کی طرف

منسوب نہیں کیا ہے۔ ان کو حفظ کی وجہ سے ضعیف کہا گیا ہے۔ لہٰذا اس کا حال بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ حضرت ابن ابی لیلیٰ ؒ اور حضرت ابن لہیعہ ؒ کا ہے۔ کتاب تہذیب التہذیب (ج ٦ ص ١٣٧) میں ہے: ''حضرت امام بزار ؒ فرماتے ہیں: اس کی حدیث حافظ حدیث جیسی نہیں ہے۔ حضرت امام عجلی ؒ فرماتے ہیں: وہ ضعیف ہیں۔ ان سے حدیث لینا جائز ہے۔ ان کی حدیث لکھی جائے گی''۔

لہٰذا یہ حدیث حسن ہے۔

☆ ان دلائل اور شواہد کی بنا پر یہ حدیث قابلِ استدلال ہو جاتی ہے۔ اس حدیث کے دو راویوں کی مزید توثیق اور غیر مقلدین کے اعتراضات کے جواب دیئے جاتے ہیں۔

5.3.1: ۔حضرت نعمان بن سعد انصاری ؒ کی توثیق

اعتراض نعمان بن سعد الانصاری ؒ کے بارے میں زبیر علی زئی ''نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام'' (صفحہ ١٣) پر لکھتے ہیں۔ ''نعمان بن سعد ؒ کی توثیق سوائے ابن حبان ؒ کے کسی نے نہیں کی اور اس سے عبدالرحمٰن ؒ روایت میں تنہا ہے۔ لہٰذا ابن حجر نے کہا: ''**فلا یحتج بخبرہ**''۔ (تہذیب التہذیب ١٠/ ٤٠٥)

جواب

١ امام احمد بن حنبل ؒ نے نعمان بن سعد ؒ کی توثیق مفسر کی ہے۔

امام ابوداؤد ؒ، حضرت امام احمد بن حنبل ؒ سے روایت کرتے ہیں: **سمعت أحمد قال: نعمان بن سعد الذی یحدث عن علی مقارب الحدیث لا باس به** (سوالات ابی داؤد ص ٢٨٧ رقم: ٣٣٢)

ترجمہ حضرت نعمان بن سعد ؒ مقارب الحدیث ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبل ؒ کی توثیق کے بعد نعمان بن سعد ؒ پر مجہول کی جرح فضول ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ نعمان بن سعد ؒ ثقہ اور صحیح راوی ہے۔ اس کے بعد زبیر علی زئی نے بھی اپنے ماہانہ رسالہ الحدیث شمارہ نمبر ٩٠، نومبر ٢٠١١ میں ص ٤٦ پر نعمان بن سعد ؒ کی توثیق کا

اقرار کرلیا ہے۔لہٰذا حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی واضح توثیق کے بعد اس پر مزید کلام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۲ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت نعمان بن سعدؒ سے صرف حضرت عبد الرحمٰنؒ ہی تنہا راوی نہیں بلکہ عبد الرحمٰنؒ سے ثقہ راوی امام اسماعیل بن ابی خالدؒ بھی روایت کرتے ہیں۔ اخبارِ اصبہان (ج۸ص۳۳۹رقم۱۵۹۹) میں "**اسماعیل بن ابی خالد عن نعمان بن سعد**" کی سند موجود ہے۔

اعتراض حافظ زبیر صاحب رسالہ "الحدیث" (شمارہ ۹۰ صفحہ ۴۵،۴۶) میں اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

فیصل خان صاحب نے نعمان بن سعدؒ (صدوق، حسن الحدیث) کے بارے میں لکھا ہے: امام ابوداوٗدؒ لکھتے ہیں: یعنی نعمان بن سعدؒ مقارب الحدیث ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ابوداوٗدؒ کی توثیق کے بعد نعمان بن سعدؒ پر مجہول کی جرح فضول ہے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ نعمان بن سعدؒ ثقہ اور صحیح راوی ہے۔

زبیر علی زئی اس کا جواب لکھتے ہیں کہ عرض یہ ہے کہ یہ امام ابوداوٗدؒ کا قول نہیں بلکہ امام احمد بن حنبلؒ کا ہے۔جس کی مکمل عبارت پیش خدمت ہے:

سمعت احمد قال: النعمان بن سعد الذی یحدث عن علی مقارب الحدیث لا باس به، ولکن الشان فی عبد الرحمن بن اسحاق، له احادیث مناکیر۔

یعنی میں نے احمدؒ (بن حنبلؒ) سے سنا، انھوں نے فرمایا: "نعمان بن سعدؒ جو علیؓ (بن ابی طالب) سے حدیثیں بیان کرتا تھا، **مقارب الحدیث لا باس به** ہے، لیکن مسئلہ عبد الرحمٰن بن اسحاق (الکوفی) میں ہے۔اس کی حدیثیں منکر ہیں۔

(سوالات ابی داوٗد ص ۲۸۷، ۲۸۸ فقرہ ۳۳۲)

فیصل خان صاحب نے **ولکن الشان فی عبد الرحمن بن اسحاق له احادیث مناکیر** کے الفاظ چھپا کر بہت بڑی خیانت کی ہے۔........

یاد رہے کہ امام اہل سنت امام احمد بن حنبلؒ، عبد الرحمٰن بن اسحاق الکوفیؒ کو منکر الحدیث

(الضعفاء للبخاری:۲۰۳)، متروک الحدیث (کتاب العلل ۱/۳۵۰ ت ۲۱۸۹) اور ضعیف و لیس بشئ قرار دیتے تھے۔لہٰذا شعبدہ بازی اور تغلسف کے ذریعے سے یہاں مناکیر کا معنی افراد کرنا غلط ہے۔

تنبیہ نعمان بن سعد کے بارے میں راقم الحروف (زبیر علی زئی) کی سابقہ عبارت منسوخ ہیں۔

جواب جب جناب فیصل خان اپنی کتاب: ''**الدرة فی عقد الایدی تحت السرة**'' (ص۶۲) میں عنوان قائم کر رہے ہیں: ''نعمان بن سعد کی توثیق مفسر'' اور اس کے تحت میں امام احمد بن حنبلؒ سے نعمان بن سعدؒ کی توثیق لکھ رہے ہیں۔لہٰذا جب وہ تحقیق ہی نعمان بن سعدؒ کی ثقاہت کی لکھ رہے ہیں، تو پھر خواہ مخواہ عبد الرحمٰن بن اسحاق الکوفیؒ پر امام احمد بن حنبلؒ کا اعتراض کیوں نقل کرتے؟۔عبد الرحمٰن بن اسحاق الکوفیؒ کے بارے میں تحقیق انھوں نے آگے اپنی کتاب:'' **الدرة فی عقد الایدی تحت السرة**'' (ص۶۳ تا ۶۹) میں بڑی تفصیل سے درج کی ہے۔لہٰذا نعمان بن سعدؒ پر تحقیق کرتے ہوئے عبد الرحمٰن بن اسحاقؒ کے بارے میں لکھنا ضروری نہیں تھا کیونکہ اس سے ربط برقرار نہ رہتا۔

مزید یہ کہ امام احمد بن حنبلؒ کے الفاظ: **ولکن الشان فی عبد الرحمن بن اسحاق، له احادیث مناکیر** ہمیں مضر بھی نہیں ہیں کیونکہ امام احمد بن حنبلؒ کا **له احادیث مناکیر** کا مطلب محدثین کرامؒ کے نزدیک تفرد پر کیا جاتا ہے۔یعنی ایسی روایت جس کا کوئی دوسرا متابع نہ ہو۔لہٰذا اصول حدیث میں موجود ہے کہ جس حدیث کا کوئی متابع نہ ہو تو وہ حدیث ضعیف نہیں ہوتی ہے۔امام احمد بن حنبلؒ کے **له مناکیر** کے مطلب کے لیے چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

۱ **حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عِصْمَةَ، حَدَّثَنا أبو طالب سألت أحمد بن حنبل عن عَبد الرحمن بن أَبِي الْمَوَالِي قال عَبد الرحمن لا بأس به، قَال: كان محبوسا في المطبق حين هزم هؤلاء. يروى حديثا لابن المنكدر عن جابر عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ في الاستخارة. ليس يرويه أحد**

غیره، هو منكر. قلت هو منكر؟ قَال: نَعم! ليس يرويه غيره لا بأس به.
(الكامل في ضعفاء الرجال، ج۵ص۴۹۹رقم ۱۱۳۴ ترجمہ: عَبد الرحمن بن أَبِي الْمَوَالِي مدني. المؤلف: أبو أحمد بن عدى الجرجاني (المتوفى ۳۶۵ھ). تحقيق: عادل أحمد عبد الموجود، علي محمد معوض. شارک في تحقيقه: عبد الفتاح أبو سنة. الناشر: الكتب العلمية، بيروت، لبنان. الطبعة: الأولى ۱۴۱۸ھ)

ترجمہ ابن عدیؒ لکھتے ہیں: ابوطالبؒ نے عرض کیا کہ حدیث استخارہ منکر ہے؟ تو امام احمدؒ نے فرمایا: ''منکر اس معنی میں ہے کہ وہ کسی اور سے مروی نہیں''۔

۲ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

حرف الْمِيم ع مُحَمَّد بن إِبْرَاهِيم بن الْحَارِث التَّيْمِيّ من صغار التَّابِعين مدنِي مَشْهُور وَثَّقَهُ بن معِين وَالْجُمْهُور. وَذكره الْعقيلِيّ فِي الضُّعَفَاء. وروى عَن عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ قَالَ: سَمِعت أبي يَقُول: وَذكره فِي حَدِيثه شَيْء يروى أَحَادِيث مَنَاكِير. قلت: الْمُنكر أطلقهُ أَحْمد بن حَنْبَل وَجَمَاعَة على الحَدِيث الْفَرد الَّذِي لَا مُتَابع لَهُ.
(ھدی الساری ج۱ص ۴۳۷۔ ترجمہ محمد بن ابراہیم الحارث)

ترجمہ میں کہتا ہوں کہ امام احمد بن حنبلؒ اور جماعت محدثین ایسی حدیث جس کا کوئی متابع نہ ہو، پھر بھی منکر کا اطلاق کرتے ہیں۔

۳ حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

أحمد بن عتاب المروزى.
عن عبد الرحيم بن زيد العمى.
قال أحمد بن سعيد بن معدان: شيخ صالح، روى الفضائل والمناكير.
قلت: ما كل من روى المناكير يضعف، وإنما أوردت هذا الرجل لان يوسف الشيرازى الحافظ ذكره في الجزء الأول من الضعفاء من جمعه.

(ميزان الاعتدال في نقد الرجال، ج۱ص۱۱۸رقم ۴۶۴.المؤلف: شمس الدين أبو عبد اللّٰه محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبى (المتوفى ۷۴۸ھ).تحقيق: علي محمد البجاوى.الناشر:دار المعرفة للطباعة والنشر، بيروت، لبنان.الطبعة:الأولى،۱۳۸۲ھ)

ترجمہ
ہر منکر روایت کرنے والا ضعیف نہیں۔

☆ زبیر علی زئی کو اپنے اکابر اور ممدوح عبد الرحمٰن مبارکپوریؒ کی کتاب :ابکار المنن (ص۱۹۹) اور اپنے ممدوح جناب ارشاد الحق اثری صاحب کی کتاب توضیح الکلام (ج۱ص۴۸۸، ۴۹۹) کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

☆ مندرجہ بالا تحقیق سے یہ واضح ہوگیا کہ امام احمدؒ کا احادیث مناکیر یا منکر الحدیث کہنا راوی کے تفرد پر ہے یعنی ایسا راوی جس کا کوئی متابع نہ ہو اور جس کا متابع کوئی نہ ہو تو ایسی روایت علم اصول اور محدثین کرام کے نزدیک ضعیف نہیں ہوتی ہے۔اور یہاں پر یہ یاد رہے کہ عام محدثین کرام کا منکر الحدیث کہنا اور امام احمد بن حنبلؒ کے منکر الحدیث کہنے میں بڑا فرق ہے۔لہٰذا عوام الناس امام احمد بن حنبلؒ کے منکر الحدیث کے لفظ راوی کا ضعیف ہونا نہ سمجھیں۔

مزید دلچسپ بات یہ ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے عبد الرحمٰن بن اسحاقؒ کی نعمان بن سعدؒ سے روایت کو مطلقاً له احاديث مناكير نہیں کہا۔امام احمد بن حنبلؒ نے خود اپنی کتاب عبد الرحمٰن بن اسحاقؒ کی نعمان بن سعدؒ کی احادیث کے بارے میں وضاحت کی ہے۔

امام احمد بن حنبل لکھتے ہیں:

سَمِعت أبي يَقُول: عبد الرَّحْمٰن بْن إِسْحَاق الْكُوفِي مَتْرُوك الحَدِيث يَعْنِي الَّذِي يحدث عَنهُ بن إِدْرِيس وَابْن فُضَيْل.

(العلل ومعرفة الرجال، ج۲ص۲۸۶رقم۲۲۷۸.المؤلف:أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى ۲۴۱ھ).المحقق: وصي اللّٰه بن محمد عباس.الناشر:دار الخاني، الرياض. الطبعة: الثانية،

۴۲۲ھ)

ترجمہ حضرت امام احمدؒ کے صاحب زادے حضرت عبد اللہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت عبد الرحمن بن اسحاق کوفیؒ متروک الحدیث ہے، یعنی متروک الحدیث صرف اس وقت ہیں جب ان سے ابن ادریسؒ اور ابن فضیلؒ روایت کریں۔

لٰہذا نسبتی جرح کو مطلقاً جرح بنا دیا۔اور علمی خیانت کا ثبوت پیش کیا۔

تنبیہ اللہ کا شکر ہے کہ جس (نعمان بن سعدؒ) کو زبیر علی زئی نے اپنی کتاب میں مجہول لکھا۔ بالآخر اسی نعمان بن سعدؒ کو ''صدوق، حسن الحدیث'' ماننا پڑا۔

5.3.2:۔حضرت عبد الرحمٰن بن اسحٰقؒ کی توثیق

1 حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ایک راوی عبد الرحمٰن بن اسحٰقؒ ہیں، ان کو متعدد محدثینؒ نے ضعیف قرار دیا ہے۔اس لیے بعض معترضین کا یہ کہنا کہ اس روایت سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر استدلال کرنا درست نہیں۔ان لوگوں کا یہ اعتراض درست نہیں ہے۔

2 بعض محدثین کرامؒ نے حضرت عبد الرحمٰن بن اسحٰقؒ کو صالح الحدیث (مسند البزار، مسند علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تحت رقم الحدیث ۶۹۶)، ان کی حدیث کو قابلِ تحمل (مسند البزار، مسند عثمان بن ابی العاص تحت رقم الحدیث ۲۳۲۴) اور جائز الحدیث (معرفۃ الثقات ج ۲ص ۷۲، تحت رقم ۱۰۱۸) قرار دیا ہے۔''صالح الحدیث'' کو الفاظِ تعدیل میں شمار کیا گیا ہے (قواعد علوم الحدیث ص ۲۴۹)۔

ا حضرت امام بزارؒ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، قَالَ: نا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، قَالَ: نا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِي فِي بُكُورِهَا. وَهٰذَا الْحَدِيثُ لَا نَعْلَمُهُ يُرْوَىٰ عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مِنْ هٰذَا

الْوَجْهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ، وَالنُّعْمَانُ بْنُ سَعْدٍ لا نَعْلَمُ أَحَدًا أَسْنَدَ عَنْهُ، إِلَّا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحَاقَ هٰذَا وَهُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحَاقَ أَبُو شَيْبَةَ، وَهُوَ وَاسِطِيٌّ حَدَّثَ عَنْهُ عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ، وَالْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ الْمُزَنِيُّ، وَمَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ. صَالِحُ الْحَدِيثِ.

(مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار ،مسند علی بن ابی طالب ﷺ ج ۲ص ۲۷۷،۲۷۸،رقم الحدیث ۶۹۶ .المؤلف: أبو بكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار (المتوفی ۲۹۲ھ).المحقق :محفوظ الرحمن زين الله، وعادل بن سعد، وصبری عبد الخالق الشافعي. الناشر :مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنورة.الطبعة:الأولى)

۲ امام بزارؒ دوسری جگہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ شَبُّوَيْهِ الْمَرْوَزِيُّ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْجُنَيْدِ، قَالَا: أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبِی، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْحَكَمِ، وَهُوَ ابْنُ أَخِي عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدِ اسْتَجَنَّ بِجُنَّةٍ كَثِيفَةٍ مِنَ النَّارِ مَنْ سَلَفَ بَيْنَ يَدَيْهِ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ فِي الْإِسْلَامِ. وَهٰذَا الْحَدِيثُ لا نَحْفَظُ لَهُ طَرِيقًا عَنْ عُثْمَانَ إِلَّا هٰذَا، وَلا يُحْفَظُ هَذَا اللَّفْظُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ، وَإِنْ كَانَ قَدْ رُوِيَ نَحْوُ مَعْنَاهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وُجُوهٍ. وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحَاقَ كُوفِيٌّ يُقَالُ لَهُ أَبُو شَيْبَةَ، حَدَّثَ عَنْهُ مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، وَالْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ، وَعَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، وَحَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ وَغَيْرُهُمْ، وَلَيْسَ حَدِيثُهُ حَدِيثَ حَافِظٍ، وَقَدِ احْتُمِلَ حَدِيثُهُ.

(مسند البزار، مسند عثمان بن ابی العاص، ج ۶ ص ۳۱۱، ۳۲۱۔ رقم الحدیث ۲۳۲۴)

نوٹ حضرت امام بزارؒ کی مذکورہ عبارات سے عبدالرحمٰنؒ کے صالح الحدیث اور اور قابل تحمل ہونے کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کے حافظہ میں کچھ کلام ہے، مگر وہ شدید نہیں۔

۳ حضرت امام عجلیؒ فرماتے ہیں:

عبد الرَّحمٰن بن إِسحَاق بن سعد بن الْحَارِث أَبُو شيبَة الوَاسِطِيّ ضَعِيف، جَائِز الحَدِيث، يكْتب حَدِيثه.

(معرفة الثقات من رجال أهل العلم والحديث ومن الضعفاء وذكر مذاهبهم وأخبارهم، ج۲ص۷۲رقم1018. المؤلف: أبو الحسن أحمد بن عبد الله بن صالح العجلي الكوفي (المتوفى ۲۶۱ھ). المحقق: عبد العليم عبد العظيم البستوى. الناشر: مكتبة الدار، المدينة المنورة، السعودية. الطبعة: الأولى، ۱۴۰۵ھ)

نوٹ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی حدیث حسن درجہ کی ہے۔ حضرت امام بزارؒ اور حضرت امام عجلیؒ کے مذکورہ معتدل فیصلے سے حضرت ابوحاتمؒ وغیرہ کے یہ کہنے ''لا یحتج بحدیثہ'' کا بھی جواب ہوگیا کیونکہ حضرت امام ابوحاتمؒ کی متعدد جروح کو محدثین کرامؒ نے مبالغہ پر محمول کیا ہے اور ان کی جرح کو معتدل نہیں سمجھا ہے۔

(قواعد علوم الحدیث ص ۲۴۹)

بفرض تسلیم یہ اس وقت ہے جب کہ اس کی تائید دیگر روایات سے نہ ہو، اور یہاں مسئلہ زیر بحث میں معاملہ اس طرح نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ متعدد مجتہدین اور فقہاءؒ نے عبدالرحمٰن بن اسحاقؒ کی مذکورہ حدیث سے حجت پکڑی ہے۔ لہٰذا ان کا یہ قول مجتہدینؒ کے فیصلے سے متعارض بھی ہے اور ان پر حجت بھی نہیں ہے۔

3 امام ترمذیؒ نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ عبدالرحمٰن بن اسحٰقؒ پر بعض محدثینؒ نے کلام کیا ہے اور وہ کلام بھی ان کے حفظ کے سلسلہ میں کیا گیا ہے، نہ کہ فسق وکذب کے سلسلہ میں۔ نیز ان کے حفظ کے سلسلہ میں وہ کلام بھی زیادہ شدید نہیں ہے۔

۱ **حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ**

إِسْحَاقَ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرَفًا تُرىٰ ظُهُورُهَا مِنْ بُطُونِهَا وَبُطُونُهَا مِنْ ظُهُورِهَا. فَقَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: لِمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: لِمَنْ أَطَابَ الْكَلَامَ، وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَأَدَامَ الصِّيَامَ، وَصَلّٰى بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ. هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ. وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْحَدِيثِ فِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ هٰذَا مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ، وَهُوَ كُوفِيٌّ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحَاقَ الْقُرَشِيُّ مَدَنِيٌّ وَهُوَ أَثْبَتُ مِنْ هٰذَا، وَكِلَاهُمَا كَانَا فِي عَصْرٍ وَاحِدٍ.

(ترمذی ص۷۹۵ کتاب البر والصلۃ تحت حدیث ۱۹۸۴)

۲ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَغُرَفًا تُرىٰ ظُهُورُهَا مِنْ بُطُونِهَا وَبُطُونُهَا مِنْ ظُهُورِهَا. فَقَامَ إِلَيْهِ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: لِمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: هِيَ لِمَنْ أَطَابَ الْكَلَامَ، وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَأَدَامَ الصِّيَامَ، وَصَلّٰى لِلّٰهِ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ. هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ. وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ هٰذَا مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ وَهُوَ كُوفِيٌّ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحَاقَ الْقُرَشِيُّ مَدِينِيٌّ وَهُوَ أَثْبَتُ مِنْ هٰذَا

(ترمذی، کتاب صفة الجنة، رقم الحدیث ۲۵۲۷)

نوٹ حضرت امام ترمذیؒ کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ ان پر بعض محدثین کرامؒ نے کلام کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ محدثین کرامؒ نے ان کی عدالت پر کلام نہیں کیا ہے بلکہ حفظ کی جہت سے کلام کیا ہے۔ نیز حضرت امام ترمذیؒ کے عبدالرحمن بن اسحاق مدنیؒ کو "وَهُوَ أَثْبَتُ مِنْ هٰذَا" فرمانے سے ان کے مقابلہ میں عبدالرحمن بن اسحاق کوفیؒ کا کم از کم ثبت ہونا بھی معلوم ہوا۔

☆ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (المتوفی ۱۳۹۴ھ) فرماتے ہیں:

قلت: فالحفظ ليس بشرط لصحة الحديث.

(مقدمه اعلاء السنن: قواعد في علوم الحديث ، ج۱۹ص۴۱۳)

ترجمہ میں کہتا ہوں: حفظ، حدیثِ صحت کی شرائط میں سے نہیں ہے۔

4 امام ترمذیؒ نے عبدالرحمٰن بن اسحٰقؒ کی بعض احادیث پر تحسین کا بھی حکم لگایا ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: سَأَلَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: أَيُّ شَهْرٍ تَأْمُرُنِي أَنْ أَصُومَ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ، قَالَ لَهُ: مَا سَمِعْتُ أَحَدًا يَسْأَلُ عَنْ هٰذَا، إِلَّا رَجُلًا سَمِعْتُهُ يَسْأَلُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا قَاعِدٌ عِنْدَهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَيُّ شَهْرٍ تَأْمُرُنِي أَنْ أَصُومَ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ، قَالَ: إِنْ كُنْتَ صَائِمًا بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ فَصُمِ الْمُحَرَّمَ، فَإِنَّهُ شَهْرُ اللّٰهِ، فِيهِ يَوْمٌ تَابَ فِيهِ عَلٰى قَوْمٍ، وَيَتُوبُ فِيهِ عَلٰى قَوْمٍ آخَرِينَ. هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

(ترمذی: ص۳۲۹ رقم الحدیث ۷۴۱ طبع دار المعرفہ، بیروت)۔

☆ پس اس وجہ سے ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کے سنت ہونے کی یہ حدیث حسن درجہ میں داخل ہے۔

5 امام احمدؒ نے اس حدیث کو مسند احمد (مسند احمد ج۱ص۱۰۹ رقم ۸۷۵) میں بیان کیا ہے۔ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔اس روایت کو ان کے بعض متبعین نے مشہور اور قوی قرار دیا ہے (مسائل الامام احمد بن حنبلؒ وابن راہویہ ج۱ص۱۳۹؛ **متن الخرقي علىٰ مذهب أبي عبد الله احمد بن حنبل**ؒ ج۱ص۲۲، **باب استقبال القبلة**)۔بعض نے اس کی تصحیح بھی فرمائی ہے۔متعدد اور معتمد حنابلہ نے کتب فقہ میں اسی کو اختیار کیا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ امام احمدؒ نے بھی اس حدیث کے ضعف کو مقبول درجہ دیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت امام احمدؒ، حضرت عبدالرحمٰن بن اسحاقؒ کو ضعیف کہنے کے باوجود یہ بھی فرماتے ہیں:

والمدنی أعجب الی من الواسطی. (تہذیب التہذیب ج٦ ص١٢٤)

ترجمہ حضرت عبدالرحمٰن بن اسحٰق قرشی مدنیؒ مجھے عبدالرحمٰن بن اسحٰق واسطی کوفیؒ سے زیادہ پسند ہے۔

6 عبدالرحمٰن بن اسحٰقؒ کی اس روایت کو متعدد محدثینؒ نے اپنی کتب احادیث میں روایت کیا ہے۔ امام احمد (مسند احمد ج ا ص ١٠٩ رقم ٨٧٥)، ابوداؤد (رقم ٧٥٦)، دار قطنی (رقم ١١٠٢، ١١٠٣)، ابن ابی شیبہ (رقم ٣٩٦٦)، طحاوی (احکام القرآن طحاوی، کتاب الصلاۃ تاویل قوله تعالیٰ: فصل لربک وانحر)، اور امام ابن المنذر (الاوسط لابن المنذر تحت رقم الحدیث ١٢٤٢) نے اس روایت کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

7 درجہ ذیل محدثین کرام سے، عبدالرحمٰن بن اسحاقؒ کی تعدیل یا روایت لینا ثابت ہے۔

١	امام حاکمؒ	صحیح له فی المستدرک	رقم:١٩٧٣، ٣٤٢٢، ٨٦٨٨
٢	امام ذہبیؒ	سکوت	رقم:١٩٧٣
		علی شرط مسلم	رقم ٣٤٢٢
		امام ذہبیؒ نے اس راوی کو ضعیف بھی کہا ہے	رقم:٣٤٧٧
٣	ابن ملقنؒ	سکوت فی الاستدراک	رقم:١٩٧٣، ٣٤٢٢
٤	امام ترمذیؒ	قال: هذا حديث حسن غريب.	سنن ترمذی رقم:٧٤١
		وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ هٰذَا مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ	سنن ترمذی رقم:١٩٨٤، ٢٥٢٧
٤	امام بن خزیمہؒ	احتج فی صحیحه	ابن خزیمہ رقم ١٩٥٩
٦	حافظ ابن حجرؒ	مائل به تحسين	القول المسدد صفحہ ٣٥
٧	علامہ ابن قیمؒ	قال: "والصحيح حديث علیؓ"	بدائع الفوائد ٣/٩١

٨	امام ابن معینؒ	احتج فی تاریخ	تاریخ الدوری ۱/۲۴۱ رقم: ۱۳۸۳
٩	امام عجلیؒ	ضعیف، جائز الحدیث، یکتب حدیثه	معرفة الثقات رقم: 1018
١٠	امام المقدسیؒ	احتج فی المختاره	الاحادیث المختاره رقم: ۴۸۹، ۴۹۰
١١	امام رازی تمامؒ	احتج	فوائد تمام رقم: ۳۶۰، ۲۰۲
١٢	امام سیوطیؒ	مائل به تحسین	التعقبات
١٤	امام بزارؒ	صالح الحدیث	مسند البزار رقم ۶۹۶
١٥	ڈاکٹر عبد المالک	حسن	حاشیہ ضیاء المختارہ رقم: ۴۸۹، ۴۹۰
١٦	علامہ البانیؒ	حکم علی حدیث: حسن	حاشیہ سنن ترمذی ۲۵۲۷
١٧		صحیح لغیرہ	حاشیہ سنن ترمذی ۲۹۰۹

☆ اس تفصیل سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ عبد الرحمٰن بن اسحاقؒ ثقہ اور کم از کم حسن الحدیث راوی ہے۔

8 حضرت عبد الرحمٰن بن اسحاقؒ قرونِ ثلاثہ میں سے ہیں جن کو ہمارے نزدیک عدالت پر محمول کیا جائے گا اور ان کو ثقہ و عادل قرار دیا جائے گا، اور ان کو فاسق و کاذب نہیں کہا جائے گا۔

9 علامہ شیخ محمد ہاشم سندھی ٹھٹھویؒ فرماتے ہیں:

فجهالة حال الرجل فی القرون الثلاثة لا تضر عند الحنفية، وتكون محمولة على العدالة، بشهادة النبی ﷺ لأهل ثلاثتها بالخيرية، كما هو مصرح به فی التوضيح وغيره من كتب أصول الحنفية. ولا شك أن عبد الرحمٰن المذكور من أهل القرن الثالث -أی أتباع التابعين- لما ذكره الحافظ ابن حجر فی التقريب: أن عبد الرحمٰن بن اسحاق من الطبقة السابعة. وقال هو أيضاً فی مقدمة التقريب: ان المراد بالطبقة السابعة أتباع التابعين: كالامام مالك وأمثاله. فتدبر.

(حاشیہ، ترصیع الدرة علی درهم الصرة ص۸۱۔ طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، ۱۴۱۴ھ)

ترجمہ قرونِ ثلاثہ میں کسی شخص کا مجہول الحال ہونا حنفیہ کے نزدیک نقصان دہ نہیں ہے، اور اس کو عدالت پر ہی محمول کیا جائے گا کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے قرونِ ثلاثہ کے خیر ہونے کی شہادت دی ہے جیسا کہ توضیح اور احناف کی دوسری اصول کی کتابوں میں مذکور ہے۔ اس میں کوئی شک ہی نہیں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن اسحاقؒ قرونِ ثلاثہ یعنی تبع تابعینؒ میں سے ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب: ''تقریب'' میں کہا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن اسحاقؒ راویوں کے طبقہ سابعہ میں سے ہے۔ اور انھوں نے تقریب کے مقدمہ میں فرمایا ہے: طبقہ سابعہ میں تبع تابعینؒ مراد ہیں جیسے حضرت امام مالکؒ اور ان کے ہم عصر۔ لہٰذا تدبر و فکر سے کام لو۔

10 یہی وجہ ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن اسحاقؒ پر جن محدثین کرامؒ نے جرح فرمائی ہے (مثلاً ضعیف، منکر وغیرہ)۔ ان کی جرح کے الفاظ مرتبہ رابعہ سے نیچے کے ہیں، جو راوی میں فسق یا کذب کو ثابت نہیں کرتے، اور ان کی عدالت کو مجروح نہیں کرتے، بلکہ بعض الفاظ تو سرے سے باعثِ جرح ہی نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے ضعف پر اتفاق نہیں۔ (قواعد فی علوم الحدیث ص۲۵۱، ۲۵۲)۔

11 اس روایت میں حضرت عبدالرحمٰن بن اسحاقؒ سے روایت کرنے والے اور جن سے یہ روایت کرتے ہیں، ان راویوں کے متعدد اور ایک دوسرے کے متابع نیز ثقہ راویوں کے ان سے روایت کرنے کے باعث بھی اس حدیث کا ضعف کافی حد تک دور ہو جاتا ہے۔

12 علامہ شیخ محمد ہاشم سندھی ٹھٹھویؒ فرماتے ہیں:

الضعيف يتقوى بكثرة الطرق سواء كان مداره على واحد أو منقولاً عن كثيرين كما أفادته عبارة التحرير تلويحاً وعبارة شرحه تصريحاً. ومن ادعىٰ خلاف ذالك فعليه بالدليل على.........ثم ان سلمنا أن الحديث الضعيف لا يتقوى بكثرة الطرق اذا كان المدار على واحدٍ

فنقول حديث علي رضي الله عنه يتقوى بسائر الحديث و الآثار التي قدمناها في درهم الصرة. والأثر وان اختلف في كونه دليلاً مستقلاً لكنه لا شك في كونه مرجحاً.

(ترصيع الدرة على درهم الصرة ص۷۹۔ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، ۱۴۱۴ھ)

ترجمہ ضعیف حدیث طرق کی کثرت سے قوی ہو جاتی ہے، چاہے اس کا مدار کسی ایک راوی پر ہو، یا وہ کثیر تعداد میں ہوں، جیسا کہ کتاب: ''تحریر'' میں کنایہ کے طور پر بیان ہوا ہے اور اس کی شرح میں صراحتاً بیان ہوا ہے۔ جو اس کے خلاف دعویٰ کرتا ہے تو اس کے ذمہ دلیل کا بیان کرنا لازم ہے۔

پھر اگر ہم اس بات کو بھی تسلیم کر لیں کہ ضعیف حدیث کثرتِ طرق سے قوی نہیں ہوتی، جب اس کا مدار ایک ہی راوی پر ہو۔ تو پھر ہم کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ان تمام احادیث و آثار سے قوی ہوتی ہے جن کو ہم نے درہم الصرہ میں بیان کر دیا ہے۔ اور اثر کے اگرچہ مستقل دلیل کے طور پر تسلیم کرنے میں اختلاف ہے لیکن اس کے مرجح ہونے کوئی شک ہی نہیں ہے۔

13 اس روایت کے ساتھ جب حضرت وائل بن حجر ﷺ کی روایت (مصنف ابن ابی شیبہ ج۳ ص۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲ رقم ۳۹۵۹)، حضرت ابومجلزؒ (مصنف ابن ابی شیبہ ج۳ ص۳۲۳ رقم ۳۹۶۳) اور حضرت ابراہیم نخعیؒ (مصنف ابن ابی شیبہ ج۳ ص۳۲۲ رقم ۳۹۶۰) کی روایت کو ملایا جائے تو پھر تائیداً اور استشہاداً اس روایت کے قبول ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

جب کہ ہمارے نزدیک اگر سرے سے یہ روایات نہ ہوتیں، تب بھی حضرت ابومجلزؒ اور حضرت ابراہیم نخعیؒ جیسے جلیل القدر تابعینؒ کے اقوال اقتداء و حجت کے لیے کافی تھے۔

14 جب کسی حدیث سے مجتہد استدلال کرے تو وہ حدیث اس کے نزدیک مقبول ہونے کی دلیل ہوتی ہے، بلکہ مجتہد کے اجتہاد سے حدیث کا ضعف دور ہو کر وہ حدیث حسن لغیرہٖ میں داخل ہو جاتی ہے، اگرچہ فی نفسہٖ ضعیف ہو۔

متعدد مجتہدین نے حدیثِ علیؓ اور حدیثِ ابوہریرہؓ سے استدلال کیا ہے، جیسا کہ باب نمبر 3 میں بیان ہو چکا ہے۔ حضرت امام طحاویؒ جو کہ خود مجتہد ہیں ان کا استدلال بھی باب 3 میں بیان ہو چکا ہے۔ یہ بات ممکن ہے کہ محدثین کرامؒ ایک روایت کو ضعیف کہیں مگر وہ حدیث مجتہد کے نزدیک ضعیف نہ ہو۔

نیز جب کسی حدیث کی عمل سے موافقت ہو جائے، یا اس کی کوئی روایت شاہد ہو، تو یہ بھی ضعیف حدیث کی صحت کا قرینہ بن جاتا ہے۔ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین کرامؒ اور بعد کے بہت سے اہلِ علم حضرات کے عمل کا ذکر گزر چکا ہے۔

حضرت امام ترمذیؒ (المتوفی ۲۷۹ھ) فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّنَا، فَيَأْخُذُ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ. وَفِي البَابِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، وَغُطَيْفِ بْنِ الحَارِثِ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ مَسْعُودٍ، وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ. حَدِيثُ هُلْبٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَالعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالتَّابِعِينَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ، يَرَوْنَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ يَمِينَهُ عَلٰى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ، وَرَأٰى بَعْضُهُمْ أَنْ يَضَعَهُمَا فَوْقَ السُّرَّةِ. وَرَأٰى بَعْضُهُمْ: أَنْ يَضَعَهُمَا تَحْتَ السُّرَّةِ. وَكُلُّ ذٰلِكَ وَاسِعٌ عِنْدَهُمْ .وَاسْمُ هُلْبٍ: يَزِيدُ بْنُ قُنَافَةَ الطَّائِيُّ.

(ترمذی ص ۱۲۹ رقم ۲۵۲ طبع دار المعرفہ، بیروت)

ترجمہ حضرت قبیصہ بن ہلبؒ اپنے والد حضرت ہلب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری امامت فرماتے تھے، تو اپنے بائیں ہاتھ کو اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیا کرتے تھے۔

☆ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ، حضرت غطیف بن حارث رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے احادیث مروی ہیں۔ حضرت ہلب رضی اللہ عنہ کی (مذکورہ) حدیث ''حسن'' ہے۔ اسی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعینؒ اور ان کے بعد کے اہلِ علم (تبع تابعینؒ) حضرات کا عمل ہے، جو یہ فرماتے ہیں کہ آدمی نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے۔ اور ان (صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ) میں سے بعض اہلِ علم حضرات ہاتھوں کو ناف کے اوپر اور بعض ناف کے نیچے رکھنے کے قائل ہیں۔ ان سب (یعنی ناف سے اوپر اور نیچے ہاتھ رکھنے) کی ان کے نزدیک گنجائش ہے۔

15 علامہ شیخ محمد ہاشم سندھی ٹھٹھویؒ (المتوفی ۱۱۷۴ھ) فرماتے ہیں:

ثم لا یخفیٰ علیکم انا لا نکتفی فی الاحتجاج علی الوضع تحت السرۃ بحدیث فیہ عبد الرحمٰن بن اسحاق، بل احتجاجنا بحدیث وائل بن حجر المذکور فی مصنف أبی بکر بن أبی شیبۃ بسند جید لا غبار فیہ کما ھو معلوم عندکم.

(معیار النُّقَّاد فی تمییز المغشوش عن الجیاد ص۱۰۱ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، ۱۴۱۴ھ)

ترجمہ پھر تم پر یہ بات مخفی نہیں رہنی چاہیے کہ ہم نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے دلائل میں صرف اسی حدیث پر اکتفاء نہیں کرتے، جس میں حضرت عبد الرحمٰن بن اسحاقؒ مذکور ہیں، بلکہ ہماری دلیل حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ (رقم ۳۹۵۹) میں ہے جس کی سند بے غبار جید ہے، جیسا کہ یہ بات تم کو بھی معلوم ہے۔

16 زبیر علی زئی غیر مقلد نے ''نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام'' (صفحہ ۱۱،۱۲) میں مختلف محدثین کرامؒ سے عبد الرحمٰن بن اسحاقؒ کی تضعیف نقل کی ہے، مگر تحقیق کے معیار کو برقرار نہ رکھ سکے۔ زبیر علی زئی غیر مقلد نے وہی اعتراضات نقل کیے ہیں، جو عبد الرحمٰن بن اسحاقؒ پر محدثین کرامؒ نے نقل در نقل اپنی کتابوں میں لکھے ہیں۔ یہاں موضوع کو مدِ نظر رکھتے ہوئے انتہائی ضروری ہے کہ محدثین کرامؒ کی تحقیق کا منصفانہ جائزہ لیا جائے

5.3.2.1:۔عبدالرحمٰن بن اسحاقؒ پر جرح کی تحقیق

زبیر علی زئی نے اپنی کتاب:''نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام'' (۱۱،۱۲) میں عبدالرحمٰن بن اسحاقؒ پر تقریباً بیس (۲۰) محدثین کرامؒ سے جرح نقل کی ہے۔مگر یہ تمام جرحیں غیر مفسر ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہوسکتیں۔اگر بالفرض ان جروح کی حیثیت کو مان بھی لیا جائے تو دیگر محدثین کرامؒ کی تصحیح اوراس کی روایت سے احتجاج کی بنا پر یہ راوی ساقط الاعتبار ہو نہیں سکتا۔اور جب کہ اس حدیث کے دیگر شواہد بھی موجود ہیں۔

زبیر علی زئی غیر مقلد نے''نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام'' (ص ۱۱،۱۲) میں جن محدثین کرامؒ سے جروح نقل کی ہیں۔اس میں ان جروح کا سبب بیان نہیں کیا گیا۔جس کی وجہ سے یہ جروح مبہم رہیں گی۔اب قابل توجہ امر یہ ہے کہ محدثین کرامؒ نے عبدالرحمٰن بن اسحاق الکوفیؒ پر یہ جروح کیوں کی ہیں؟ اوراس کے اسباب کیا تھے؟ اس سبب کو محدث ابن جوزیؒ اورابن خزیمہؒ نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

1 محدث ابن جوزیؒ کے قول کی تحقیق

محدث ابن جوزیؒ اپنی کتاب الضعفاء والمتروکون میں لکھتے ہیں:

عبد الرَّحْمَن بن إِسْحَاق بن الْحَارِث أَبُو شيبة الوَاسِطِيّ يروى عَن أَبِيه وَعَن الشّعبِيّ ومحارب وَيحدث عَن النُّعْمَان عَن الْمُغيرَة أَحَادِيث مَنَاكِير.

(الضعفاء والمتروكون، ج۲ص۸۹رقم۱۸۵۰.المؤلف: جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي (المتوفى ۵۹۷ھ). المحقق: عبد الله القاضي. الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت. الطبعة: الأولى، ۱۴۰۶ھ)

ترجمہ حضرت عبدالرحمٰن بن اسحاقؒ اپنے باپ، امام شعبیؒ، حضرت محاربؒ سے روایات بیان

کرتا ہے اور نعمان عن المغیرۃ کی سند سے احادیث مناکیر روایت کرتا ہے۔

یہاں پر واضح ہو گیا کہ عبدالرحمٰن بن اسحاقؒ پر جرح کی وجہ عبد الرحمٰن عن نعمان عن المغيرة کی سند پر ہے۔اور ابن جوزیؒ کی اس خاص جرح کی وجہ سے عبد الرحمن عن نعمان عن علیؓ کی عام سند پر اعتراض کرنا غلط ہے۔ یہ نکتہ یادرہے کہ ابن جوزی نے جس سند پر اعتراض کیا اس میں حضرت مغیرۃؓ کا تذکرہ ہے۔ جب کہ ہماری پیش کردہ سند میں حضرت علی المرتضیٰؓ ہیں۔ لہٰذا اس فرق کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔اور کوئی غیر مقلد اس میں بد دیانتی نہ کرے۔

مزید یہ نکتہ بھی بہت اہم اور قابل دید ہے کہ حضرت علامہ ابن جوزیؒ نے عبدالرحمٰنؒ پر ضعیف کی نہیں بلکہ احادیث مناکیر کی جرح کی ہے،اور اس اعتراض کا یہ مطلب نہیں بنتا کہ راوی ضعیف ہے بلکہ ایک طالب علم کو بھی یہ بات معلوم ہے کہ اس سے مراد روایت میں تفرد ہے نہ کہ ضعف۔

دوسرا یہ بھی اصول مدِ نظر رکھنا چاہیے کہ اگر تفرد والی حدیث یا روایت کی متابعت یا شواہد مل جائیں تو وہ حدیث صحیح ہوتی ہے۔اور ہماری پیش کردہ روایات کے متعدد شواہد اور متابعات موجود ہیں، جس سے اس روایت کے کم از کم حسن ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

اگر عبدالرحمن بن اسحاق عن نعمان عن علیؓ والی سند پر بھی احادیث مناکیر کی جرح ہو،تب بھی متابعت اور شواہد سے جرح ختم ہو جاتی ہے۔لہٰذا عبدالرحمٰن بن اسحاقؒ پر جرح مطلق علی الاطلاق لاگو نہیں ہوتی ہے جب کہ اس کے شواہد موجود ہیں۔

2 ابن خزیمہؒ کے قول کی تحقیق

اعتراض امام ابن خزیمہ نے کتاب التوحید (ج ا ص ۳۲۵) میں عبدالرحمن بن اسحاق عن نعمان بن سعد عن علی والی سند کے بارے میں لکھا ہے کہ عبدالرحمن بن اسحاق عن نعمان بن سعد عن علی کی سند سے اخبار منکرہ روایت کرتا

ہے۔

جواب امام ابن خزیمہؒ کی یہ جرح مختلف وجوہات کی وجہ سے قابل التفات نہیں ہے۔

۱ اخبار منکرہ سے مراد روایت یا راوی کا ضعف نہیں بلکہ تفرد مراد ہے۔اور تفرد والی جرح کو ضعیف ہونے پر لاگو کرنا ایک علمی بدیانتی ہے۔اور اس طرح کی بدیانتی تو غیر مقلد زبیر علی زئی کی تحریروں میں عام ہے۔

۲ امام ابن خزیمہؒ نے اپنی دوسری کتاب صحیح ابن خزیمہ میں **عبدالرحمن بن اسحاق عن نعمان بن سعد عن علی** والی سند روایت کی ہے اور عبدالرحمٰنؒ پر صراحتاً کوئی جرح نقل نہیں کی۔

امام ابن خزیمہؒ نے عبدالرحمٰن کے بارے میں لکھا ہے کہ **فان فی القلب من عبدالرحمن بن اسحاق** (صحیح ابن خزیمہ ج۳ ص۳۰۶)

ترجمہ میرے دل میں عبدالرحمٰن بن اسحاقؒ کے بارے میں شک ہے

مگر یاد رہے کہ اس قسم کے اقوال سے بھی راوی ضعیف ثابت نہیں ہوتا ہے۔

۳ اگر امام ابن خزیمہ کی جرح **عبدالرحمن عن نعمان عن علی** پر بالفرض منطبق کر لی جائے، تو پھر بھی اس سند کے دوسرے متابعات اور شواہد موجود ہیں۔لہٰذا اس سند پر اعتراض درست نہیں ہے۔مزید یہ کہ ابن خزیمہؒ نے اخبار منکرۃ کا اطلاق کیا ہے۔ جس یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عبدالرحمٰن بن اسحاقؒ مطلقاً ضعیف ہے اور نہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کی تمام روایات منکر ہیں۔

۴ اگر ہم محدث ابن خزیمہؒ اور ابن جوزیؒ کی جرح کا تفصیلی جائزہ لیں تو ان کے اقوال کی حقیقت عیاں ہوجاتی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ محدثین کرام کو اعتراض **عبدالرحمن بن اسحاق عن نعمان بن سعد عن المغیرۃ** کی سند پر تھا۔ اس طرح کے راویوں کی مثالیں اسماء الرجال کی کتابوں میں متعدد مقامات پر موجود ہیں۔جمہور محدثین کرام نے **عبدالرحمن بن اسحاق عن نعمان بن سعد عن علیؓ** کی سند والی روایات نقل کی ہیں اور اس پر اعتماد ظاہر کیا ہے۔جن سے **عبدالرحمن بن اسحاق عن نعمان بن سعد عن علیؓ** کی سند کی ثقاہت

مزید واضح ہو جاتی ہے۔

3 حضرت امام احمدؒ کے قول کی تحقیق

اعتراض زبیر علی زئی صاحب اپنے مضمون میں امام احمد بن حنبل کے حوالہ (کتاب العلل ج ۱ ص ۳۵۰ رقم ۱۲۸۹) سے عبد الرحمٰن بن اسحاق الکوفی کو متروک الحدیث لکھا ہے۔
(الحدیث: ۹۰ صفحہ ۲۳، ۲۴)

جواب زبیر علی زئی نے ان الفاظ سے متصل آگے مزید الفاظ کو چھپا کر بہت بڑی علمی خیانت کی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کی پوری عبارت یوں ہے:

سَمِعت أبی یَقُول: عبد الرَّحمٰن بُن إِسحَاق الكُوفِی مَترُوك الحَدِیث یَعْنِی الَّذِی یحدث عَنهُ بن إِدرِیس وَابْن فُضَیل.

(العلل و معرفة الرجال، ج ۲ ص ۲۸۶ رقم ۲۲۷۸. المؤلف: أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشیبانی (المتوفی ۲۴۱ھ). المحقق: وصی اللّٰه بن محمد عباس. الناشر: دار الخانی، الریاض. الطبعة: الثانیة، ۱۴۲۲ھ)

ترجمہ حضرت امام احمدؒ کے صاحب زادے حضرت عبد اللہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت عبد الرحمٰن بن اسحاق کوفیؒ متروک الحدیث ہے، یعنی متروک الحدیث صرف اس وقت ہیں جب ان سے ابن ادریسؒ اور ابن فضیلؒ روایت کریں۔

لہٰذا نسبتی جرح کو مطلقاً جرح بنا دیا۔ اور علمی خیانت کا ثبوت پیش کیا۔

4 امام ترمذیؒ اور امام حاکمؒ کی تحسین وتصحیح پر اعتراض

زبیر علی زئی غیر مقلد نے اپنی کتاب: نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام (ص ۱۲) میں لکھتے ہیں: ''حالانکہ ترمذی اور حاکم دونوں ان لوگوں (حنفی) کے نزدیک تساہل کے ساتھ مشہور ہیں........اسی لیے بقول حافظ ذہبیؒ: ''علماء ترمذیؒ کی تصحیح پر اعتماد نہیں کرتے''۔

الزامی جواب زبیر علی زئی غیر مقلد کے اکابر مولانا مبارکپوریؒ امام ترمذیؒ کی تحسین کے بارے میں لکھتے ہیں: ''میں کہتا ہوں کہ ترمذیؒ کی تصحیح اور تحسین پر اعتماد اس وقت نہیں جب وہ صحیح یا حسن کہنے میں منفرد ہوں مگر جب ائمہ حدیثؒ میں دوسرے بھی ان کی موافقت کریں تو پھر وہ غیر معتمد نہیں بلکہ ان کی تصحیح وتحسین پر اعتماد کیا جائے گا (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص۱۷۲)۔

یہ ایک عجیب تضاد ہے کہ فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ پر تو امام ترمذیؒ اور امام حاکمؒ کی تحسین کو قبول کرنا اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے مسئلہ پر اِن کی تحسین اور تصحیح کو رد کرنا۔ کیا یہ مسلکی حمایت کا شاخسانہ نہیں؟ اُمید ہے کہ اِس کا جواب زبیر علی زئی غیر مقلد ضرور دیں گے۔

بقول علامہ مبارکپوریؒ غیر مقلد امام ترمذیؒ اور امام حاکمؒ کی تصحیح تو اس وقت قابل قبول نہیں جب یہ کسی راوی کی توثیق میں تنہا ہوں۔ جبکہ عبد الرحمٰن بن اسحاقؒ کی توثیق متعدد محدثین نے کی ہے جیسے کہ پہلے ان حوالہ جات کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔ لہٰذا اس حدیث پر غیر مقلدین حضرات کا اعتراض کرنا فضول اور اسماء الرجال کی روشنی میں غلط ہے۔

5.4:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی تحقیق

حدثنا مسددٌ، أخبرنا عبد الواحد بنُ زيادٍ، عن عبد الرحمٰن بن اسحاق الكوفيِّ، عن سيارٍ أَبي الحَكَمِ، عن أبي وائل، قال: قال ابوهريرة: أَخذُ الْأَكُفِّ عَلَى الْأَكُفِّ فِي الصلاةِ تَحتَ السُّرَّةِ.

(سنن ابی داؤد ج ا ص ۲۸۷ رقم ۷۵۸ طبع دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۲ھ؛ الأوسط في السنن والإجماع والاختلاف، ج ۳ ص ۹۴ رقم ۱۲۹۱. المؤلف: أبو بكر محمد بن إبراهيم بن المنذر النيسابورى (المتوفى ۳۱۹ھ). تحقيق: أبو حماد صغير أحمد بن محمد حنيف. الناشر: دار طيبة، الرياض، السعودية. الطبعة: الأولى ۱۴۰۵ھ؛ المحلی ابن حزم: ۳/۳۰)

ترجمہ حضرت ابو وائلؒ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا ہے۔

سند کی تحقیق

شقیق بن سلمۃؒ (ابی وائلؒ)	ثقة	(تقریب التہذیب ۱/۴۲۱)
سیار بن الحکمؒ	صدوق ثقة	(تقریب:۲۷۹۴)
عبدالرحمٰن بن اسحاق	حسن الحدیث	(ضیاء المختارہ:۲/ ۱۱۷ رقم ۴۸۹)
عبدالواحد بن زیاد	ثقة	(تہذیب التہذیب:۶/ ۳۰۵)
مسدد بن مسرھد	ثقه حافظ	(تقریب رقم:۶۸۷۰)

نوٹ اس حدیث کی سند بھی حسن ہے۔ یاد رہے کہ عبدالرحمٰن بن اسحاقؒ پر جرح صرف عن نعمان عن المغیرة والی سند پر ہے۔ جب کہ حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کی سند عبدالرحمن بن اسحاق عن سیار بن الحکم عن ابی وائل، قال: قال ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

عبدالرحمن بن اسحاق عن سیار بن الحکم عن ابی وائل کی سند کو امام حاکم نے مستدرک حاکم رقم نمبر ۱۹۷۳، اور رقم نمبر ۳۶۰۵ کے تحت "ھذا حدیث صحیح" لکھا ہے، جس سے اس کی سند کی ثقاہت ثابت ہوتی ہے۔

تنبیہ حضرت شیخ ضیاء الدین أبو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد المقدسی (المتوفی ۶۴۳ھ) نے اپنی کتاب: الاحادیث المختارۃ میں سند: ثنا عبد الرَّحْمٰن بْنِ إِسْحَاقَ الْقُرَشِيِّ عَنْ سَيَّارٍ أَبِي الْحَكَمِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ کو حسن کہا ہے۔

۱ أَخْبَرَنَا الْمُبَارَكُ بْنُ أَبِي الْمَعَالِي بِبَغْدَادَ أَنَّ هِبَةَ اللّٰهِ بْنَ الْحُصَيْنِ أَخْبَرَهُمْ قِرَاءَةً عَلَيْهِ أَنا أَبُو عَلِيِّ بْنُ الْمُذْهِبِ أنا أَبُو بَكْرٍ الْقَطِيعِيُّ ثَنا عبد اللّٰه بن أحمد حدثني أَبُو عبد الرَّحْمَن عبد اللّٰه بن عمر ثنا أَبُو مُعَاوِيَة عَن عبد الرَّحْمَن بْنِ إِسْحَاقَ الْقُرَشِيِّ عَنْ سَيَّارٍ أَبِي الْحَكَمِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ أَتَى عَلِيًّا رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنِّي عَجَزْتُ عَنْ مكاتبتي فأعني فَقَالَ أَلا أعلمك كلمت علمنين رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ عَلَيْكَ مِثْلُ جَبَلِ صِيرٍ دَنَانِيرَ لَأَدَّاهُ اللّٰهُ عَنْكَ

قُلِ اللّٰهُمَّ اكْفِنِي بِحَلالِكَ عَنْ حرامك وأغنني بِفَضْلِك عَمَّن سواكَ. (إِسْنَاده حسن)

۲ وَأَخْبرنَا الإِمَام أَبُو بكر الْقَاسِم بن عبد اللّٰه بْنِ عُمَرَ الصَّفَّارُ قِرَاءةً عَلَيْهِ وَنَحْنُ نَسْمَعُ بِنَيسَابُورَ قِيلَ لَهُ أَخْبَرَكُمْ جَدُّكَ أَبُو حَفْصٍ عُمَرُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مَنْصُورٍ قِرَاءةً عَلَيْهِ أَنا أَحْمد بن خلف قَالَ أَنا عبد اللّٰه مُحَمَّد بن عبد اللّٰه الْحَافِظُ ثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عِصْمَةَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ ثَنَا أَبِي ثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَنَا أَبُو مُعَاوِيَة ثَنَا عبد الرَّحْمَن بْنِ إِسْحَاقَ الْقُرَشِيِّ عَنْ سَيَّارٍ أَبِي الْحَكَمِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ أَعِنِّي فِي مُكَاتَبَتِي فَقَالَ أَلَا أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ عَلَّمَنِيهِنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ عَلَيْكَ مِثْلُ جَبَلِ صِيرٍ دَيْنًا لَأَدَّاهُ اللّٰهُ عَنْكَ قُلِ اللّٰهُمَّ اكْفِنِي بِحَلالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَأَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ.

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْ عبد اللّٰه بن عبد الرَّحْمٰن عَنْ يَحْيَى بْنِ حَسَّانٍ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَهٰذِه رِوَايَةُ الْحَاكِمِ فِي كتاب الْمُسْتَدْرَك (إِسْنَاده حسن)

(الأحاديث المختارة أو المستخرج من الأحاديث المختارة مما لم يخرجه البخاری ومسلم فی صحيحهما، ج۲ص۱۱۷،۱۱۸،رقم۴۸۹،۴۹۰). المؤلف:ضياء الدين أبو عبد اللّٰه محمد بن عبد الواحد المقدسی (المتوفی ۶۴۳ھ). دراسة وتحقيق:معالی الأستاذ الدكتور عبد الملك بن عبد اللّٰه بن دهيش.الناشر:دار خضر للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت، لبنان.الطبعة:الثالثة، ۱۴۲۰ھ)

5.5:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث بطورِ شاھد

1 عن أَنَسٍ قال:"ثلاث من اخلاق النبوة: تعجيل الافطار، وتاخير

السحور، ووضع الید الیمنی علی الیسری فی الصلوة تحت السرة.

(المُحَلّٰی بالآثار ج۲ص۳۲ المؤلف:أبو محمد علی بن أحمد بن سعید بن حزم الأندلسی القرطبی الظاهری (المتوفی ۴۵۶ھ). الناشر:دار الفکر، بیروت؛وفی نسخةٍ:ج۴ص۱۱۳رقم۴۴۸)

2 روی سعید بن زَرْبِی عَن ثَابت عَن أنس قَالَ:"من أَخْلَاق النُّبُوَّة: تَعْجِيل الْإِفْطَار وَتَأْخِير السّحُور ووضعک يَمِينک على شمالک فِي الصَّلَاة تَحت السُّرَّة". تفرد بِهِ زربی وَلَيْسَ بِالْقَوِيّ.

(مختصر خلافیات البیهقی، ج۲ص۳۴.المؤلف: أحمد بن فَرح (بسکون الراء) بن أحمد بن محمد بن فرح اللَّخمی الإشبیلی، نزیل دمشق، أبو العباس، شهاب الدین الشافعی (المتوفی ۶۹۹ھ).المحقق: د .ذیاب عبد الکریم ذیاب عقل.الناشر:مکتبة الرشد، السعودیة،الریاض. الطبعة: الأولی، ۱۴۱۷ھ)

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:"روزہ جلدی افطار کرنا،سحری تاخیر سے کرنا اوردایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پرنماز میں ناف کے نیچے رکھنا انبیاء علیہم السلام کے اخلاق میں سے ہے۔

4 عن أنس قال: ثلاث من أخلاق النبوة: تعجیل الا فطار، وتاخیر السحور، ووضع الید الیمنی علی الیسری فی الصلاة تحت السرة.

(الجوهر النقی علی سنن البیهقی، ج۲ص۳۲.المؤلف:علاء الدین علی بن عثمان بن إبراهیم بن مصطفی الماردینی، أبو الحسن، الشهیر بابن الترکمانی (المتوفی ۷۵۰ھ).الناشر:دار الفکر)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین باتیں نبوت کے اخلاق وعادات میں سے ہیں: (۱)افطار میں جلدی کرنا(۲)سحری دیر سے کھانا(۳)اورنماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پرناف کے نیچے رکھنا۔

5 أخبرنا أبو الحسین الفضل ببغداد، انبأ ابو عمرو ابن السماک، ثنا

محمد بن عبداللّٰہ بن المناوی، نا أبو حذیفه، ثنا سعید بن زربی، عن أبیه عن أنس، قال: "من اخلاق النبوة تعجیل الافطار، و تاخیر السحور، وو ضعک یمینک علی شمالک فی الصلاة تحت السرة". (خلافیات بیہقی ص ۳۷ مخطوطہ)

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "افطاری میں جلدی اور سحری میں تاخیر اور نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھنا اخلاق نبوت سے ہے"۔

اس حدیث کے بارے میں تقریباً تمام اہلحدیث غیر مقلدین حضرات کا شور وغوغا تھا کہ اس کی سند موجود نہیں ہے۔ لہٰذا اس سے استدلال کرنا درست نہیں۔ الحمد اللہ خلافیات بیہقی قلمی ص ۳۷ پر امام بیہقیؒ نے اپنی سند سے اِس حدیث کی تخریج کی ہے۔

تنبیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تحت السرة والی حدیث کے شواہد میں پیش کی گئی ہے۔ جس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کو مزید تقویت ملتی ہے۔ اوراس طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ والی روایت بھی حسن درجہ کی بن جاتی ہے۔

5.6:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تحقیق

ذَکَرَ الْأَثْرَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِیدِ الطَّیَالِسِیُّ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَاصِمِ الْجَحْدَرِیِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ صُھْبَانَ سَمِعَ عَلِیًّا یَقُولُ فِی قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ. قَالَ: وَضْعُ الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی تَحْتَ السُّرَّةِ.

(التمهید لما فی الموطأ من المعانی والأسانید، ج ۲۰ ص ۷۸. المؤلف: أبو عمر یوسف بن عبد اللّٰه بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمری القرطبی (المتوفی ۴۶۳ھ). تحقیق: مصطفی بن أحمد العلوی، محمد عبد الکبیر البکری. الناشر: وزارة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامیة، المغرب. ۱۳۸۷ھ)

ترجمہ حضرت عقبہ بن صہبانؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ کی تفسیر میں فرماتے ہوئے سنا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھیں۔

سند کی تحقیق

حضرت علیؓ	أجل صحابی أمیر المؤمنین	(الکاشف:۳۹۳۰)
عقبۃ بن صہبانؒ	ثقة تابعی	(الجرح وتعدیل رقم:۱۷۳۹)
عاصم الجحدری البصریؒ	یحییٰ بن معینؒ نے کہا:ثقة	(الجرح وتعدیل رقم:۱۹۲۶)
حماد بن سلمہؒ	ابن حجرؒ نے کہا:ثقة عابد	(تقریب التہذیب رقم ۲۳۸)
ابوالولید الطیالسیؒ	ابن سعدؒ نے کہا: ثقةٌ ثبتٌ	(تہذیب التہذیب رقم:۸۷)
الاثرمؒ	حافظ ابن حجرؒ نے کہا:ثقة	(تہذیب التہذیب رقم ۸۷)

نوٹ زبیر علی زئی صاحب نے اس روایت کے کسی راوی پر کوئی جرح نقل نہیں کی۔ لہٰذا یہ بات تو عیاں ہوئی کہ اس حدیث کی سند صحیح اور بے غبار ہے۔ اگر کوئی راوی ضعیف ہوتا تو زبیر علی زئی صاحب اپنی عادت کے مطابق ضرور جرح نقل کرتے۔ سند سے ہٹ کر زبیر علی زئی صاحب نے چند دوسرے اعتراضات کئے ہیں۔

اعتراض 1 زبیر علی زئی صاحب اپنی کتاب ص ۵۷ پر لکھتے ہیں:

''عاصم الجحدری اور عقبہ بن صہبان کے درمیان العجاج الجحدری کا واسطہ ہے۔ (تاریخ الکبیر ۶/ ۴۳۷)۔ العجاج مجہول الحال ہے''۔

جواب زبیر علی زئی غیر مقلد کا یہ اعتراض مردود بلکہ جھوٹ پر مبنی ہے کیونکہ امام بخاریؒ نے تاریخ کبیر میں عجاج الجحدری کا کوئی واسطہ نہیں دیا بلکہ زبیر علی زئی کے جھوٹ کی انتہا دیکھیں کہ اس حدیث کا انتساب تاریخ الکبیر کی طرف کیا جبکہ ہماری مستدل روایت تو التمہید لابن عبدالبر (ج ۲۰ ص ۷۸) میں موجود ہے۔ مناسب ہوگا کہ ہم امام بخاری کی تاریخ کبیر کی سند بمع متن نقل کردیں تاکہ عوام الناس کو غالی غیر مقلد کے جھوٹ کو معلوم کرنا آسان ہوسکے۔

قَالَ مُوسٰی: حدَّثنا حَماد بُن سَلَمة، سَمِعَ عاصما الجَحدَرِیّ، عَنْ أَبیه، عَنْ عُقبة بُن ظَبیان، عَنْ عليٍّ، رَضِیَ اللّٰه عنه: ''فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ''. وضع یده الیمنی علی وسط ساعده علی صدره.

جب ہماری مستدل روایت امام بخاری کی تاریخ الکبیر میں ہے ہی نہیں، تو پھر اس میں عجاج الجحدری کے واسطہ کا بیان کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ ہماری مستدل روایت تو تاریخ کبیر میں نہیں ہے۔ البتہ غیر مقلدین حضرات کی پیش کردہ روایت جس میں سینے پر ہاتھ باندھنے کے الفاظ موجود ہیں، وہ تاریخ الکبیر میں ہے۔ اور جس پر خود زبیر علی زئی نے جرح کر کے ضعیف مان لیا ہے۔

قارئین کرام کی توجہ کے لیے یہ بات عرض کردوں کہ ہماری روایت میں **تحت السرۃ** کے الفاظ موجود ہیں جبکہ امام بخاریؒ کی کتاب تاریخ کبیر میں **علی صدرہ** کے الفاظ ہیں۔ اگر زبیر علی زئی کی طرح کوئی غالی غیر مقلد آپ کو دھوکا دینے کی کوشش کرے تو یہ الفاظ آپ کے پیش نظر ہونے چاہیئے۔ اور اس غیر مقلد پر فوراً گرفت کر کے اسے اصل صورت حال سے آگاہ کیجئے۔

اعتراض 2 زبیر علی زئی صاحب ص ۵۷ پر دوسرا اعتراض کرتے ہیں۔ اسی روایت کی دوسری اسانید میں ''**علی صدرہ**'' سینے پر ہاتھ باندھنے کے الفاظ ہیں''۔

(السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۳۰)

جواب عرض یہ ہے کہ زبیر علی زئی غیر مقلد سے جب سند پر کوئی اعتراض نہ بن سکا تو پھر متن پر فضول اعتراض کرنا شروع کردیئے۔ جناب عالی! گذارش یہ ہے کہ السنن الکبریٰ (ج ۲ ص ۳۰) کی جس سند کا آپ حوالہ دے رہے ہیں اس کی سند کو ذرا پہلے ملاحظہ کر لیں:

أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ: أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدُ بْنِ الْحَارِثِ الْفَقِيهُ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدِ بْنُ حَيَّانَ أَبُو الشَّيْخِ حَدَّثَنَا أَبُو الْحَرِيشِ الْكِلَابِيُّ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْجَحْدَرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ صُهْبَانَ كَذَا قَالَ: إِنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فِي هٰذِهِ الْآيَةِ ''فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ''. قَالَ: وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى وَسْطِ يَدِهِ الْيُسْرٰى، ثُمَّ وَضَعَهُمَا عَلٰى صَدْرِهِ.

اب السنن الکبریٰ جلد (ج ۲ ص ۳۰) کی جس روایت اور سند کو ہماری مستدل روایت (ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے) کی مخالف بنا کر جناب زبیر علی زئی پیش کر رہے ہیں اس کی سند میں عاصم الجحدریؒ کے والد العجاج الجحدریؒ کو خود موصوف مجہول کہہ کر ضعیف کہہ چکے ہیں جیسا کہ آپ نے پہلے اعتراض کے ضمن میں ملاحظہ کیا۔ جس حدیث کو خود ضعیف کہا اسے ہی ہماری روایت کی مخالفت میں پیش کرنا کیا جھوٹ اور فریب نہیں ہے؟ کیا ہماری صحیح روایت کی مخالفت میں ضعیف روایت کو پیش کرنا علمی خیانت نہیں ہے؟ دین کو ان غیر مقلدوں نے عجب کھیل تماشہ بنا لیا ہے جو روایت اپنے مسلک کے مؤید ہو تو ٹھیک ہے وگرنہ اعتراض برائے اعتراض کر کے اپنے جہال حواریوں کو خوش کرنے کا کھیل رچایا ہوا ہے۔

اعتراض 3 ابن الترکمانی حنفیؒ نے لکھا ہے۔ ''**وفی سندہ و متنہ اضطراب**'' اسکی سند اور متن میں اضطراب ہے۔ (الجوھر النقی ۲/۳۰)

جواب زبیر علی زئی غیر مقلد مغالطہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں کیوں کہ ابن الترکمانی حنفیؒ کی جرح **تحت السرۃ** والی حدیث (جو کہ التمہید میں علامہ عبدالبر نے نقل کی ہے) پر نہیں ہے۔ حافظ محدث ابن ترکمانی حنفیؒ کی یہ جرح حضرت علی رضی اللہ عنہ والی اس حدیث پر ہے جس میں **علی صدرہ** کے الفاظ ہیں (جسے غیر مقلدین حضرات پیش کرتے ہیں)۔ قارئین کرام کے خدمت میں امام محدث ترکمانی حنفیؒ کی جرح پیش خدمت ہے تا کہ وہ اسے پڑھ کر غالی غیر مقلد زبیر علی زئی کی علمی خیانت کو ملاحظہ کر سکیں۔

ثم ذکر البیهقی عن علی ''انه قال فی هذه الآیة: فصل لربک وانحر قال: وضع یده الیمنی علی وسط یده الیسری ثم وضعهما علی صدره''. قلت: تقدم هذا الاثر فی باب الذی قبل هذا الباب وفی سنده ومتنه اضطراب. (الجوہر النقی ج ۲ ص ۳۰)

محدث امام ترکمانیؒ نے پہلے امام بیہقیؒ کی پیش کردہ روایت نقل کی جس میں **علی صدرہ** کے الفاظ واضح طور پر موجود ہیں اور اس کے بعد امام ترکمانیؒ نے اس کی سند

اور متن کو مضطرب کہا۔ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ ہماری مستدل روایت اور زبیر علی زئی کی پیش کردہ روایت کی سند اور متن میں فرق ہے۔

عرب محقق شعیب الارنووط بھی امام ترکمانیؒ کی جرح کا تعین کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وعن علی موقوفاً عند الطبری فی "التفسیر" (ج ۳۰ ص ۳۲۵)، البیھقی (ج ۲ ص ۳۰، ۲۰).وھو ضعیف لاضطراب سندہ ومتنہ کما قال ابن الترکمانی

یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے یہ روایت موقوف ہے جیسا کہ تفسیر طبری ج ۳۰ ص ۳۲۵، اور سنن الکبری للبیھقی جلد ۲ ص ۲۰، ۳۰ میں ہے۔ اور اس روایت کی سند اور متن ضعیف اور مضطرب ہے جیسا کہ امام ابن الترکمانیؒ کہا ہے۔

(حاشیہ مسند امام احمد بن حنبل ج ۳۶ ص ۲۹۹)

عرب محقق شعیب الارنؤوط نے بھی سنن الکبریٰ بیہقی اور تفسیر طبری میں مروی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سند اور متن کو امام الترکمانیؒ کے حوالہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ جبکہ ہماری مستدل روایت نہ تو تفسیر طبری میں ہے اور نہ ہی سنن الکبریٰ بیہقی میں ہے۔ ہماری مستدل روایت تو امام ابن عبدالبرؒ نے اپنی کتاب التمہید (ج ۲۰ ص ۷۸) پر نقل کی ہے۔ لہٰذا زبردستی امام ابن الترکمانیؒ کی جرح ہماری روایت پر منطبق کرنا علمی خیانت ہے۔

اس مندرجہ بالا تحقیق سے یہ واضح ہوا کہ زبیر علی زئی غیر مقلد کے اعتراضات فضول اور لغو ہیں اور ہماری پیش کردہ حضرت علیؓ سے مروی تحت السرۃ والی حدیث بالکل صحیح اور قابل احتجاج ہے۔

اعتراض 4 آپ کی پیش کردہ روایت جو کہ التمہید لابن عبدالبرؒ کی کتاب سے نقل کی گئی اس میں ایک راوی حماد بن سلمہؒ ہے، محدثین کرامؒ نے حماد بن سلمہؒ کے بارے میں لکھا کہ اس کا آخر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ لہٰذا ثابت کریں کہ امام ابوداؤد الطیالسیؒ نے یہ روایت ان سے حافظہ خراب ہونے سے قبل سنی۔

جواب عرض یہ ہے کہ آپ کا یہ اعتراض صحیح نہیں۔لہٰذا تفصیل میں جانے سے بہتر ہے کہ اس کا جواب مختصر ہی نقل کر دیا جائے۔امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں امام ابو داؤد طیالسیؒ سے مروی ایک روایت حماد بن سلمہؒ سے نقل کی ہے۔اور بخاری میں مختلط راویوں سے ان کے شاگروں کی سماعت کا کیا اصول ہے؟ غیر مقلد زبیر علی زئی کی کتاب نور العینین کا مطالعہ کر لیں، حقیقت آشکار ہو جائے گی۔امام بخاری کی روایت ملاحظہ کریں۔

أَبُو الْوَلِيدِ (الطيالسی) حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ عَنْ أُبَيٍّ قَالَ: كُنَّا نَرٰى هٰذَا مِنَ الْقُرْآنِ حَتّٰى نَزَلَتْ أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ.

(صحیح بخاری رقم ۶۴۴۰)

یہ بات یاد رہے کہ امام ابو داؤد الطیالسیؒ کی حماد بن سلمہؒ سے روایت صرف صحیح بخاری میں ہی نہیں بلکہ صحاح ستہ کی دیگر کتابوں میں روایات ہیں (جن کی تصحیح عرب محققین نے کی ہے)۔علاوہ ازیں دیگر کتابیں جن میں صحیح ابو عوانہ، صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ اور الضیاء المختارہ ہیں، میں بھی متعدد روایات موجود ہیں۔یہ اعتراض (کہ حماد بن سلمہؒ کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا) احناف کی مستدل روایات میں ہی نظر آتا ہے یا پھر اپنی روایات میں بھی کچھ غور وغوض ہوتا ہے؟

زبیر علی زئی صاحب کے اعتراضات فضول اور لغو ہیں۔لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تحت السرۃ والی حدیث بالکل صحیح اور قابل احتجاج ہے۔

5.7:۔حضرت ابو مجلز تابعیؒ کی روایت کی تحقیق

حدثنا يزيد بن هارون، قال: أخبرنا الحجاج بن حسان قال: سمعت أبا مِجلَز۔ أو سألتُه۔ قال: قلت: كيف أصنع؟ قال: يضعُ باطن كفٍّ يمينه على ظاهر كف شماله، ويجعلها اسفل من السرَّة.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج ا ص ۳۹۱ طبع اول؛ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۲۲ رقم ۳۹۶۳ طبع ثانی۔واسنادہ صحیح)

ترجمہ حضرت حجاج بن حسانؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابومجلزؒ سے سنا، یا ان سے پوچھا کہ نماز میں ہاتھ کس طرح رکھوں؟ تو انھوں نے بتایا کہ دائیں ہتھیلی کے اندرونی حصہ کو بائیں ہتھیلی کے اوپری حصہ پر ناف سے نیچے رکھے۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کریں۔

ابوبکر بن ابی شیبہؒ	ثقة	(تقریب التہذیب رقم: ۳۵۷۵)
یزید بن ہارونؒ	ثقة متقن عابد	(تقریب ۲/۳۳۳)
حجاج بن حسانؒ	لاباس به	(تقریب التہذیب: رقم ۱۱۲۷)
لاحق بن حمید ابومجلزؒ	ثقة	(تقریب: ۲/۲۹۴)

☆ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ زبیر علی زئی غیر مقلد نے اس حدیث کی سند پر کوئی اعتراض نہیں کیا، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس روایت کی سند صحیح ہے۔

اعتراض 1 زبیر علی زئی غیر مقلد نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم (ص ۷۰) میں لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ تابعین کے اقوال وافعال کو حجت تسلیم نہیں کرتے۔

جواب زبیر علی زئی غیر مقلد کا یہ اعتراض خلافِ حقیقت، لغو اور بیہودہ ہے۔ حضرت امام اعظمؒ کا قول قطع و برید کر کے پیش کرنا تو زبیر علی زئی غیر مقلد کا ہی علمی کام ہے۔ لہٰذا اِس طرح کی فضولیات کا جواب دینا بھی مناسب نہ ہوگا۔ احناف نے اپنی کتابوں میں اس بات کا تفصیل سے جواب دے دیا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے تحت السرۃ والی روایت کے بارے میں ''وبه ناخذ'' (ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں) کے لفظ استعمال کیے اور اسی پر عمل ہے۔

اعتراض 2 زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں: ابومجلز تابعیؒ کا یہ قول نبی کریم ﷺ کی اس صحیح حدیث کے خلاف ہے جس میں آتا ہے کہ آپ ﷺ سینے پر ہاتھ باندھتے تھے۔
(نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم ص ۷۱)

جواب وہ حدیث نہ متناً صحیح ہے اور نہ سنداً۔ جس کی تفصیل باب نمبر 4 میں غیر مقلدین کے دلائل کے رد میں بیان کی گئی ہے۔ لہٰذا حضرت ابومجلزؒ کی روایت کو اُس کا مخالف کہنا درست نہیں۔ پہلے وہ حدیث صحیح ثابت تو کریں پھر اعتراض کرنے کا حق ہوگا۔ زبیر علی زئی غیر مقلد کی اپنی روایات ضعیف ہیں اور اعتراض احناف کی مستدل روایات پر کر رہے ہیں۔ کچھ تو علم کا خیال رکھیں۔

اعتراض 3 ابومجلز تابعیؒ کا قول دوسرے تابعی کے خلاف ہے جو فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھتے تھے۔ (سنن ابی داوٗد رقم ۷۵۹)

(نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم ص ۱۷)

جواب یہ حدیث مرسل ہے اور زبیر علی زئی غیر مقلد کے نزدیک مرسل حجت نہیں ہوتی۔ دوسرا اس حدیث میں سلیمان بن موسیٰ ضعیف راوی ہے۔ لہٰذا اس سے استدلال ہی غلط ہے۔

اعتراض 4 سعید بن جبیر (تابعیؒ) فرماتے ہیں کہ نماز میں ''فوق السرۃ'' یعنی ناف سے اوپر ہاتھ باندھنے چاہئیں۔ (امالی عبدالرزاق / الفوائد ابن مندہ رقم ۱۸۹۹)

(نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم ص ۱۷)

جواب حضرت سعید بن جبیرؒ والی روایت کو حضرت ابومجلزؒ کی روایت کے مقابلے میں پیش کرنا جہالت ہے۔ کیونکہ:

۱ زبیر علی زئی کا دعویٰ سینے پر ہاتھ باندھنے کا ہے اور وہ پیش کر رہے ہیں ایک ایسا اثر جس میں ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے۔ ناف کے اوپر پیٹ ہوتا ہے، سینہ نہیں ہوتا۔

۲ امالی عبدالرزاق میں اس کے بعد حضرت امام ابراہیم نخعیؒ کا اثر ہے جس میں تحت السرۃ کے الفاظ صراحتاً واضح ہیں اور وہ ہمارے دعویٰ کے مطابق ہے۔

۳ سعید بن جبیرؒ والی سند میں ابن جریجؒ اور ابوالزبیرؒ دو مدلس راوی ہیں۔ اور زبیر علی زئی صاحب مدلسین کی معنعن روایت کو نہیں مانتے ہیں۔ لہٰذا اِس کو پیش کرنا ہی غلط

ہے۔ زبیر علی زئی صاحب خود تو مدلسین کے طبقات کا انکار کر کے مدلسین کے عنعنہ والی روایت کو ضعیف مانتے ہیں، مگر یہاں انھوں نے علمی بد یانتی کرتے ہوئے یہ روایت پیش کی۔

۴ حضرت امام نووی شافعیؒ (المتوفی ۶۷۶ھ) تصریح فرماتے ہیں:

فِی مَذَاهِبِهِمْ فِی مَحَلِّ مَوْضِعِ الْيَدَيْنِ: قَدْ ذَكَرْنَا أَنَّ مَذْهَبَنَا أَنَّ الْمُسْتَحَبَّ جَعْلُهُمَا تَحْتَ صَدْرِهِ فَوْقَ سُرَّتِهِ. وَبِهٰذَا قَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَدَاوُد. وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَالثَّوْرِيُّ واسحق يجعلها تحت سرته. وبه قال أبو اسحق الْمَرْوَزِيُّ مِنْ أَصْحَابِنَا كَمَا سَبَقَ. وَحَكَاهُ ابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَالنَّخَعِيِّ وَأَبِي مِجْلَزٍ وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رِوَايَتَانِ إِحْدَاهُمَا فَوْقَ السُّرَّةِ وَالثَّانِيَةُ تَحْتَهَا. وَعَنْ أَحْمَدَ ثَلَاثُ رِوَايَاتٍ هَاتَانِ وَالثَّالِثَةُ يَتَخَيَّرُ بَيْنَهُمَا.

(المجموع شرح المهذب ج۳ ص۳۱۳. المؤلف: أبو زكريا محيى الدين يحيى بن شرف النووى (المتوفى ۶۷۶ھ). الناشر: دار الفكر)

ترجمہ تفصیل فقہاء کے ہاتھ باندھنے کی جگہ کے بارے میں ہم نے یہ ذکر کردی ہے کہ ہمارے مذہب میں سینے سے نیچے اور ناف سے اوپر ہاتھ باندھنا مستحب ہے۔ اور یہی قول سعید بن جبیرؒ اور داوٗدؒ کا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ، حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت اسحاق بن راہویہؒ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ ناف کے نیچے رکھے گا۔ ہمارے اصحابِ شوافع میں سے حضرت اسحاق مروزیؒ بھی اسی کے قائل ہیں، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ حافظ ابن منذرؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابراہیم نخعیؒ اور حضرت ابو مجلزؒ سے بھی یہی روایت کیا ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے دو روایتیں ہیں۔ ایک ناف سے اوپر کی اور دوسری ناف سے نیچے کی۔ حضرت امام احمدؒ سے تین رواتیں ہیں۔ دو تو یہی (یعنی ناف سے اوپر اور ناف سے نیچے کی) اور تیسری ان دونوں کے درمیان اختیار ہونے کی اور دونوں میں سے کسی ایک کے افضل نہ ہونے کی۔ حافظ ابن منذرؒ نے غیر اشراف میں

اور میرا گمان ہے کہ اوسط میں فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ سے (براہِ راست) اس بارے میں کچھ ثابت نہیں۔ اور نماز کو دونوں (یعنی ناف سے اوپر اور نیچے) میں اختیار ہے۔

تنبیہ یہاں امام نوویؒ کے قول سے سعید بن جبیرؒ کی روایت کی وضاحت ہوگئی کہ فوق السرۃ سے مراد سینے کے نیچے اور ناف کے اوپر، جیسا کہ سعید بن جبیرؒ کا قول ہے۔ لہٰذا جب غیر مقلدین کا اس پر عمل نہیں ہے تو اس سے استدلال بھی صحیح نہیں ہے۔

باب 6

محدث قاسم بن قطلو بغاؒ (المتوفی ۸۷۹ھ) کی توثیق

محدث قاسم بن قطلو بغا حنفیؒ (المتوفی ۸۷۹ھ) کی احادیث اور رجال پر کافی گہری نظر تھی جوان کی تحقیقات سے عیاں اور نمایاں ہے۔ محدث قاسمؒ نے "تخریج أحادیث الاختیار لتعلیل المختار" میں مصنف ابن ابی شیبہ کے اس نسخے کا ذکر کیا ہے۔ جس میں تحت السرة کے الفاظ موجود تھے۔

(دیکھئے التعریف والاخبار بتخریج احادیث الاختیار، جلد ا ص ۳۱۴ ۔ تحت رقم الحدیث ۱۶۸۔ مصنف: علامہ قاسم بن قطلوطا (المتوفی ۸۷۹ھ)۔ مطبوعہ: جامع ام القری، مکة المکرمة)

مگر زبیر علی زئی صاحب نے اپنی "کتاب نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام" (ص ۷۹) پر المحدث المورخ الحافظ قاسم بن قطلو بغا حنفیؒ کو بقول علامہ بقاعیؒ کذاب لکھا۔

6.1: ۔امام بقاعیؒ کی جرح کا تحقیقی جائزہ

برہان الدین بقاعیؒ (۸۸۵ھ) محدث کبیر حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ (۸۷۹ھ) پر جرح کرتے ہیں:

وَكَانَ مفننا فِي عُلُوم كَثِيرَة الْفِقْه والْحَدِيث وَالْأُصُول وَغَيرهَا وَلم يخلف بعده حنفيا مثله إِلَّا أَنه كَانَ كذابا لَا يتوَقَّف فِي شَيْء يَقُوله فَلَا يعْتَمد على قَوْله.

(الضوء اللامع لأهل القرن التاسع، ج٦ص١٨٦.المؤلف:شمس الدين أبو الخير محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن أبي بكر بن عثمان بن محمد السخاوي (المتوفى۹۰۲ھ).الناشر:منشورات دار مكتبة الحياة، بيروت)

ترجمہ حضرت قاسم بن قطلو بغاؒ بہت سے علوم وفنون خصوصاً فقہ، حدیث، اصول وغیرہ میں ماہر تھے۔احناف میں ان کے بعد ان جیسا پیدا نہیں ہوا مگر یہ کہ وہ کذاب تھے۔وہ کسی چیز کے کہہ دینے میں توقف نہیں کرتے تھے۔پس ان کی بات پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے۔

امام برہان الدین البقاعیؒ کی جرح مختلف وجوہ پر قابل قبول نہیں ہے۔پہلے تو امام بقاعی کا مقام متعین کرنا چاہئے تا کہ جرح کے اسباب اور اسکی قبولیت کا آسانی سے معلوم ہو سکے۔

6.2:۔امام بقاعی پر ان کے شاگرد محدث نعیمیؒ کی تنقید

امام بقاعی نے فن جرح میں بڑے تشدد سے کام لیا ہے۔امام بقاعی نے محدث ابن ناصر الدین دمشقیؒ وغیرہ پر بڑی سخت جرح کی جس کی محدثین کرامؒ نے سختی سے مذمت کی۔

محدث النعیمی الدمشقیؒ اپنی کتاب ''الدراس فی تاریخ المدارس'' ص۳۲ پر لکھتے ہیں:

"و قد ظلمه شيخنا البرهان الدين البقاعي في عنوان العنوان"۔

ترجمہ ہمارے شیخ بقاعی نے اپنی کتاب عنوان العنوان میں (جرح اور تنقید میں) بڑا ظلم کیا ہے۔

محدث النعیمیؒ کی یہ گواہی بڑی اہم ہے کیونکہ وہ امام بقاعی کے شاگرد بھی ہیں۔علامہ بقاعی کا کسی کو ضعیف اور کذاب کہنا سراسر غلط ہے۔لہٰذا قاسم بن قطلو بغاؒ پر امام بقاعی کی جرح قابل قبول نہیں ہوسکتی ہے۔

6.3:۔کذب بمعنی خطا:۔(الزامی جواب)

زبیر علی زئی صاحب کے ممدوح ارشاد الحق اثری صاحب کذب کی جرح کے بارے لکھتے ہیں: ''شیخ ابوغدہؒ نے علامہ الیمانی کی الروض الباسم سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے:

ان اللفظة كذاب قد يطلقها كثير من المستعنتين في الجرح على من يهم و يخطي في حديثه (الرفع والتكميل ص ١٦٨)

ترجمہ لفظ کذاب بہت سے متشددین جرح راوی کی حدیث میں وہم وخطاء پر اطلاق کرتے ہیں۔

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

فاما قول الشعبي الحارث كذاباً فمحمول على انه عنى بالكذاب الخطاء.

امام شعبیؒ کا فرمان کہ حارث کذاب ہے تو یہ محمول ہے کہ انہوں نے کذب سے خطا مراد لی ہے۔(بحوالہ تنقیح الکلام ص ۲۴۶)۔

ارشاد الحق اثری صاحب جب کذاب کی جرح کو خطا پر محمول کرتے ہیں تو زبیر علی زئی اِس جرح (کذاب) کو قاسم بن قطلو بغاؒ کے بارے میں کیسے پیش کر سکتے ہیں؟ اور کیسے استدلال کر سکتے ہیں؟ جب کہ قاسم بن قطلو بغاؒ کے جھوٹ بولنے کا کوئی ثبوت بھی نہیں ملتا۔(یہ جواب الزامی ہے، کیونکہ جب کذاب کی جرح غیر مقلدین کی کسی مستدل روایت میں آجائے تو پھر اس پر محدثین کی کذاب والی جرح کی تاویل کرتے ہیں اور جب احناف کی مستدل روایت میں کوئی ایسا راوی آجائے تو ان کی خوشی کی انتہا ہو جاتی ہے)۔

6.4:۔معاصرانہ جرح کی حیثیت

ہم عصر علماء کرام کی جرح اکثر قبول نہیں کی جاتی۔

ا علامہ سبکیؒ فرماتے ہیں:

''معاصر کی جرح مبہم قابل قبول نہیں''۔(انظر الجرح والتعدیل للسبکیؒ ص ۲۴)

امام قاسم بن قطلو بغاؒ اور امام بقاعی آپس میں معاصر ہیں۔ لہٰذا امام بقاعی کی جرح بھی قابل قبول نہیں ہو سکتی جب کہ اس کے شواہد اور قرائن بھی موجود ہیں۔

۲ علامہ بقاعیؒ پر خود علامہ سخاویؒ، امام محدث نعیمیؒ اور دیگر جلیل القدر محدثینؒ کی جرح بھی موجود ہے (الضوء اللامع للسخاویؒ ج اص ۱۰۱ تا ۱۱۰)

۳ غیر مقلدین کے ممدوح قاضی شوکانی صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ علامہ بقاعیؒ پر ان کی کتاب: ''نظم الدرر فی تناسب الآی والسور '' کی وجہ سے علماء کرام نے ان پر جرح کی جس کی وجہ سے ان کی اور دیگر محدثین کی آپس میں معاصرانہ چشمک لگی رہتی تھی۔ (البدر الطالع ج اص ۲۰)

۴ علامہ بقاعیؒ پر محدثین کرامؒ نے جرح خصوصاً ابن عربیؒ اور ابن الفارضؒ کی تکفیر کرنے پر کی ہے۔ محدث قاسم بن قطلو بغاؒ نے ابن عربیؒ اور ابن الفارضؒ کا خوب دفاع کیا۔ علامہ بقاعی کی یہ عادت تھی کہ جو ان پر جرح کرتا، امام بقاعی اس پر جرح کر دیتے تھے۔ (الضوء اللامع ج اص ۱۱۰، ۱۱۱؛ البدر الطالع ج اص ۲۰)

ان حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ علامہ بقاعیؒ کی جرح علامہ قاسم بن قطلو بغاؒ پر کسی بھی صورت میں قابل قبول نہیں ہے کیونکہ ان کی جرح معاصرانہ لڑائی کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔ جس کے شواہد پیش کر دیئے گئے ہیں اور صرف ایک امام بقاعی کی جرح دیگر محدثین کی توثیق کے سامنے کیا حیثیت رکھتی ہے؟ یہ خود زبیر علی زئی کے شاگردوں کو بھی معلوم ہے۔ لہٰذا ہمیں اس بارے میں کچھ زیادہ کہنے اور لکھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

اس مقام پر یہ بات بھی اہم ہے کہ امام بقاعیؒ کی اپنی شخصیت کا محدثین کرامؒ کے اقوال کی روشنی میں تفصیلاً جائزہ لیا جائے۔ کیونکہ جب خود امام بقاعی پر بھی جرح موجود ہے تو اس کے بعد تو ان کی جرح کو قبول کرنا مذہبی ہٹ دھرمی اور میں نہ مانوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

6.5:۔ علامہ بقاعیؒ پر محدثین کرام کی جرح

علامہ بقاعیؒ پر محدثین کرام نے صرف اجمالی جرح ہی نقل نہیں کی بلکہ انکے رد

میں مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔

۱ محدث النعیمی الدمشقی لکھتے ہیں:

و قد ظلمه شيخينا البرهان الدين البقاعي في عنوان العنوان۔

ترجمہ ہمارے شیخ البرہان الدین بقاعی نے اپنی کتاب ''عنوان العنوان'' میں (جرح اور تنقید میں) بڑا ظلم کیا ہے۔(الدراس فی تاریخ المدارس ص ۳۳)

۲ امام سخاویؒ نے امام بقاعی کے رد میں متعدد کتابیں تصنیف کیں۔اور اپنی تحقیق کو ضبط قلم کیا تا کہ علامہ بقاعیؒ کے افکار کا مکمل احاطہ ہو سکے۔

☆ **احسن المساعي في ايضاح حوادث البقاعي .** (جواھر الدرر ۱/۱۷۳)

☆ **الاصل الاصيل في تحريم النقل من التوراة والا نجيل.** (الضوء اللامع ۱/۱۰۵)

☆ **القول المالوف في رد على منكر المعروف.** (بدائع الزھور ۳/۴۸)

۳ امام احمد بن موسیٰ المتبولیؒ نے علامہ بقاعی کے رد میں مندرجہ ذیل کی کتابیں تصنیف کیں۔

☆ **الرد على البقاعي في انكار قَول يَادَائِم المَعْرُوف.** (الضوء اللامع ۲/۲۲۸)

☆ **المددالفائض في الذب عن ابن الفارض.** (الضوء اللامع ۲/ ۲۲۸)

۴ امام شمس الدین البلاطسنی شافعیؒ نے علامہ بقاعیؒ کے رد میں مستقل کتاب لکھی:

تَقْبِيَةُ قواعد الاركان بان ليس في الامكان ابدع (قلمی نسخہ دار مکتب المصریہ)

۵ امام جلال الدین سیوطیؒ (جو کئی کتابوں کے مصنف اور ایک بلند پایہ محدث ہیں) نے مندرجہ ذیل کتابیں علامہ بقاعی کے رد میں لکھی:

☆ **تشييد الأركان (ويروى: تشديد الأركان)، في ليس في الإمكان، أبدع مما كان).**

(كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون، ج۱ص۴۱۰. المؤلف: مصطفى بن عبد اللّٰه كاتب جلبي القسطنطيني المشهور باسم حاجي خليفة أو الحاج خليفة (المتوفى ۱۰۶۷ھ). الناشر: مكتبة المثنى، بغداد ۱۹۴۱ھ)

نوٹ برہان الدین ابراہیم بن عمر بقاعیؒ (۸۸۵ھ) نے ایک کتاب:

تهديم الأركان، في ليس في الإمكان، أبدع مما كان

تصنیف کی تھی جس میں غلط نظریات بیان کیے تھے۔ تو مختلف علماء نے اس کے رد میں کئی کتابیں تصنیف کی تھیں۔

(کشف الظنون عن أسامي الکتب والفنون، ج۱ص۵۱۳)

☆ تنبیه الغبی، فی تنزیه ابن عربی (کشف الظنون ج۱ص۴۸۸)

☆ قمع المعارض فی نصرة ابن الفارض (بدائع الزهور۳/ ۴۸)

۶ امام محمد بن جمعۃ الشیبانی نے امام بقاعی کا رد لکھا، اور کمال تحقیق پیش کی:

تریاق الافاعی فی الرد علی خارجی البقاعی (قلمی نسخہ مکتبہ آصفیہ حیدرآباد دکن)

۷ امام محمد بن حامد شافعیؒ نے علامہ بقاعی کا رد کیا اور مستقل ایک کتاب لکھی:

الدلیل والبرهان علی أنه لیس فی الامکان ابدع (اس کا قلمی نسخہ امریکہ میں موجود ہے)

۸ محدث عبدالرحمٰن بن محمد السنطاوی نے بھی امام بقاعی کے رد میں کتاب لکھی:

السیف الحسام فی الذب عن کلام حجة الاسلام (قلمی نسخہ امریکہ)

۹ محدث بدر الدین ابن الغرس نے بھی ابن الفارضؒ کا دفاع کیا اور علامہ بقاعی کے افکار کا مکمل رد ضبط قلم کیا:

کتاب فی دفاع بن الفارض (بدائع الزهور۳/ ۴۸)

تنبیہ اس تحقیق سے کم از کم یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ محدثین کرامؒ نے علامہ بقاعی کا شدت کے ساتھ رد لکھا ہے اور جس کی وجہ سے علامہ بقاعی کی اپنے ہم عصر سے بحث مباحثہ چلتا رہا اور اسی بحث میں انھوں نے حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ پر بھی اپنے قلم کا وار کیا۔ مگر محدثین کرام نے جو اصول جرح وتعدیل میں معین کیے ہیں، ان کی روشنی میں حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ کی ذات کو داغ دار نہیں بنایا جا سکتا۔ جناب زبیر علی زئی غیر مقلد علامہ بقاعی کے حوالہ سے بھولے بھالے لوگوں کو تو تحقیق کے نام پر دھوکا دے سکتا ہے مگر اصول حدیث اور اسماء رجال کے ایک طالب علم کو دھوکا دینا اتنا آسان نہیں۔ اس پر متضاد یہ کہ زبیر علی زئی صاحب اس اصول کے داعی تھے کہ جمہور کے اقوال اسماء الرجال میں حجت ہوتے ہیں۔ جبکہ قاسم بن قطلو بغاؒ اور احناف کے بغض میں وہ اپنے اس اصول کو بھی بھول بیٹھے جبکہ آج کل زبیر علی زئی کے نام نہاد

شاگرد اس اصول کا ورد کرتے نہیں تھکتے۔کیا یہ ہی اصول پسندی ہے؟ اور کیا اس کا نام تحقیق ہے؟ اللہ ہمیں بغض احناف کے مرض سے دور رکھے اور ائمہ اہل سنت کی تعظیم اور محبت نصیب عطا فرمائے۔اب ہم قارئین کرام کے خدمت میں محدث مورخ امام فقیہ قاسم بن قطلو بغا حنفیؒ کی توثیق محدثین کے اقوال سے پیش کرتے ہیں، جس کو پڑھنے کے بعد کوئی منصف مزاج شخص محدث قاسم بن قطلو بغا کو ثقہ ماننے سے انکار نہیں کرے گا۔

6.6:۔علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفیؒ کی توثیق

محدث قاسم بن قطلو بغاؒ کی مندرجہ ذیل محدثین نے توثیق یا تعریف کی ہے۔

1 امام حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

☆ **وَقَالَ: قِرَاءَةً عَلَيَّ وتحريرا فَأَفاد وَنبهَ على مَوَاضِع ألحقت فِي هَذَا الأَصْل فزادته نورا.**

(الضوء اللامع لأهل القرن التاسع، ج٦ ص١٨٥. المؤلف: شمس الدين أبو الخير محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن أبي بكر بن عثمان بن محمد السخاوي (المتوفى ٩٠٢ھ). الناشر: منشورات دار مكتبة الحياة، بيروت)

ترجمہ علامہ قاسم نے میرے سامنے اس کی قراءت کی اور اس نے اس کو تحریر کیا۔پس اس نے استفادہ کیا اور کئی مواضع میں اس نے مجھے آگاہ بھی کیا۔میں نے اس اصل میں اس کو شامل بھی کیا ہے۔پس اس نے اس کے نور کو اور زیادہ کیا ہے۔

☆ الشيخ الفاضل المحدث الكامل الاوحد. (مقدمہ الایثار بمعرفۃ الاثار)

ترجمہ علامہ قاسمؒ شیخ، عالم و فاضل، محدث، کامل اور یکتا ہیں۔

☆ الامام العلامة المحدث الفقية الحافظ. (الضوء اللامع ٦/١٨٥)

ترجمہ علامہ قاسمؒ امام، علامہ، محدث، فقیہ اور حافظ تھے۔

2 ابن الدریریؒ لکھتے ہیں۔

من حذاق الحنفية، كتب الفوائد، واستفاد وأفاد (الضوء اللامع ٦/١٨٥)

ترجمہ علامہ قاسمؒ احناف میں سے بڑے ماہرفن تھے، بڑی مفید کتابیں لکھی ہیں، انھوں نے استفادہ کیا بھی ہے اور لوگوں کو بڑا فائدہ پہنچایا بھی ہے۔

3 ابن ایاسؒ لکھتے ہیں۔

کان عالمًا فاضلاً فقیهاً ، محدثًا کثیر النوادر، مفتیاً من أعیان الحنفیة و کان نادرة عصره (بدائع الزهور)

ترجمہ علامہ قاسمؒ بڑے عالم، فاضل، اور فقیہ تھے۔ بہت بڑے محدث، بڑے نادر علوم جمع کرنے والے تھے۔ احناف کے چوٹی کے مفتیان کرام میں سے تھے۔ اپنے زمانے کے نابغۂ روزگار تھے۔

4 ابن العماد الحنبلیؒ لکھتے ہیں:

العلامة المفنن و بالجملة فهو من حسنات الدهر (شذرات الذهب ۷/ ۳۲۶)

ترجمہ شیخ قاسمؒ علامہ، ماہرفن تھے۔ خلاصہ یہ کہ وہ زمانہ کے حسنات میں سے تھے۔

5 ابن تغری بردیؒ لکھتے ہیں

وهو أحد علماء الحنفیة فی زماننا هذا (الدلیل الشافی علی المنهل الصافی ۲/ ۵۶۷)

ترجمہ علامہ قاسمؒ ہمارے اس زمانہ کے احناف کے علماء سے میں یکتا تھے۔

6 امام سخاویؒ (۹۰۲ھ) لکھتے ہیں

ا وَهُوَ إِمَام، عَلامَة، قوی الْمُشَارکَة فِی فنون، ذَاکر لکثیر من الْأَدَب ومتعلقاته، وَاسع الباع فِی استحضار مذْهبه، وَکثیر من زوایاه وخبایاه، مُتَقَدم فِی هٰذَا الْفَنّ، طلق اللِّسَان، قَادر على المناظرة، وإفحام الْخصم.

(الضوء اللامع ج٦ ص ۱۸۷،۱۸۸)

ترجمہ علامہ قاسمؒ امام، علامہ، بہت سے علوم وفنون میں دوسروں سے سبقت کرنے والے، علم ادب اور اس کے متعلقات کے بڑے ماہر اور مستحضر تھے۔ اپنے مذہب کے استحضار میں وسیع قدرت رکھنے والے تھے۔ اس کی باریکیوں تک سے واقف تھے۔ اس فن میں سب سے متقدم، قادر الکلام، مناظرہ میں بڑے قدرت کے مالک، اور مخالفین کو دلائل سے خاموش کردینے والے تھے۔

۲ وَقد انفرد عَن عُلَمَاء مذهبه الَّذين أدركناهم بالتقدم فِي هٰذَا الْفَنّ وَصَارَ بَينهم من أجلة شَأْنه مَعَ توقف الْكثير مِنهُم فِي شَأْنه وَعدم إنزاله مَنْزِلَته. (الضوء اللامع ج٦ص١٨٨)

ترجمہ علامہ قاسم بن قطلو بغاؒ اس فن کے علمائے کرام (جن کو ہم نے پایا ہے) سے سبقت لے جانے میں منفرد ہیں۔ اور اپنی جلیل القدر شان کے ساتھ سب سے ممتاز ہیں۔ جب کہ بہت سے علمائے کرام ان کی شان کے بیان کرنے میں توقف سے کام لیتے تھے اور ان کی قدر و منزلت کو کم نہیں کرتے تھے۔

۳ وَعرف بِقُوَّة الحافظة والذكاء وأشير إِلَيْهِ بِالْعلمِ، وَأذن لَهُ غير وَاحِد بالإفتاء والتدريس. (الضوء اللامع ج٦ص١٨٥)

ترجمہ علامہ قاسمؒ قوت حافظہ اور ذکاوت میں مشہور و معروف تھے۔ ان کی طرف علم کا اشارہ کیا جاتا تھا۔ بہت سے علماء نے ان کو فتویٰ اور تدریس کی اجازت دی تھی۔

۴ العلامة، الأوحد، الحافظ، أحد الأعيان، ممن تصدى للعلم إقراء او تصنيفاً وإرشادا، فكثرت طلبة و تصانيفة، واجتمع فيه من المحاسن ماتفرق في غيره، و ترجح على غيره من علماء مذهبه هذا الشان والتوسع في الادب وحسن المحاضرة، مع تقدم من لم يبلغ شاوه عليه. (وجيز الكلام ج٢ص٨٥٩)

ترجمہ علامہ قاسمؒ بہت بڑے علامہ، یکتائے زمانہ، حافظ، مقتدا، درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور دعوت و ارشاد کے ذریعے علم کی اشاعت کرنے والے، طلبہ کی کثیر تعداد نے ان سے استفادہ کیا ہے، ان کی تصانیف کی تعداد بھی کثیر ہے۔ ان کی ذات میں اتنے محاسن ہیں جو دوسروں میں یکجا نہیں ہیں۔ ان خوبیوں اور ادب و علم کے استحضار کی خوبی کی وجہ سے علمائے احناف ان کو دوسروں پر ترجیح دیتے تھے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ ان کی شان کو کوئی نہیں پہنچا ہے۔

7 قاضی شوکانی لکھتے ہیں

أخذ عنه الفضلاء في فنون كثيرة، و صار المشار إليه في الحنفية،

ولم يخلف بعد لا مثله . (البدر الطالع ج ۲ ص ۴۶)

ترجمہ علامہ قاسم بن قطلو بغاؒ سے علماء نے بہت زیادہ فنون حاصل کیے ہیں۔ احناف میں ان کی ذات مرجع خاص وعام ہے۔ ان کے بعد ان جیسا بعد میں پیدا نہیں ہوا ہے۔

8 امام ابن حجر الھیتمیؒ لکھتے ہیں

الامام الحافظ الذى انتهت إليه رياسة مذهب أبى حنفية

(البدر الطالع ج ۲ ص ۴۶)

ترجمہ علامہ قاسمؒ امام اور حافظ تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی ریاست ان پر منتہی ہوگئی ہے۔

9 امام لکھنویؒ لکھتے ہیں۔

وقد طالعت من تصانيفة فتاواه وشرح مختصر المنار و رسائل كثيرة كلها مفيدة على تبحره فى فن الفقة والحديث و غيرهما.

(فہرس فہارس ج ۲ ص ۹۷۲)

ترجمہ میں نے علامہ قاسمؒ کی تصانیف میں سے ان کے فتاوی، ان کی مختصر المنار کی شرح اور ان کے بہت سے رسائل کا مطالعہ کیا ہے۔ یہ سب بڑے مفید اور ان کی حدیث، فقہ وغیرہ علوم کی تبحر علمی کی گواہی دے رہے ہیں۔

10 علامہ عبدالحی الکتانیؒ لکھتے ہیں

الامام الحافظ. (فهرس فهارس ج ۲ ص ۹۷۲)

ترجمہ علامہ قاسمؒ امام اور حافظ تھے۔

11 علامہ محمد بن جعفر الکتانیؒ لکھتے ہیں۔

الحافظ زين الدين ابو العدل قاسم بن قطلوبغا الحنفى من تلاميذ الحافظ ابن حجر. (الرسالة المستطرفة رقم: ۹۱۲)

ترجمہ حافظ زین الدین ابوعدل قاسم بن قطلو بغا حنفیؒ حافظ ابن حجرؒ کے شاگرد تھے۔

12 مولانا مبارکپوری لکھتے ہیں۔

ولم يخلف بعده مثله وله مولفات (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۲۹۳)

ترجمہ علامہ قاسمؒ نے اپنے بعد اپنا مثل نہیں چھوڑا ہے۔ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔

13 شیخ محمد زاہد الکوثریؒ لکھتے ہیں

العلامة صاحب الفنون الحافظ الفقيه (مقدمہ منیۃ الالمعی ص ٦)

ترجمہ علامہ قاسمؒ علامہ، ماہر فنون، حافظ اور فقیہ تھے۔

14 امام أحمد بن محمد الأدنه وی لکھتے ہیں

قَاسم بن قطلوبغا الجمالي الْحَنفِيّ وَيعرف بقاسم الْحَنفِيّ.....وَكَانَ عَالما متفننا فِي أَنْوَاع الْعُلُوم. ومصنفاته كَثِيرَة جدا مَذْكُورَة فِي طَبَقَات الضَّوْء اللامع وَتَحْصِيل علومه وتفصيل مناقبه كَذَلِك مَذْكُور فِيهِ.

(طبقات المفسرين، ص ٣٤٤ رقم ٤٤٩. المؤلف: أحمد بن محمد الأدنه وى من علماء القرن الحادى عشر (المتوفى: قرن ١١ ہجری). المحقق: سليمان بن صالح الخزى. الناشر: مكتبة العلوم والحكم، السعودية. الطبعة: الأولى، ١٤١٧ھ)

ترجمہ علامہ قاسم بن قطلو بغا جمالی حنفیؒ جو قاسم حنفیؒ کے نام سے معروف تھے......وہ بڑے عالم، کئی علوم کے ماہر، بہت سی کتابوں کے مصنف، ان کا ذکر کتاب: ''الضوء اللامع'' کے طبقات میں موجود ہے۔اسی طرح اُس کتاب ان کے تحصیل علوم، ان کے مناقب کی تفصیل بھی موجود ہے۔

تحقیقی بات: اس مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ محدث، مورخ حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ کو محدثین قابل اعتبار اور ثقہ مانتے ہیں۔اس مقام پر یہ یاد رہے کہ کچھ جاہل قسم کے لوگ یہ شبہات عوام الناس میں اپنی علمی دھونس جمانے کے لیے کہتے ہیں کہ ان اقوال میں ثقہ یا صدوق کے الفاظ نہیں ہیں۔

اول محدث قاسم بن قطلو بغاؒ کسی حدیث کے راوی نہیں، جو اس قسم کے توثیقی اقوال درکار ہوں۔

دوم اعتراض کرنے والے جاہل کو یہ معلوم نہیں کہ کسی بھی راوی کی توثیق کے لیے میرے

علم کے مطابق سو(۱۰۰) سے زائد الفاظ اور صیغے موجود ہیں۔اوران سو(۱۰۰) میں سے ان جاہلوں کوصرف چار(۴) یاپانچ (۵) توثیق کے کلمات ہی نظرآتے ہیں۔

محدث قاسم بن قطلو بغاؒ اگرکسی حدیث کے راوی بھی ہوتے ،توان کے بارے میں جو توثیقی کلمات نقل کیے ہیں ،وہ الفاظ ان کو ثقہ ثابت کرنے کے لیے کافی تھے۔لہٰذا ایسے تمام اعتراضات کی کوئی حیثیت نہیں۔ان کی توثیق اگرکسی نے نہ بھی کی ہوتی تو صرف ایک ابن الحماد الحنبلی کے الفاظ ''العلامة المفنن وبالجملة فهو من حسنات الدهر ''ہی ان کی زبردست توثیق کے لیے کافی ہیں۔اورکسی میں ہمت ہے تو یہ ثابت کر کے دکھائے کہ یہ الفاظ توثیق کے نہیں ہیں۔لہذا ایسے بے تکے اعتراض عالم کے شیان شان نہیں۔

ایک اہم بات پرتوجہ ضرور مبذول کرنا چاہتاہوں کہ زبیر علی زئی غیر مقلد نے ہراس محدث پر جرح کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جن کی تحقیق سے اُن کو اختلاف ہوتا ہے۔

خلاصہ تحقیق: اس مندرجہ بالا بحث سے یہ واضح ہوگیا کہ محدث قاسم بن قطلو بغاؒ پر علامہ بقاعیؒ کی جرح صرف معاصرانہ چپقلش پر مبنی تھی اور علامہ بقاعیؒ خود بھی مختلف فیہ ہیں۔لہٰذا زبیر علی زئی غیر مقلد کے اپنے اصول کے مطابق علامہ بقاعی کی جرح باطل اور مردود ہے۔اور محدثین کرامؒ کے فیصلے کی روشنی میں امام قاسم بن قطلو بغاؒ کی ثقاہت بالکل واضح ہے۔

نوٹ زبیر علی زئی غیر مقلد نے امام قاسم بن قطلو بغاؒ پر جرح علامہ بقاعیؒ سے صرف اس لیے نقل کی کہ امام قاسم بن قطلو بغا حنفیؒ نے اپنی کتاب: التعريف والاخبار بتخريج احاديث الاختيار (جلد۱ص۳۱۴ تحت رقم الحدیث ۱۶۸۔ مصنف: علامہ قاسم بن قطلوطا (المتوفی ۸۷۹ھ).مطبوعہ: جامع ام القری، مکة المكرمة)میں مصنف ابن ابی شیبہ سے تحت السرۃ یعنی نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی حدیث نقل کی ہے۔اور مصنف ابن ابی شیبہ کے قلمی نسخہ سے احتجاج کیا۔کیونکہ یہ حدیث غیر مقلدین حضرات کے مسلک کے خلاف ہے۔لہٰذا زبیر علی زئی نے محدث قاسم بن قطلو بغاؒ پر ہی جرح کردی۔مگراپنے ارادوں میں زبیر علی زئی ناکام ہی نظرآئے